یورپ پر اسلام کے احسان
ڈاکٹر غلام جیلانی برق
یورپ جہالت، وحشت، بربریت اور فلاکت کی دلدلوں میں تا بفرق ڈوبا ہوا تھا۔ ہم نے اسے ان غلاظتوں سے نکالا۔ علوم و فنون سے
روشناس کیا۔ تہذیب و تمدن کا سبق دیا اور عروج و عظمت کی راہوں پر ڈالا۔ یہ ایک انوکھی داستان ہے جسے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے پیش کیا۔
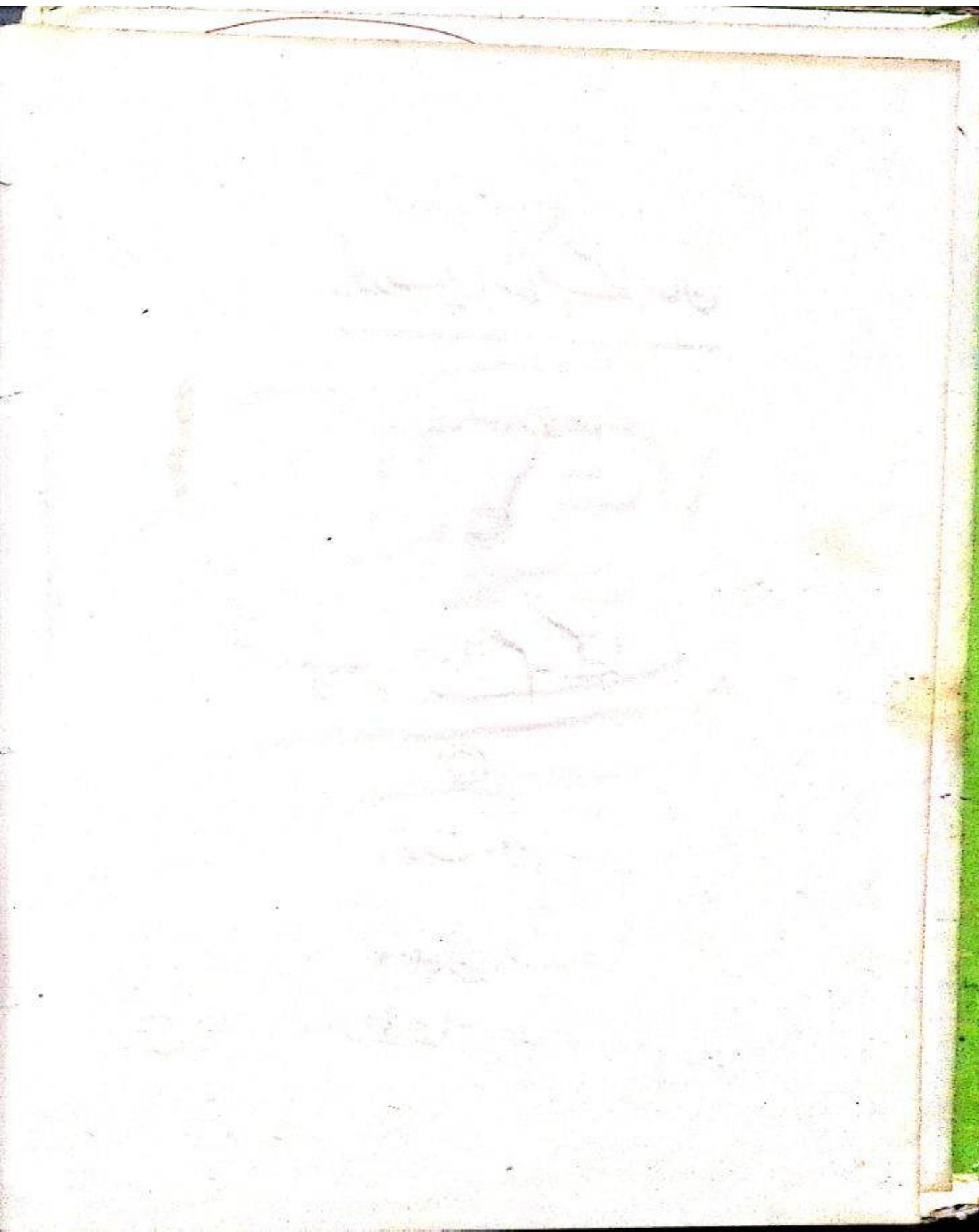
از تخلیقاتِ ادارۂ معارفِ اسلامیہ کیمبلپور

ع

آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

◎

یورپ پر اسلام کے احسان

◎

ڈاکٹر غلام جیلانی برق - ایم اے - پی ایچ ڈی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

طابع : شیخ نیاز احمد

مطبع : غلام علی پرنٹرز

جامعہ اشرفیہ، اچھرہ، لاہور

مقامِ اشاعت :

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز

ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

شکریہ

سید خالد محمود ایم اے۔ سی ایس پی،
ڈپٹی کمشنر اٹک نے مئی ۱۹۶۳ء میں یہاں
ایک علمی مجلس کی بنا ڈالی تھی۔ اور مجھے
فکرِ معاش سے آزاد کر کے تصنیف و تخلیق
پہ لگا دیا تھا۔ پچھلے آٹھ ماہ میں یہ اِس
مجلس کی دوسری تخلیق ہے۔
سید صاحب اِس کارِ خیر کے لئے
ساری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں

برقؔ

سید خالد محمود کے بعد اِس ادارہ کی سرپرستی میجر محمد اشرف صاحب
نے قبول فرمائی ہے۔ یہاں کی ڈسٹرکٹ کونسل، لارنس پور ملز کے
داؤد اور حضرو کے رئیس اعظم سیٹھ محمد داؤد خاں اس ادارہ کے بانی
یہ اُن کا بہت شکر گزار ہے۔

مصنّف کی دیگر تصانیف

١ - حکمائے عالم
٢ - سلاطینِ اسلام
٣ - دو قرآن
٤ - جہانِ نو
٥ - ہم اور ہمارے اسلاف
٦ - مَن کی دنیا
٧ - حیاتِ سکندر
٨ - ایک اسلام
٩ - حرفِ محرمانہ
١٠ - بھائی بھائی
١١ - لمعات
١٢ - آئینِ فطرت
١٣ - دو اسلام
١٤ - اِنفعال
١٥ - پیامِ ادب
١٦ - دانشِ رُومی و سعدی
١٧ - اللہ کی عادت
١٨ - سیرتِ امام ابنِ تیمیہ (اُردو)
١٩ - " (انگریزی)
٢٠ - گلہائے ایران

الفہرس

حرفِ تعارف

حرفِ اوّل

حرفِ تعارُف

اثرِ خامۂ پرنسپل اشفاق علی خان الحسنؔ - ایم اے - پی ای ایس I
گورنمنٹ کالج کیمبلپور

ع : ہمالہ کے چشمے اُبلنے لگے

آج مشرِق کا نادار، صیدِ استعمار، بھولا بھالا اور فریبِ مغرب کا شکار اِنسان جاگ اُٹھا ہے۔ وُہ اپنے ماحول کا جائزہ لے رہا ہے۔ لُٹیروں کو گھر سے نِکال رہا ہے۔ اور متاعِ بُردہ کی فہرست بنا رہا ہے۔ اِن لُٹے ہوؤں میں مُسلمان بھی ہیں۔

پیشتر اس کے کہ گرا ہوُا مُسلمان اپنے حریف کے سامنے دوبارہ آئے، اُسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وُہ کون تھا اور دوبارہ کیا بن سکتا ہے؟ مغرب سے ایک شور بلند ہے کہ :

"تُم کچھ نہیں ہو۔ تمہارے آبا کچھ نہ تھے تُم وہم پرست ہو تمہارا کردار پست ہے۔ تم بے ہمت ہو۔ تمہاری آب وہوُا خراب ہے۔ تمہاری عظمت ایک جھوٹا خواب تھا۔ تمہارے بادشاہ اوباش۔ تمہارے عالم جاہل اور تمہارے رہنما ناکارہ اور ٹھگ تھے۔ اپنے آپ کو پہچانو اور ہماری ذہنی وسیاسی غلامی

سے نکلنے کا خیال تک دِل میں نہ لاؤ۔ تم اِسی قابل ہو کہ تمہاری مائیں، بہنیں، بیٹیاں اور بچے تنکہ تنکہ چُن کر جانوروں کا چارہ جمع کریں۔ سر پہ اُٹھا کر گھر لائیں اور ڈھوروں کے آگے ڈالیں۔ تم ہل چلاؤ، کپاس چُنو، مٹی کھودو، پٹ سَن اُگاؤ اور ہمیں ایسے نرخوں پر بھیجو کہ ہم امیر سے امیر ترین بنتے جائیں۔ اور تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نہ مل سکے۔ تمہاری یہ فولاد بنانے اور بھاری صنعت لگانے کی سکیمیں جہالت، جلد بازی اور حماقت کا نتیجہ ہیں۔ احمق نہ بنو۔ یہ لو دس روپے، اور اپنا وقت مٹی کھودنے اور فصلوں کو پانی دینے میں صرف کرو"

آج مسلمان کا حریف بضد ہے۔ کہ جنگِ شرق و غرب کی صحیح و مُستند تاریخ وہی ہے جو خود حریف نے لکھی تھی۔ یہ ایسا ہی ہے۔ کہ دارا کو قتل کرنے کے بعد سکندر دارا کے بیٹے سے کہے۔ کہ تمہارے باپ کے قتل کی صحیح رپورٹ مجھی سے مل سکتی ہے۔ رہے تمہارے مؤرخین، تو اُن کی اِطلاعات یا تو اصلاً غلط ہیں اور یا مبالغہ آمیز، آؤ۔ میری لکھی ہوئی تاریخ پڑھو کیونکہ سچائی اور تحقیق صرف میرے پاس ہے۔

آج جن کتابوں کا ایک بے پناہ طوفان مغرب سے اُٹھ کر مشرق کو لپیٹ میں لے رہا ہے۔ اُن میں سے کوئی یہ نہیں بتاتی کہ وہ راجر بیکن جسے انگلستان میں بابائے سائنس سمجھا جاتا ہے۔ عربوں کا شاگرد تھا۔ اور وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا۔ کہ صحیح علم حاصل کرنا ہے۔ تو عربی پڑھو۔ مؤرخینِ مغرب یونانیوں کو علم کا سرچشمہ بتاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ اُن کی کتابیں چھ سو برس تک اِسکندریہ، ایتھنز اور قسطنطنیہ میں مقفل پڑی رہیں عربوں نے انہیں نکالا، عربی میں ترجمہ کیا، اور یہی تراجم مسلمانوں کے ساتھ یورپ میں پہنچے۔

یورپ میں سائنس اڑھائی سو برس میں اِسحاق نیوٹن سے آئن سٹائن تک جا پہنچی۔

لیکن عربوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وُہ ہزار سال تک یونانیوں کا ترجمہ ہی کرتے رہے۔ اور اُنہوں نے علوم و فنون میں کوئی قابلِ ذکر اِضافہ نہیں کیا۔ چنانچہ آج کے یہودی و عیسائی مورخ اسلامی علوم و فنون کا ذکر نہیں کرتے۔ اور نہ دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ گلیلیو، کیپلر، برونو جَینرڈ اور راجر بیکن عربوں کے نقّال تھے۔ آج کا طالب علم اُن اثرات سے نا آشنا ہے جو یورپ پر عربی تہذیب نے ڈالے تھے۔ یہ اثرات قدم قدم پہ یوں نمایاں ہیں۔ جیسے ریت میں کُندن کے ذرّے۔ شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ انگریزی زبان کا MEASURE مِعیار کا انفلوانزا اِنْثِنَالُ الْاَنْف (ناک بہنا) کا اور اَرْتھ اَرْض کا بگاڑ ہے۔

ہمارے مدارس کے بچّوں کو یہ تاثّر دیا گیا ہے کہ امریکہ کولمبس نے اور افریقہ لوِنگ سٹون نے دریافت بلکہ ایجاد کیا تھا۔ زمین و آسمان تبھی پیدا ہُوئے جب کبھی یورپی نے اشارہ کیا تھا۔ آسمانی طاقتیں ہمالہ کی ایک چوٹی کو کروڑوں سال سے بنا رہی تھیں۔ لیکن اس کی تکمیل اُسی وقت ہوئی جب مسٹر اَوَریسٹ کی نظر اُس پہ پڑی۔ اِن بچّوں کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ کولمبس نے بحرپیمائی کی تعلیم اِسلامی درس گاہوں میں حاصل کی تھی۔ اُس کے پاس رہنمائی کے لیے کمپاس تھا۔ جو عربوں نے ایجاد کیا تھا۔ اور افریقہ جانے والوں کے پاس وُہ نقشے تھے۔ جو عرب بحیرۂ رُوم، بحیرہ قُلزم، بحرِ ہند اور بحرُ الکاہل کے سفر میں صدیوں سے استعمال کر رہے تھے۔

جو قوم اپنی کہانی غیروں کی زبانی سنتی ہے اُس کا یہی حشر ہوتا ہے۔ وُہ غیر کا مقابلہ تو رہا ایک طرف، اُس کے سامنے تک آنے کی جراٴت نہیں کر سکتی، وُہ ایسی قوم سے اپنے حقوق کیا لے گی۔ جس سے وُہ اپنا وجُود تک تسلیم نہیں کرا سکتی۔

یہ ہے کشاکشِ حیات کا بنیادی مسئلہ۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی کتاب لکھے، جس میں اپنے آپ کو اوّل درجے کا اور آپ کو دوسرے درجے کا انسان قرار دے اور پھر اس کتاب کو آپ کے مدارس کا نصاب بنا دے۔ تو آپ کو بہت جلد یقین آجائے گا۔ کہ اللہ

نے آپ کو دوسرے درجے کی مخلوق بنایا ہے۔ اور آپ درجۂ اول کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

اسی بنیادی حقیقت سے سرد جنگ کا فلسفہ شروع ہوتا ہے۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ وہ آپ کے خلاف فوج کشی کرے۔ اور ظالم و غاصب کہلائے۔ یہ کیوں نہ وہ اپنا فلسفہ آپ کے ذہن میں راسخ کردے۔ تاکہ خون ریزی کے بغیر ہی کائنات میں آپ کا مقام متعین ہوجائے۔ یعنی وہ مرکز ہو اور آپ دائرہ، وہ اعلیٰ ہو آپ ادنیٰ وہ آقا ہو اور آپ غلام۔

یہ ہے سرد جنگ، اس کے ہتھیار ہیں۔ کتابیں، فلمیں، ریڈیو، اخبارات، رسائل تصاویر اور سب سے زیادہ موثر تاریخ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا یہ احسان قوم کبھی فراموش نہیں کرے گی کہ انہوں نے سو سال کی غلامی کے بعد اپنی تاریخ کو دوبارہ لکھنے کا تہیا کیا اور آج ان کی یہ محنت آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے اس کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔ کہ ہمارے جلیل و عظیم اسلاف کے علمی کارنامے کیا تھے، وہ کیسے یورپ میں پہنچے، اور وہاں کے وحشیوں کو کس طرح انسان بنایا۔ ڈاکٹر برق نے عشق کی دبی ہوئی چنگاری کو زور سے پھونک ماری ہے۔ اور قوم کو پھر منزل کی طرف پکارا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ عیسیٰ نفس استاد دیر سے قُم باذنِ اللہ کی صدائیں لگا رہا ہے۔ الحمدللہ کہ آج قوم جاگ اٹھی ہے اور منزل کی طرف رواں ہے۔

مجھے یہ کتاب اس لیے بھی عزیز ہے کہ اس میں علامہ برق اور راقم الحروف کی شش سالہ رفاقت کے نشانات ملتے ہیں۔ میں یہاں ۱۹۵۶ء میں آیا تھا۔ اس وقت سے اب تک اقوامِ عالم کے فلسفۂ عروج و زوال تہذیبوں کے تصادم، نصابِ تعلیم کے اثرات، تاریخ کی اہمیت اور فرنگ کہ دسیسہ کاری پہ لمبی بحثیں ہوئیں۔ اور یہ کتاب اسی طویل تبادلۂ خیالات کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب کی تصنیف میں سید خالد محمود ڈپٹی کمشنر اٹک کا بھی ہاتھ ہے۔ سید صاحب

نوجوان ہونے کے باوجود مقامِ خبر سے نکل کر عالمِ نظر میں داخل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے یہاں ایک علمی سوسائٹی بنائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو فکرِ معاش سے آزاد کر کے اسلامی علوم کے احیا پہ لگا دیا تھا۔ پچھلے آٹھ ماہ میں ڈاکٹر صاحب کی یہ دوسری تخلیق ہے۔ دعا ہے کہ اللہ فاضل مصنف اور سیدِ موصوف ہر دو کو جزائے خیر دے۔ اور قوم کو توفیق دے۔ کہ وہ اس علمی مجلس کو زندہ رکھے۔

اشفاق علی خان

۱۲ جنوری ۱۹۶۴ء کیمبلپور۔

حرفِ اوّل

آپ نے یہ کہانی سُنی ہو گی۔ کہ ایک گڈریے کو جنگل میں شیر کا ایک بچہ مِل گیا۔ وہ اُسے اٹھا لایا۔ اور بکریوں میں رکھ کر اُسے پالنا شروع کر دیا۔ برسوں گزر گئے اور شیر کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ شیر ہے۔ وُہ بکریوں کی طرح میاتا، گھاس کھاتا اور شام کو باڑے میں آکر آرام سے سو جاتا۔ ایک دن وُہ ایک جھیل پر جا نکلا، پانی پینے کے لیے گردن بڑھائی تو اُسے اپنا عکس نظر آیا۔ معاً اُس کی شیریت جاگ اٹھی اور وہ بکریوں کو چیر پھاڑ کر جنگل میں چلا گیا۔

صحیح تاریخ جھیل کا وُہ شفاف پانی ہے۔ جس میں قومیں اپنے اصلی خدّو خال دیکھتی ہیں۔ مکار اقوام کا یہ دستور ہے کہ جب کسی قوم پہ سیاسی غلبہ حاصل کر لیتی ہیں تو اُس کے ذہنوں کو مسخر کرنے کے لیے اس کی تاریخ بگاڑ دیتی ہیں۔ وہ اُس کے انبیا کو ساحر، اولیا کو ٹھگ، سلاطین کو اوباش اور عُلما و حُکما کو جاہل لکھتی ہیں۔ ساتھ ہی اپنے بڑے بڑے لُٹیروں اور چوروں کو ہیرو بنا کر پیش کرتی ہیں۔ ہم مسلمانانِ ہند و پاک کو سو برس تک یہ پڑھایا گیا، کہ اِسلام بزورِ شمشیر پھیلا تھا۔ غزنوی لٹیرا

تھا۔ اورنگ زیب متعصب اور محمد شاہ رنگیلا تھا۔ کہ کلائیو، ڈوک ٹرپن اور کیپٹن ڈریک جیسے چور انسانیت کے سب سے بڑے محسن تھے۔ اِس قسم کی خرافات آج بھی ان کتابوں میں موجود ہیں، جو پاکستان کے پبلک سکولز میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

یورپ میں کائنات کے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق صدیوں یہ تاثّر رہا۔ کہ وُہ ایک بُت ہے۔ جس کی اہلِ عرب پرستش کرتے تھے۔ ۱۶۹۷ء میں نارو چ یونیورسٹی کے ڈین Predeaux نے حضور پُرنور کے سوانح

The Nature of Imposture

کے عنوان سے شائع کیے اس میں حضور صلعم کی ذاتِ اقدس پر نہایت ناپاک حملے کیے۔ بے اندازہ بہتان تراشے اور جتنی غلاظت اُچھال سکتا تھا، اُچھالی۔ سترھویں صدی کے آغاز میں کیمبرج اور آکسفورڈ نے عربی علوم کے شعبے قائم کیے۔ باقی یونیورسٹیوں نے تقلید کی۔ اور قبل ازاں صدیوں سے اِبنِ رُشد، غزالی، سینا، رازی اور فارابی کے تراجم اٹلی، فرانس اور سپین کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جا رہے تھے۔ لیکن حضور صلعم کے متعلق ایک بھی کلمۂ خیر کسی عیسائی کے قلم سے نہیں نکلا تھا۔ ۱۷۱۲ء میں ایڈرین ری لینڈ نے جو UTREACHT یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر تھا، اپنی ایک کتاب میں ہمارے متعلق یہ پہلا کلمۂ خیر لکھا:

"مُسلمان اتنے پاگل نہیں جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے۔"

۱۷۳۴ء میں جارج سیل نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ نکالا جس میں گالیاں نسبتاً کم تھیں۔ کارلائل غالباً پہلا عیسائی مصنّف ہے۔ جو حضور صلعم کی انقلابی شخصیت سے متاثر ہوا۔ اپنی مشہور تصنیف ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں اُن کے متعلق چند تعریفی کلمات کہے۔ لیکن ساتھ ہی بار بار لکھا کہ:

" قرآن ایک غیر مربوط کلام ہے جو کسی دیوانے کی بڑ معلوم ہوتا ہے۔ انیسویں

صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں ہٹی، نکلسن اور براؤن جیسے قدرے کشادہ ظرف علما سامنے آئے۔ انھوں نے ہماری علمی و ثقافتی خدمات کا تو اعتراف کر لیا، لیکن ہمارے حضورؐ کے متعلق ان کی روش میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہ آئی۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ کہ اگر عرب نہ ہوتے۔ تو آج یورپ کا حال افریقہ سے بھی بدتر ہوتا۔ ہم نے یورپ کے باشندوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا، نشست و برخاست کے آداب بتائے، کھانے، پہننے اور نہانے کا سبق دیا۔ اُن کے ذہنوں کو اوہام و اباطیل کی گرفت سے آزاد کیا۔ اور ان کی درسگاہوں میں علوم و فنون کے دریا بہائے۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے۔ کہ ان کے بیشتر تاریخ نگار یورپ کی ذہنی و ثقافتی تاریخ لکھتے وقت ہمیں کوئی مقام ہی نہیں دیتے۔ ۱۹۲۲ء میں امریکہ کی اورینٹل سوسائٹی کے ایک اجلاس میں پروفیسر SHMIDT نے "یورپ میں مشرقی علوم" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا اور مسلمانوں کا نام تک نہ لیا۔ ۱۹۳۶ء[1] میں ایک امریکی پروفیسر واٹرمین نے "مشرقی علوم" پہ چھ لکچر دیئے اور اسلامی علوم کا ذکر تک نہ کیا۔

اِسلام کے مشہور مورخ ابوالفدا (۱۳۳۱ء) نے اپنے سے پہلے ساٹھ جغرافیہ دانوں کے نام لیے تھے۔ لیکن موسیو Vivien Dest Martin کا کمال دیکھیے کہ اپنی علمی تاریخ میں کسی عرب جغرافیہ دان کا ذکر تک نہیں کیا۔

کیمبرج مڈیول ہسٹری پانچ ہزار صفحات کی ایک مبسوط تاریخ ہے۔ جس میں اسلام کی چودہ سو سالہ سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ کو صرف پچیس ورق دیئے گئے ہیں۔ جیمز ہنری رابن سن کی تاریخ مڈیول اینڈ ماڈرن ٹائمز آٹھ سو صفحات پر مشتمل

---

[1] دی عربس ہری ٹیج از نبیہ امین فارس ص ۱۳

ہے اور مشرق و مغرب کی درسگاہوں میں بطور نصاب رائج ہے لیکن اس میں اسلام کا کوئی ذکر نہیں، صرف "بدھ راہبوں" کے تحت مسلمانوں کا نام ضمناً لیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بارود، قطب نما، الکحل، عینک اور دیگر بیسیوں اشیاء کے موجد تھے۔ لیکن :-

"مؤرخینِ یورپ نے عربوں کی ہر ایجاد اور ہر انکشاف کا سہرا اُس یورپی کے سر باندھ دیا ہے۔ جس نے پہلے پہل اُس کا ذکر کیا تھا۔ مثلاً قطب نما کی ایجاد ایک فرضی شخص فلاویوگوجہ کی طرف منسوب کر دی۔ وِٹے ناف کے آرنلڈ کو الکحل اور بیکن کو بارود کا موجد بنا دیا۔ اور یہ بیانات وہ خوفناک جھوٹ ہیں۔ جو یورپی تہذیب کے مآخذ کے متعلق بولے گئے ہیں۔"[1]

صرف یہی نہیں۔ بلکہ بعض اوقات عربوں کی تصانیف پر اپنا نام بطور مصنف جڑ دیا۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں لفظ "جیبر" (جابر) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے۔ جس نے اسلام کے مشہور ماہر کیمیا جابر بن حیان کے ایک لاطینی ترجمہ کو اپنی تصنیف بنا لیا تھا۔ یہی[2] حرکت سلرنو کالج کے پرنسپل قسطنطین افریقی (۱۰۶۰ء) نے بھی کی تھی۔ کہ ابن الجزار (۱۰۰۹ء) کی زادُ المسافر کا لاطینی ترجمہ Viaticum. کے عنوان سے کیا۔ اور اُس پر اپنا نام بطور مصنف لکھ دیا۔

وُہ کون سا ظلم ہے۔ جو یورپ نے ہم پر نہیں کیا۔ ہمارے حضورِ پُرنور ﷺ کی ذاتِ مقدس پر حملے کیے ہمیں بدنام کیا۔ ہماری تاریخ میں تحریف کی۔ ہماری ساٹھ لاکھ کتابیں جلائیں ہم پر سسلی اور سپین میں وُہ مظالم توڑے کہ کائنات کا کلیجہ لرز گیا۔ ہم سے ہزار برس

---

[1] تشکیلِ انسانیت از رابرٹ بریفالٹ ص ۲۶۲

[2] میراثِ اسلام از آرنلڈ زیر عنوان "طب و سائنس"

تک تہذیب وتمدن کا درس لینے کے بعد ہمارے ہی منہ پر تھوکا۔ اور بقول موسیو لیبان[۱]:

"ہمیں اسلام اور پیروانِ اسلام سے تعصّب وراثت میں ملا ہے۔ جو اب ہماری فطرت کا جزو بن چکا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہماری کم بخت تعلیم نے ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ ہمارے تمام علوم وفنون کا ماخذ یونان ہے۔ اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہم میں سے بعض کو یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہماری ترقی وتہذیب کا باعث ایک کافر قوم تھی"۔ (ملخص)

رابرٹ بریفالٹ[۲] ایک مقام پر لکھتا ہے۔ کہ :-

"یورپی مورخ مسلمان کو کافر کتا سمجھتا ہے اور اُس کا احسان ماننے کو تیار نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یورپ کے احیائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن اُن میں عربوں کا ذکر موجود نہیں۔ اس کی مثال یوں ہے۔ کہ شہزادہ ڈنمارک کی تاریخ میں ہیملیٹ کا ذکر نہ آئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر اُوز برن ٹیلر نے تو کمال ہی کر دیا کہ "قرونِ وسطیٰ میں ذہنی ارتقا" پر دو جلدیں لکھیں۔ اور اسلامی تہذیب کی طرف اشارہ تک نہ کیا"۔ (ملخص)

مفکرینِ یورپ کو اِس بات کا یقین ہے۔ کہ اگر کوئی تہذیب مغربی تہذیب کو پچھاڑ سکتی ہے۔ تو وُہ صرف اسلامی تہذیب ہے۔ جو علم واخلاق سے آراستہ اور عشق جیسی توانائی سے مسلّح ہے۔ مصر و بابل کی تہذیبیں مر چکیں۔ یونان ختم ہو گیا چین کی قدیم تہذیب عصرِ رواں کا ساتھ نہیں دے سکتی اور ہندو تہذیب اوہام و خرافات کا مجموعہ ہے۔ صرف اسلامی تہذیب ہی وہ قوت ہے جو دنیائے انسانی کو تمام آلام سے نجات دلا سکتی اور بھٹکتی ہوئی زندگی کو رہِ منزل بتا سکتی ہے۔ اسلام استعمار، زر اندوزی، دھوکہ، مکر و فریب اور لوٹ کھسوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا۔

---

[۱] تمدنِ عرب ص ۵۲۳ ۔ [۲] تشکیلِ انسانیت ص ۲۲۵ ۔

اور یورپی تہذیب کی بنیاد ہی مکیاولی کی ابلیسی سیاست ہے۔ اس لیے ان دونوں میں تعاون کی کوئی صورت موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ ہم پر مسلسل پیہم اور تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ وہ ہماری تاریخ کو مسخ کر رہا ہے۔ عُریاں فلمیں بھیج کر ہمیں اوباش بنا رہا ہے۔ اُس کے مُصوّر رسائل مثلاً ٹائم ریڈرز ڈائجسٹ لائف، وومین، پوسٹ وغیرہ یورپ کے کھوکھلے اَقدار کی تبلیغ کر رہے ہیں، ہماری درسگاہوں میں اُنہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں۔ وہ ہمارے قابل نوجوانوں کو وظائف دے کر اپنی درسگاہوں میں بُلا رہا ہے، اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ مُسلمان اپنی روایات، تہذیب، تاریخ ماضی اور اَسلاف سے متنفر ہو کر یورپ کا مدّاح و نقّال بن جائے اور مجھے اعتراف ہے کہ یورپ کے یہ اِقدامات نہایت کامیاب رہے۔ آج ہمارا نوجوان اپنی تہذیب کے خلاف مجسّم بغاوت بن چکا ہے۔ یہ بغاوت اُس درخت کا پھل ہے۔ جو ۱۸۵۷ء میں انگریز نے اِس سرزمین میں لگایا تھا۔ حاکم اور محکوم دونوں نے مِل کر اس کی آبیاری کی۔ اور آج یہ ایک تناوُر درخت بن چکا ہے۔ اس میں ہمارے نوجوان کا کوئی قصور نہیں، حکومت نے کہا۔ کہ قابلیّت انگریزی زبان میں مہارت کا نام ہے۔ والدین نے اُسے انگریزی رسائل پڑھنے اور انگریزی فلمیں دیکھنے کا مشورہ دیا۔ بے عمل اَساتِذہ نے اُسے اِسلامی تہذیب سے مزید بدظن کیا۔ ہمارے ادیب و شاعر نے اُسے مے نوشی و عیاشی کا سبق دیا، کلبوں اور ہوٹلوں نے اُسے رقص و قمار بازی کا عادی بنایا۔ ارکانِ حکومت نے اس کے سامنے غیر اسلامی زندگی کا افسوس ناک نمونہ پیش کیا۔ جو کسر باقی تھی وہ اُن لاتعداد مشیروں اور غیر ملکیوں نے نکال دی جو ہمارے ہاں زندگی کے ہر شعبے پہ مُسلّط ہیں جوانِ خام اِن تمام اثرات کا مقابلہ کیسے کرسکتا تھا۔ چنانچہ وہ باغی ہو گیا۔ لیکن مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

تقسیم ہند سے پہلے ہمارے نوجوان کو دو مخلص رہنما ملے، حکیم مشرق رحمۃ اللہ علیہ، جس نے اُنہیں منزل کا پتہ دیا اور حضرت قائدِ اعظمؒ جنہوں نے کاروانِ جادہ پیما کی قیادت سنبھالی۔ بس پھر کیا تھا۔ جوانانِ ملّت طوفانوں کی طرح بل کھا کر اُٹھے۔ دریاؤں کے مہیب دھاروں کی طرح آگے بڑھے اور ہندو فرنگ کی متحدہ طاقت کو روندتے ہوئے آزادی کی منزل تک جا پہنچے۔ میرے نوجوان کی فطرت میں بڑی صلاحیت ہے۔ وُہ بڑا انڈر، وطن پرست، بہادر اور جانباز واقع ہوا ہے۔ اگر وہ قائداعظم کے اشارے پر سر دے سکتا ہے۔ تو رقص و نغمہ کی محفلوں کو بھی برہم کر سکتا ہے۔ جس روز اُسے یقین ہو گیا کہ قومی بقا کے لیے شراب زہر ہلاہل ہے اور گناہ سمّ قاتل، کہ کائنات کی سب سے بڑی توانائی عشق یعنی اللہ سے رابطۂ محبت ہے، اور اللہ سے فرار موت ہے۔ کہ قوموں میں استحکام پاکیزگیٔ اخلاق، احترامِ نسواں، مساواتِ آدم اور بے پناہ علم سے پیدا ہوتا ہے اور اِسلام کی عظیم و جلیل تہذیب انہی عناصر کا مجموعہ ہے۔ تو وُہ اپنی ثقافت کی طرف یوں لوٹ آئے گا۔

؎ جیسے ویرانے میں چُپکے سے بہار آ جائے۔

کچھ اِس کتاب کے متعلق آج سے کچھ عرصہ پہلے میرے پاس ایک دیہاتی مُدرّس یہ اِلتجا لے کر آیا کہ میں اُس کا تبادلہ کرا دوں۔ مَیں نے وجہ پُوچھی۔ تو کہنے لگا۔ سارے گاؤں میں کسی نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ میرے آباؤ اجداد نائی تھے۔ اب معاشرے میں میرا کوئی اِحترام نہیں رہا۔ مجھ میں کمتری و پستی کا شدید اِحساس پیدا ہو چکا ہے اس لیے اس ماحول سے مجھے نکالیے۔ یہی حال میری قوم کا ہے۔ یورپ نے اِس موضوع پر کہ مسلمانوں کے اَسلاف پچھڑے ہوئے اور اوباش تھے۔ لاکھوں کتابیں لکھیں۔ اور گھر گھر بانٹ دیں۔ نِکلسن کی "تاریخ ادبِ عربی" پچھلے پینتالیس برس سے بی اے آنرز عربی اور ایم اے عربی

کے طلبہ کو پاکستانی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اس کے چند جملے ملاحظہ ہوں :

"محمد بت پرستی بھی کیا کرتے تھے" ص ۱۴۹

"گو محمد نے شاعر ہونے سے انکار کیا تھا۔ لیکن یہ محض بہانہ بازی تھی وہ شاعروں جیسا ہی تھا" ص ۱۵۹

"قرآن مبہم، بورنگ، ڈل اور بائبل کے مقابلے میں گھٹیا ہے" ص ۱۶۱

"محمد کے تصورِ جنت و جہنم میں کوئی چیز روحانی نہیں۔ اس کی جنت عیاشی کا ایک شاندار باغ ہے۔ جہاں متقی ٹھنڈے سایوں کے نیچے آرام کریں گے، شرابیں پیئں گے اور سیاہ چشم حوروں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اِس جنت کا مقصد اپنے سامعین کو ورغلانا اور یہ بتانا تھا۔ کہ اسلام لانے کے بعد وُہ شراب سے محروم نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہی چیز انہیں جنّت میں ملے گی۔ محمد نے غالباً جنّت کا تصوّر عربوں کی محافلِ شراب ہی سے لیا تھا۔ جنّت کا یہ عیّاشانہ تصوّر محمد کے ذاتی کردار کی بھی غمازی کرتا ہے۔ . . . ص ۱۶۷

دیکھا آپ نے کہ ہماری درسگاہوں میں ہمارے طلبہ کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ اور لُطف یہ۔ کہ اِن خرافات کے خلاف نہ طلبہ آواز اٹھاتے ہیں نہ اساتذہ، اور نہ کارپردازانِ جامعہ۔ سو سال کی غلامی نے ہمیں غیرت سے بے گانہ کر دیا ہے۔ کسی سے کہو۔ تو جواب ملتا ہے۔ "نکلسن سے بہتر کوئی کتاب لاؤ" سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی کسی پاکستانی عالم سے اس موضوع پر لکھنے کو کہا ہے؟ مجھے حکم دیجئے۔ اور میں آپ کو صرف ایک برس میں عربی ادب پہ بہترین چیز لکھ دوں گا۔ جس [illegible] ہیں قرآن، اِسلام اور حضورِ پُرنور کی تنقیص کی گئی ہے اور تاریخ نویسی کا [illegible] کہ

اِبنِ رُشد، ابنِ طُفیل، ابنِ زُہر، ابن القفطی، ابنِ ابی اصیبعہ، اِبنُ القیّم، علامہ ذہبی ابن الحجرؒ اور امام احمد بن حنبل جیسے سینکڑوں حکماء و علماء پر دو سطریں بھی نہ لکھی ہوں اُس پر وقت ضائع کرنے کا فائدہ۔

ایسی ہی کتابوں نے ہمارے نوجوانوں کو اسلامی روایات سے متنفر کیا ان کے حوصلے توڑے، ان میں احساسِ پستی پیدا کیا اور اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں انھیں اپنی صحیح تاریخ سے روشناس کروں، شیر کے سامنے جبریل کا آئینہ رکھوں تاکہ ان کی جھکی ہوئی گردنیں بلند ہو جائیں۔ یہ شاہراہِ حیات پہ سینہ تان کر چلیں۔ اور علم و عشق کی شعلیں اٹھا کر اِس انداز سے مستقبل کی طرف بڑھیں۔ کہ ساری ملت پُکار اُٹھے:

ع ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

برقؔ کیمبلپور
۸ رجنوری ۱۹۶۴ء

آغاز کتاب ———— ۲ رنومبر ۱۹۶۳ء
تکمیل ———— ۸ رجنوری ۱۹۶۴ء
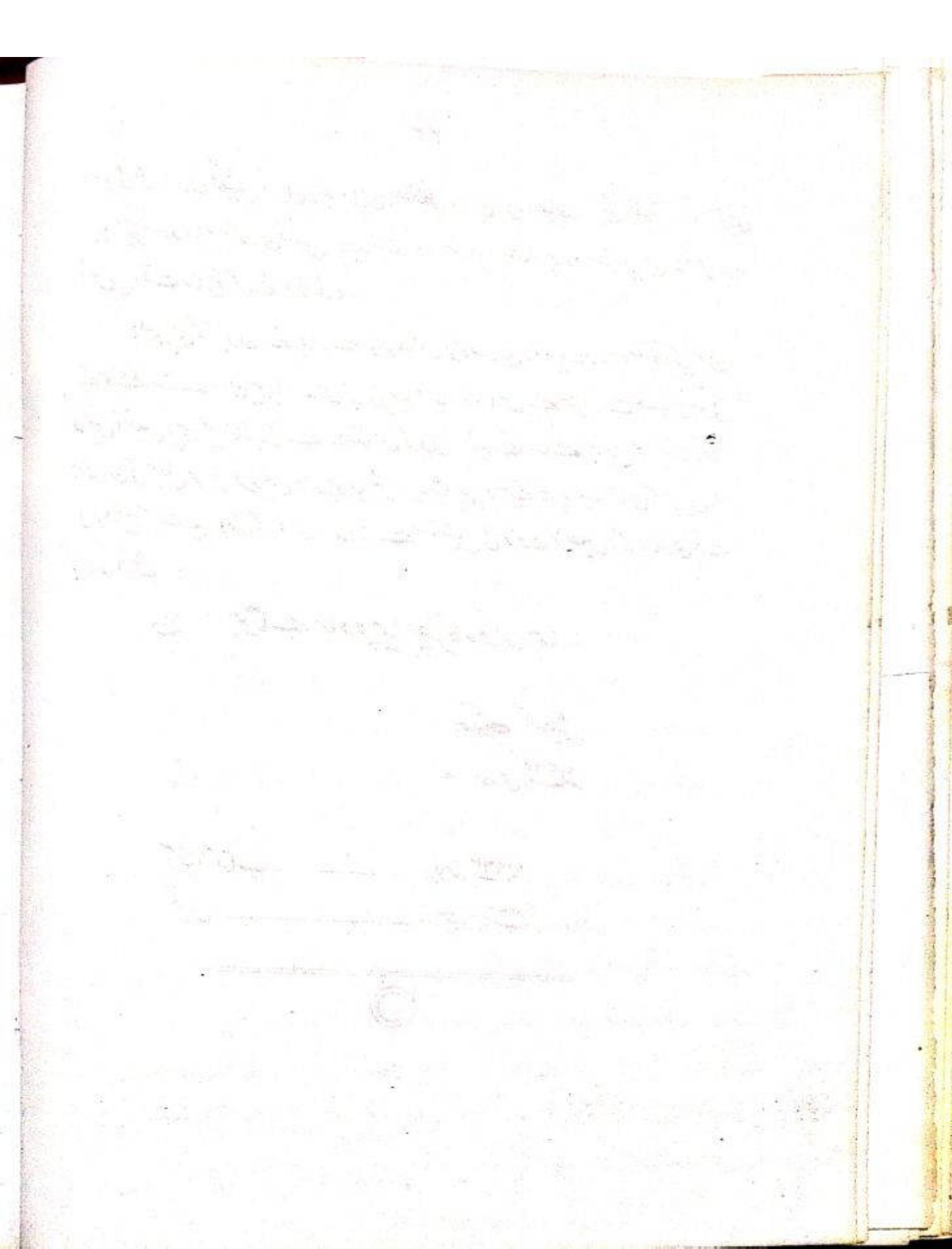
باب اوّل

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی سیاسی ہیئت

اس کتاب میں یورپ کے قدیم وجدید سلاطین وحکما کا بار بار ذکر آتا ہے۔ اس لیے امورِ ذیل کی وضاحت ضروری ہے :-

(ا) یورپ کے اصلی باشندے کون تھے ؟

(ب) وہاں ابتدائی حکومتیں کب قائم ہوئیں۔ اور موجودہ ریاستیں یعنی برطانیہ ۔ فرانس ۔ سپین ۔ اٹلی ۔ جرمنی وغیرہ کیسے معرضِ وجود میں آئیں ؟

(ج) قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے تمدن، تہذیب، اخلاق اور علوم وفنون کی کیفیت کیا تھی ؟

یورپ کے اصلی باشندے

تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم زمانے میں یورپ مختلف وحشی قبائل کا مسکن تھا۔ بحیرۂ اسود کے شمال اور دریائے ڈنیپر DNIEPER کے دونوں طرف گاتھ آباد تھے ۔ ذرا مغرب میں جہاں آج کل پولینڈ، رومانیہ، ہنگری وغیرہ ہیں، ہنز رہتے تھے۔ جرمنی

تین خونخوار قبائل یعنی وینڈلز، سیکسنز اور اینگلز کا وطن تھا۔ جنوبی جرمنی اور شمالی اٹلی میں لمبرڈز سکونت پذیر تھے۔ فرانس میں فرانک اور برطانیہ میں سلٹ (Celts) رہتے تھے۔ یورپ کے باقی حصوں میں بھی اُجڈ قبائل آباد تھے۔ جن کا کام لڑنا، بھڑنا اور ڈاکے ڈالنا تھا۔ جب رُومہ کی غربی سلطنت کمزور ہو گئی تو ان قبائل میں سیاسی حرکت پیدا ہوئی۔ اور یہ اپنے اوطان سے نکل کر دُور دراز علاقوں پر چھا گئے۔ کچھ قبائل پہلے ہی حرکت میں آ چکے تھے۔ مثلاً سیکسنز اور اینگلز جو صدیوں پہلے جزائر برطانیہ میں پہنچ چکے تھے۔ پانچویں صدی میں غربی گاتھ اور وینڈل سپین تک پہنچ گئے۔ شرقی گاتھ چیکوسلواکیہ اور پھر اٹلی میں داخل ہوئے۔ ہُنز کی حکومت دریائے رائن سے ایشیا تک پھیل گئی۔ اور لمبرڈز اٹلی کے بعض اضلاع پر قابض ہو گئے تھے۔

تاریخِ یورپ کے تین دَور

آٹھویں صدی قبل مسیح سے پہلے یورپ میں کیا ہو رہا تھا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ قیاس یہ ہے۔ کہ وہاں وحشی قبائل آباد تھے۔ جن کے سردار خدا اجدا تھے۔ مذہباً مظاہر پرست تھے۔ اور نوشت وخواند سے قطعاً ناآشنا تھے۔ آٹھویں صدی کے بعد تاریخِ یورپ تین دَوروں میں بٹ گئی۔

اوّل:۔ دورِ قدیم۔ جو آٹھویں صدی قبلِ مسیح سے پانچویں صدی عیسوی تک پھیلا ہُوا ہے۔ یہی وُہ زمانہ ہے۔ جب رُومہ کی عظیم سلطنت قائم ہوئی تھی۔ اور یونان سے علوم وفنون کے دریا بہہ نکلے تھے۔

دوم:۔ قرونِ وُسطیٰ۔ یعنی وُہ زمانہ جو زوالِ رومہ (۴۷۶ء) سے شروع ہو کر یورپ کی حیاتِ ثانیہ (سولھویں صدی) پر ختم ہوتا ہے۔

سوم:۔ عصرِ حاضر۔ جو سولھویں صدی سے شروع ہُوا۔

دوسرے دَور کے پھر دو حصّے ہیں۔ اس کے پہلے پانچ سو سال میں تاریکی، جہالت

وحشت اور انتہائی بربریت کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ گیارھویں صدی میں اسلامی تہذیب، تمدن اور علوم و فنون مختلف راستوں سے یورپ میں پہنچے۔ اور وہاں کی تاریکیوں میں ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ پانچ چھ صدیوں کے بعد وہاں اُجالا سا ہونے لگا۔ جابجا مدارس کھُل گئے۔ تالیف و ترجمہ کے ادارے قائم ہوگئے۔ عربی علوم کے تراجم ہونے لگے۔ پاپائیت کا زور ٹوٹ گیا، مذہبی اوہام و اباطیل کے محل مسمار ہوگئے۔ جاگیردارانہ نظام مٹ گیا۔ اسی دَور میں برطانیہ[1] (۱۶۸۸) فرانس (۱۷۸۹) اور امریکہ (۱۷۷۶) میں انقلابات آئے اور انسانی فکر شخصی حکومت اور کلیسائی بندشوں سے آزاد ہوگئی۔ اور یہ تھا یورپ کا آغازِ عروج۔

رومہ اور اٹلی

اٹلی میں ایک دریا کا نام ٹائبر ہے۔ جو شمال کی طرف سے آتا ہے۔ اور رَومہ یا روم سے گزر کر پچیس میل نیچے بحیرۂ روم میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا کبھی شاہراہِ تجارت تھا۔ تاجر کشتیوں میں مال بھر کر فلورنس سے نیپلز اور دیگر مقامات تک آتے جاتے تھے اِس دریا کے کنارے ایک مقام سرسبزی اور دلکشی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ وہاں تاجر خیمے لگا کر راتوں کو ٹھہرتے اور صبح کو روانہ ہو جاتے۔ ولادتِ مسیح سے ساڑھے سات سو سال پہلے اِن تاجروں نے چندہ کر کے وہاں ایک سرائے بنا دی۔ جہاں رفتہ رفتہ ایک شہر بن گیا۔ یہی شہر روم کہلاتا ہے۔ جو اڑھائی ہزار برس سے اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔

تشکیلِ رومہ

اس زمانے میں ہر خاندان کا سردار الگ تھا۔ جو خاندانی جھگڑے چکاتا۔ شادیاں کراتا۔ ہر معاملے میں حکم چلاتا اور اپنے قبیلے کی بستیوں کو ڈاکوؤں اور حملہ آوروں سے بچاتا تھا۔ چھٹی صدی ق م میں

[1] برطانیہ میں پارلیمنٹ برسوں بادشاہوں کے خلاف لڑتی رہی۔ دونوں کی فوجیں الگ الگ تھیں۔ بالآخر پارلیمنٹ کامیاب ہوئی اور جمہوریت قائم ہوگئی، فرانس کا انقلاب بھی ملوکیت کے خلاف جہاد تھا۔ امریکہ میں جارج واشنگٹن نے برطانوی استعمار کو شکست دے کر جمہوریت قائم کی۔

ایشیا کا ایک قبیلہ وہاں جا نکلا جس کے سردار Tarquins

تھے۔ اِن کی قابلیت اور شجاعت سے متاثر ہو کر اہلِ روم نے

کر لیا اور یہ صورتِ حال سو سال تک باقی رہی۔

۵۰۹ء قم میں وہاں ایک اسمبلی بھی تھی۔ جس میں تمام

نمائندوں (Patricians) کے پاس تھے۔ صدر، وُزَرا،

ان ہی سے منتخب ہوتے تھے۔ اور عوامی نمائندوں (Plebcians)

تجویز اُس وقت تک قانون نہیں بن سکتی تھی۔ جب تک خواص

اِس جمہوریت نے رفتہ رفتہ گرد و نواح کے تمام قبائل کو

پاؤں پسارے۔ یہاں تک کہ ۲۶۵ء قم میں روم ایک خاصی

کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۷ء قم میں سپین، ایک سال بعد شمالی

۶۴ء ق م میں شام ۵۰ء قم میں فرانس اور بلجیم،

۱۰۵ء میں فلسطین، ۱۱۴ء میں آرمینیہ اور ۱۱۷ء میں عراق

بن گئے۔

سُلّا کارنیلیَس سُلّا (۸۰ قم) رومہ کا ایک قابل جرنیل تھا۔

رقابتوں سے تنگ آ گیا۔ اور اس نے

کے عنانِ حکومت خود سنبھال لی۔ لیکن اُس دَور کی فلسفی

نے آمریت کی مخالفت کی۔ چنانچہ ۷۹ قم میں سُلّا نے

اور خود سیاست سے کنارہ کش ہو گیا۔

جُولیَس سیزر سینیٹ کا ممبر تھا۔ اسے ۵۸ قم میں فرانس

اس نے پہلے ارد گرد کے تمام علاقے فتح کیے۔

ٹیمز تک نکل گیا۔ مشرق میں جرمنی کو بھی شکستیں دیں۔

سینیٹ کو ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ آمر نہ بن جائے۔ چنانچہ ۵۰ قم میں سینیٹ نے حکم دیا کہ سیزر فوج کو منتشر کر دے۔ اس پر سیزر بگڑ گیا۔ اور روم پہ قبضہ کر کے آمر بن بیٹھا۔ اُس وقت بحریہ کا کمانڈر انچیف پمپی تھا۔ وہ مخالف ہو گیا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پمپی شکست کھا کر مصر میں چلا گیا۔

۴۴ قم میں بروٹس نے سازش کی۔ اور سیزر کو قتل کر دیا۔ انٹنی (سیزر کا دوست) اور آکٹیویَن نے بروٹس کا پیچھا کیا۔ ۴۲ قم میں مقدونیہ کے قریب جنگ ہوئی۔ اور بروٹس مارا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے سلطنت بانٹ لی۔ غربی حصے پہ آکٹیوین اور مشرقی خطوں پہ انٹنی حکومت کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد انٹنی قلوپطرہ کے دامِ حسن میں پھنس گیا۔ اور یہ دونوں مل کر سارے رومہ پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ جب سینیٹ کو ان کے ارادوں کا اطلاع ملی۔ تو اعلانِ جنگ کر دیا۔ ان دونوں کو شکست ہوئی۔ اور ہر دو نے خودکشی کر لی۔

غربی رومہ کے بادشاہ

جولیس سیزر سے رُومی شہنشاہوں کا سلسلہ شروع ہو کر پانچ صدیوں تک جاری رہتا ہے ان کے نام[ﻟﮧ] بقیدِ سالِ جلوس یہ ہیں۔

۱ - جولیس سیزر ۵۰ ——— ۴۴ قم

۲ - آکٹیویَن ۴۴ قم ——— ۱۴ء - سینیٹ نے شاہانہ اختیارات اِسے ۲۷ قم میں دیئے تھے۔

۳ - ٹامے بیریَس ۱۴ء ——— ۳۷ء

ﻟﮧ چونکہ یہ نام یورپ کی عام تواریخ میں یکجا نہیں ملتے۔ اس لیے مختلف ماخذ سے جمع کر کے یہاں لکھ رہا ہوں تاکہ طلبۂ تاریخ کو سہولت رہے۔

۲۵ - گیلس ۲۵۱ ـــ ۲۵۳ء

۲۶ - ایملیانُس ۲۵۳ ـــ ۲۶۰ء

۲۷ - گیلی نُوس ۲۶۰ ـــ ۲۶۸ء

۲۸ - کلاڈیس - دوم ۲۶۸ ـــ ۲۷۰ء

۲۹ - اَریلین ۲۷۰ ـــ ۲۷۵ء

۳۰ - ٹاسی ٹس ۲۷۵ ـــ ۲۷۶

۳۱ - پروبس ۲۷۶ ـــ ۲۸۲

۳۲ - کیرس ۲۸۲ ـــ ۲۸۴

۳۳ - ڈائیک لیشین ۲۸۴ ـــ ۳۰۵

۳۴ - قسطنطین - اول ۳۰۵ ـــ ۳۳۷

اِس نے ۳۳۰ء میں ایک گاؤں بائزنطیم کو پایۂ تخت بنا لیا۔ جو بعد میں اِسی بادشاہ کی نسبت سے قسطنطنیہ کہلانے لگا۔ سلطنت روما کی یہ شاخ پندرھویں صدی کے وسط تک زندہ رہی۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو سلطان محمد فاتح عثمانی نے فتح کر لیا اور یہ آج تک ہمارے قبضے میں ہے۔

۳۵ - کانسٹنٹیئس ۳۳۷ ـــ ۳۶۰

۳۶ - جولین ۳۶۰ ـــ ۳۶۳

۳۷ - جووین ۳۶۳ ـــ ۳۶۴

۳۸ - ولنٹینین - اول ۳۶۴ ـــ ۳۷۵

	۳۷۵ ـــــــ ۳۹۵
۳۹ - ولنٹینین - دوم	۳۹۵ ـــــــ ۴۲۳
۴۰ - ہونوریس	۴۲۳ ـــــــ ۴۵۵
۴۱ - ولنٹینین - سوم	۴۵۵
۴۲ - پکزی مس	۴۵۵ ـــــــ ۴۵۷
۴۳ - اوٹیش	۴۵۷ ـــــــ ۴۶۱
۴۴ - مجوزرین	۴۶۱ ـــــــ ۴۶۷
۴۵ - سیوورس	۴۶۷ ـــــــ ۴۷۲
۴۶ - اینتھی میس	۴۷۲ ـــــــ ۴۷۳
۴۷ - البریس	۴۷۳ ـــــــ ۴۷۴
۴۸ - گلائی سیٹریس	۴۷۴ ـــــــ ۴۷۵
۴۹ - جولیس	۴۷۵ ـــــــ ۴۷۶
۵۰ - ریولس	

یہ تھے غربی روم کے سلاطین - آخری سلطان کو ایک جرنیل نے، جس کا نام اڈوسر تھا، معزول کر دیا - اور خود بادشاہ بن بیٹھا - لیکن نالائقی کی وجہ سے نظم ونسق کو قائم نہ رکھ سکا - جا بجا فوجی سرداروں اور گورنروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا - یہاں تک کہ خود اٹلی میں کئی بادشاہتیں قائم ہو گئیں - مثلاً وینس، میلان، فلورنس، نیپلز اور پاپائے روم[1] کی ریاست - یہ ریاستیں ۱۸۴۸ء تک

---

[1] پاپائے روم کی حکومت زوالِ روم کے بعد شروع ہوئی - ۹۵۵ء میں مستحکم ہو گئی - دورِ عروج میں فرانس آسٹریا - جنوبی جرمنی اور غربی یوگوسلاویہ پاپائی سلطنت کے حصے تھے - یہ سلطنت ربڑ کی طرح پھیلتی اور سکڑتی رہی - انیسویں صدی میں یہ اندازاً پندرہ ہزار مربع میل رہ گئی تھی -

باقی رہیں۔

نیپلز سے اڑھائی سو میل دُور مغرب میں ایک جزیرہ سارڈینیا کے نام سے واقع ہے۔ ۱۸۴۸ء میں یہاں امانوئیل دوم کی حکومت تھی۔ اس نے اپنے ایک فوجی جرنیل کاونٹ ٹُمبیلو کی ترغیب پر شاہانہ اختیارات ترک کر دیئے اور جزیرے میں جمہوریت قائم کر دی۔ اِس کا اثر اِٹلی پہ یہ پڑا کہ وہاں بھی جمہوریت کی تڑپ پیدا ہو گئی۔ اور وہاں کے ایک لیڈر گیریبالڈی نے رعنا کاروں کی مدد سے سِسلی نیپلز اور پاپائی ریاست پہ قبضہ کر لیا۔ اور پھر ہر جگہ استصواب کرایا۔ بالآخر یہ تمام چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں مُتّحد ہو گئیں۔ اور اُنھوں نے سارڈینیا کے بادشاہ امانوئل کو اپنا آئینی بادشاہ منتخب کر لیا۔ اطالوی شاہوں کا یہ سلسلہ آج تک (۱۹۶۳ء) باقی ہے۔

قیاصرۂ رُوم

ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ قُسطَنطِین اوّل نے بعض مصالح کی بنا پر ۳۳۰ء میں قُسطَنطِنیہ کو پایۂ تخت بنا لیا تھا۔

اِس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے سلطنت تقسیم کر لی اور غربی شاخ کا فرمانروا الگ ہو گیا۔ ۳۵۳ء میں دونوں حصّے پھر ایک بادشاہ کے تحت آ گئے۔ لیکن یہ وحدت عارضی ثابت ہُوئی اور ۳۶۴ء میں دونوں شاخیں مستقلاً جُدا ہو گئیں۔ غربی شاخ رومن اَمپائر اور شرقی بائزنٹائن امپائر کے نام سے مشہور ہوئی۔ مُسلم مؤرّخ ثانی الذکر شاخ کے سلاطین کو قیاصرہ کہتے ہیں۔ اِن کے نام یہ ہیں :-

(اولاد الحرام)

نام	سال
۱۔ قسطنطین ۔ اوّل	۳۳۰ —— ۳۲۷
۲۔ ″ ۔ دوم	۳۳۷ —— ۳۴۰
۳۔ قانسطنس ۔ اوّل	۳۴۰ —— ۳۵۰
۴۔ مگننتیس	۳۵۰ —— ۳۵۲
۵۔ قانسطنطیس	۳۵۳ —— ۳۶۱
۶۔ جولین	۳۶۱ —— ۳۶۳
۷۔ جووین	۳۶۳ —— ۳۶۴
۸۔ ویلنٹنز	۳۶۴ —— ۳۷۹
۹۔ تھیوڈوسیس ۔ اوّل	۳۷۹ —— ۳۹۵
۱۰۔ آرکیڈیس	۳۹۵ —— ۴۰۸
۱۱۔ تھیوڈوسیس ۔ دوم	۴۰۸ —— ۴۵۰
۱۲۔ مارشی نس	۴۵۰ —— ۴۵۷
۱۲۔ لیو ۔ اوّل	۴۵۷ —— ۴۷۴
۱۴۔ زینو	۴۷۴ —— ۴۹۱
۱۵۔ انستیسیس	۴۹۱ —— ۵۱۸
۱۶۔ جسٹی نس ۔ اوّل	۵۱۸ —— ۵۲۷
۱۷۔ جسٹی نین ۔ اوّل	۵۲۷ —— ۵۶۵
۱۸۔ جسٹی نس ۔ دوم	۵۶۵ —— ۵۷۸

ل ۳۰۵ء کو روم میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے ۳۳۰ء میں اپنا پایۂ تخت استنبول (بازنطیم) میں منتقل کر لیا۔ یہ حرامی تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

نام	سن
۱۹ - ٹائبریس	۵۷۸ — ۵۸۲
۲۰ - ماریس شش	۵۸۲ — ۶۰۲
۲۱ - فوقس	۶۰۲ — ۶۱۰
۲۲ - ہرقل یا قسطنطین - سوم	۶۱۰ — ۶۴۱ اس کی طرف ہمارے حضور صلعم نے ۶۲۹ء میں خط لکھا تھا۔ اور اسے دعوتِ اسلام دی تھی۔
۲۳ - قانسطن طینس	۶۴۱ — ۶۴۲
۲۴ - قانسطنس - دوم	۲۴۲ — ۶۶۸
۲۵ - قسطنطین - چہارم	۶۶۸ — ۶۸۵
۲۶ - جسٹی نین - دوم	۶۸۵ — ۶۹۵ (تخت سے محروم کردیا گیا)
۲۷ - لیو - دوم	۶۹۵ — ۶۹۷
۲۸ - ٹائبریس - دوم	۶۹۷ — ۷۰۵
۲۹ - جسٹی نین - سوم	۷۰۵ — ۷۱۱
۳۰ - فلپی قس	۷۱۱ — ۷۱۳
۳۱ - انستاسیس	۷۱۳ — ۷۱۵
۳۲ - تھیوڈوسیس - سوم	۷۱۵ — ۷۱۷
۳۳ - لیو - سوم	۷۱۷ — ۷۴۰
۳۴ - قسطنطین - پنجم	۷۴۰ — ۷۷۵
۳۵ - لیو - چہارم	۷۷۵ — ۷۷۹
۳۶ - قسطنطین ششم	۷۷۹ — ۷۹۷

۳۷ - آیرین ۷۹۷—۸۰۲

۳۸ - نائیسیفورس - اوّل ۸۰۲—۸۱۱

۳۹ - سٹاریٹیس —۸۱۱

۴۰ - مائیکل - اوّل ۸۱۱—۸۱۳

۴۱ - لیو - پنجم ۸۱۳—۸۲۰

۴۲ - مائیکل - دوم ۸۲۰—۸۲۹

۴۳ - تھیوفلس ۸۲۹—۸۴۲

۴۴ - مائیکل - سوم ۸۴۲—۸۶۸

۴۵ - باسل - اوّل ۸۶۷—۸۸۶

۴۶ - لیو - ششم ۸۸۶—۹۱۲

۴۷ - قسطنطین - ہفتم ۹۱۲—۹۵۸

۴۸ - الیگزینڈر اور رومانس - اوّل ۹۱۲ سے ۹۴۵ تک یکے بعد دیگرے ریجنٹ رہے۔ کیونکہ قسطنطین ہفتم نابالغ تھا۔

۴۹ - رومانس - دوم ۹۵۸—۹۶۳

۵۰ - باسل - دوم ۹۶۳—۱۰۲۵ نابالغ تھا۔ اس لیے ۹۷۶ تک نائیسیفورس دوم اور جان اوّل ریجنٹ رہے۔

۵۱ - قسطنطین ہشتم ۱۰۲۵—۱۰۲۸

۵۲ - رومانس - سوم ۱۰۲۸—۱۰۳۴

۵۳ - مائیکل - چہارم ۱۰۳۴—۱۰۴۲

۵۴ - مائیکل - پنجم . ——— ۱۰۴۲

۵۵ - قسطنطین - نہم ۱۰۴۲ ——— ۱۰۵۵

۵۶ - تھیوڈورا ۱۰۵۵ ——— ۱۰۵۶

۵۷ - مائیکل - ششم ۱۰۵۶ ——— ۱۰۵۷

۵۸ - اسحاق - اوّل ۱۰۵۷ ——— ۱۰۵۹

۵۹ - قسطنطین - دہم ۱۰۵۹ ——— ۱۰۶۷

۶۰ - مائیکل - ہفتم ۱۰۶۷ ——— ۱۰۷۸

۶۱ - نائیسیفورس - سوم ۱۰۷۸ ——— ۱۰۸۱

۶۲ - الیکزیس - اوّل ۱۰۸۱ ——— ۱۱۱۸

۶۳ - جان - دوم ۱۱۸۱ ——— ۱۱۴۳

۶۴ - مینوئل - اوّل ۱۱۴۳ ——— ۱۱۸۰

۶۵ - الیکزیس - دوم ۱۱۸۰ ——— ۱۱۸۳

۶۶ - اینڈرونیکس - اول ۱۱۸۳ ——— ۱۱۸۵

۶۷ - اِسحاق - دوم ۱۱۸۵ ——— ۱۱۹۵ (معزول ہوا)

۶۸ - الیکزیس - سوم ۱۱۹۵ ——— ۱۲۰۳

۶۹ - اسحاق - دوم ۱۲۰۳ ——— ۱۲۰۴ (دوبارہ)

۷۰ - الیکزیس - چہارم ——— ۱۲۰۴

۷۱ - بالڈون - اوّل ۱۲۰۴ ——— ۱۲۰۵

۷۲ - ہنری ۱۲۰۵ ——— ۱۲۱۶

۷۳ - پیٹر ۱۲۱۶ ——— ۱۲۱۹

۷۴ - رابرٹ ۱۲۱۹ ——— ۱۲۲۸

بالڈوین ، دوم ۱۲۲۸ — ۱۲۶۱

میکائیل ، ہشتم ۱۲۶۱ — ۱۲۸۲

اینڈرونیکس ، دوم ۱۲۸۲ — ۱۳۲۸

اینڈرونیکس ، سوم ۱۳۲۸ — ۱۳۴۱

جان ، پنجم ۱۳۴۱ — ۱۳۹۱ - نابالغ - جان ششم ریجنٹ رہا۔ (جان سوم و چہارم بالڈوینِ دوم کے زمانے میں بعض خطوں پر حکمران رہے۔)

مینوئل ، دوم ۱۳۹۱ — ۱۴۲۵

جان ، ہشتم ۱۴۲۵ — ۱۴۴۸

قسطنطین ، یازدہم ۱۴۴۸ — ۱۴۵۳

عثمانی ترکوں کے ایک فرمانروا سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱ - ۱۴۸۱) نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ سلطنت ختم ہو گئی۔

یونان

ولادتِ مسیح سے اندازاً تین ہزار سال پہلے آریوں کی ایک شاخ جنوبی روس اور ڈینیوب کے سواحل سے یورپ کی طرف بڑھی۔ اُس وقت یورپ میں ایسے لوگ آباد تھے۔ جن کا نسلی تعلق مصریوں سے تھا۔ قیاس یہ ہے، کہ مصری اپنے عہدِ عروج[1]

---

[1] ولادتِ مسیح سے اندازاً پانچ ہزار سال پہلے پہلا فرعون مینس نامی مسندِ حکومت پہ بیٹھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں یورپ کے بعض حصّوں پر بھی قابض رہے تھے۔ اور ان کی نسلیں وسطی اور جنوبی یورپ میں آباد ہو گئی تھیں۔ اِن کے قد چھوٹے، مُنہ گول اور سر لمبوترے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل آدم خور بھی تھے۔ آریئے انھیں مغرب کی طرف دھکیلتے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بیشتر ہلاک ہو گئے اور کچھ بچ بچا کر بحیرۂ روم کے جزائر اور شمالی افریقہ کی طرف نکل گئے۔

یہی آریے دو ہزار قم میں شمال یورپ سے بلقان کی طرف بڑھے ان کے ساتھ ان کے ریوڑ بھی تھے۔ ہومَر (۸۵۰ قم) اِن چراہوں کو ہیلینیز (Hellenese) کے نام سے یاد کرتا ہے ان کی زبان ایک تھی۔ یہ لوگ ہر مُقاومت کو توڑ کر بُحیرۂ ایجیئن تک پہنچ گئے اور بعد میں سسلی۔ سارڈینیا، اٹلی اور فرانس تک نِکل گئے۔ یونان میں اِن کے اہم شہر مقدونیہ، ایتھنز اور سپارٹا تھے۔ قبیلے قبیلے کی سرداریاں جُدا تھیں، یہ سردار عموماً آپس میں لڑتے رہتے اور کبھی کبھی ایرانی حملوں کا بھی شکار بنتے تھے۔ اس صُورتِ حال سے اُکتا کر یونانی سرداروں نے ۶۰۰ھ قم میں ایک وِفاق بنایا۔ جو تمام ریاستوں کے نمایندوں پر مشتمل تھا۔ یہ نمایندے مجسٹریٹ کہلاتے اور تمام ریاستوں کے لیے قانون بناتے تھے۔ فوج، مالیات اور اُمورِ خارجہ پر وفاق کا کنٹرول تھا۔ ۵۹۴ھ قم میں یونان کا ایک مشہور مقنّن سولَن، (۶۳۹ - ۵۵۹ قم) نمایندہ منتخب ہُوا۔ اس کی دانش علم اور انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر وفاقی کونسل نے اسے صدر منتخب کر لیا اور حکومت کے تمام اختیارات اس کے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس کا دارالخلافہ منفس تھا۔ جو نیل کے ڈیلٹا پر واقع تھا۔ فرعونوں کا یہ سلسلہ ۵۲۳ھ قم تک باقی رہا اور اس کے بعد کچھ وقت کے لیے ایرانی مصر پہ قابض ہو گئے۔ ان فرعونوں کی حکومت دورِ عروج میں عراق تک پھیل گئی تھی۔ بحیرۂ روم کے بیشتر جزائر اور یورپ کے کچھ علاقے بھی کچھ وقت کیلیے ان کے قبضے میں رہے۔

۷۵۔ بالڈوِن ۔ دوم ۱۲۲۸ —— ۱۲۶۱

۷۶۔ مائیکل ۔ ہشتم ۱۲۶۱ —— ۱۲۸۲

۷۷۔ اینڈرونیکس ۔ دوم ۱۲۸۲ —— ۱۳۲۸

۷۸۔ اینڈرونیکس ۔ سوم ۱۳۲۸ —— ۱۳۴۱

۷۹۔ جان ۔ پنجم ۱۳۴۱ —— ۱۳۹۱ ۔ نابالغ ۔ جان ششم ریجنٹ رہا ۔ (جان سوم و چہارم بالڈونِ دوم کے زمانے میں بعض خطّوں پر حکمران رہے ۔)

۸۰۔ مینوئل ۔ دوم ۱۳۹۱ —— ۱۴۲۵

۸۱۔ جان ۔ ہفتم ۱۴۲۵ —— ۱۴۴۸

۸۲۔ قسطنطین ۔ یازدہم ۱۴۴۸ —— ۱۴۵۳

عثمانی ترکوں کے ایک فرمانروا سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱ ۔ ۱۴۸۱) نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا ۔ اور یہ سلطنت ختم ہو گئی ۔

◎

یونان

ولادتِ مسیح سے اندازاً تین ہزار سال پہلے آریوں کی ایک شاخ جنوبی روس اور ڈینیوب کے سواحل سے یورپ کی طرف بڑھی ۔ اُس وقت یورپ میں ایسے لوگ آباد تھے ۔ جن کا نسلی تعلق مصریوں سے تھا ۔ قیاس یہ ہے ۔ کہ مصری اپنے عہدِ عروج[1]

---

[1] ولادتِ مسیح سے اندازاً پانچ ہزار سال پہلے پہلا فرعون مَنِس نامی مسندِ حکومت پر بیٹھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں یورپ کے بعض حصّوں پر بھی قابض رہے تھے۔ اور ان کی نسلیں وسطی اور جنوبی یورپ میں آباد ہو گئی تھیں۔ اِن کے قد چھوٹے، مُنہ گول اور سر لمبوترے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل آدم خور بھی تھے۔ آریئے انھیں مغرب کی طرف دھکیلتے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بیشتر ہلاک ہو گئے اور کچھ بچ بچا کر بحیرۂ روم کے جزائر اور شمالی افریقہ کی طرف نکل گئے۔

یہی آریئے دو ہزار ق م میں شمال یورپ سے بلقان کی طرف بڑھے ان کے ساتھ ان کے ریوڑ بھی تھے۔ ہومَر (۸۵۰ ق م) اِن چرواہوں کو ہَیلینیز (Hellenese) کے نام سے یاد کرتا ہے ان کی زبان ایک تھی۔ یہ لوگ ہر مُقاومت کو توڑ کر بُحیرۂ ایجیئن تک پہنچ گئے اور بعد میں سسلی۔ سارڈینیا، اٹلی اور فرانس تک نکل گئے۔ یونان میں اِن کے اہم شہر مقدونیہ، ایتھنز اور سپارٹا تھے۔ قبیلے قبیلے کی سرداریاں جُدا تھیں، یہ سردار عموماً آپس میں لڑتے رہتے اور کبھی کبھی ایرانی حملوں کا بھی شکار بنتے تھے۔ اس صُورتِ حال سے اُکتا کر یونانی سرداروں نے ۶۰۰ ق م میں ایک وِفاق بنایا۔ جو تمام ریاستوں کے نمایندوں پر مشتمل تھا۔ یہ نمایندے مجسٹریٹ کہلاتے اور تمام ریاستوں کے لیے قانون بناتے تھے۔ فوج، مالیات اور اُمورِ خارجہ پر وفاق کا کنٹرول تھا۔ ۵۹۴ ق م میں یونان کا ایک مشہور مقنّن سولَن، (۶۳۹ - ۵۵۹ ق م) نمایندہ منتخب ہُوا۔ اس کی دانش علم اور انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر وفاقی کونسل نے اسے صدر منتخب کر لیا اور حکومت کے تمام اختیارات اس کے

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) اس کا دار الخلافہ منفس تھا۔ جو نیل کے ڈیلٹا پر واقع تھا۔ فرعونوں کا یہ سلسلہ ۵۲۳ ق م تک باقی رہا اور اس کے بعد کچھ وقت کے لیے ایرانی مصر پر قابض ہو گئے۔ ان فرعونوں کی حکومت دورِ عروج میں عراق تک پھیل گئی تھی۔ بحیرۂ روم کے بیشتر جزائر اور یورپ کے کچھ علاقے بھی کچھ وقت کیلیے ان کے قبضے میں رہے۔

کے نام یہ ہیں :۔

بطالسۂ مصر

۱۔ بطلیموسؔ اوّل	۳۲۳ —— ۳۰۹	قم
۲۔ بطلیموسِ دوم ۔ فِیلاڈل فس	۳۰۹ —— ۲۴۶	″
۳۔ ″ سوم ۔ اِرگیٹ اوّل	۲۴۶ —— ۲۲۱	″
۴۔ ″ چہارم ۔ فِیلوپیٹر	۲۲۱ —— ۲۰۴	″
۵۔ ″ پنجم ۔ اِپی فینش	۲۰۴ —— ۱۸۱	″
۶۔ ″ ششم ۔ فِیلومیٹر	۱۸۱ —— ۱۴۵	″
۷۔ ″ ہفتم ۔ اِرگیٹ ۔ دوم	۱۴۵ —— ۱۱۶	″
۸۔ ″ ہشتم ۔ سوٹر	۱۱۶ —— ۸۰	″
۹۔ ″ نہم ۔ اسکندر ۔ اوّل	۹۶ —— ۸۹	″ یہ مصر پر حکمران

تھا ۔ اور سوٹر جزائر پر ۔ ۸۹ قم میں لوگوں نے اسکندر کو معزول کر دیا ۔ اور سوٹر کو دونوں حصّوں کا بادشاہ بنا دیا ۔

۱۰۔ ″ دہم ۔ اسکندر دوم	—— ۸۰	قم
۱۱۔ ″ یازدہم ۔ فِیلوپیٹر ۔ دوم	۸۰ —— ۵۱	″
۱۲۔ ″ دوازدہم ۔ فیلوپیٹر سوم	۵۱ —— ۴۷	″
۱۳۔ ″ سیزدہم ۔ فیلوپیٹر ۔ چہارم	۴۷ —— ۴۴	″
۱۴۔ قُلوپَطرَہ	۴۴ —— ۳۰	″

لہ علم ہیئت کی مشہور کتاب اَلمجسطی کا مصنّف بطلیموس ایک الگ شخصیت تھی ۔ جو چار سو سال بعد مصر میں پیدا ہوا ۔ یہ سنہ ۱۲۷ء سے سنہ ۱۵۱ء تک اسکندریہ میں مشاہدات قلم بند کرتا رہا ۔ اور پھر تیرہ جلدوں میں اَلمجسطی لکھی ۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

جیساکہ اوراقِ گزشتہ میں بیان ہوچکا ہے۔ غربی رومہ کے سیزر آکٹیوین نے مصر پہ حملہ کیا۔ قلوپطرہ نے خودکشی کرلی۔ اور مصر سلطنت رومہ کا حصّہ بن گیا۔

فرانس

زوالِ رومہ (غربی) کے بعد فرانس مختلف سرداریوں میں بَٹ گیا تھا۔ چھٹی صدی میں ایک سردار کلاوِس نے سب سے پہلے درونِ مُلک کی ریاستوں کا خاتمہ کیا۔ پھر اٹلی اور جرمنی کے کچھ علاقے ہتھیالیے اور یُوں ایک اچھی خاصی سلطنت کی بنا ڈال دی۔ جب یہ فوت ہوگیا۔ تو اس کی سلطنت اِس کے چار بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور یہ آپس میں لڑنے لگے۔ اِس پھوٹ کے باوجود مئیرز کی ایک کونسل اِتحادِ فرانس کی کوشش کرتی رہی۔ چارلس مارٹل جس نے ۷۳۲ء میں اسلامی افواج کی پیشقدمی کو ٹورس (Tours) کے مقام پر روکا تھا۔ اور جس نے فرانس کے بعض باغی سرداروں کو شکست دے کر اُن کی ریاستوں کو پھر جزوِ سلطنت بنا لیا تھا، اِسی کونسل کا ایک ممبر تھا۔ اِس کی وفات پر اِس کا بیٹا پی پن پہلے اِس کونسل کا ممبر بنا۔ اور ۷۵۱ء میں تختِ سلطنت پہ قبضہ کرلیا۔ اس نے اٹلی کو وحشی لمبرڈز سے آزاد کرانے کے بعد پوپ کے حوالے کردیا۔ جب ۷۶۸ء میں اِس کی وفات ہوئی تو حسبِ رواج اس کی سلطنت اس کے دو بیٹوں شارلیمان اور کارلیمان میں بٹ گئی کارلیمان ۷۷۱ء میں مرگیا۔ اور شارلیمان ساری سلطنت کا واحد فرماں روا بن گیا۔ اس نے جرمنی کے وحشی قبائل اور لمبرڈز کو شکست دینے کے بعد اپنی سلطنت کافی

پھیلالی - اور پوپ کو سارے اٹلی کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ فرانسیسی شاہوں کا جدول یہ ہے :

۱ - شارلیمان	۷۶۸ — ۸۱۴
۲ - لوئس اوّل	۸۱۴ — ۸۴۰
۳ - چارلس - اوّل	۸۴۰ — ۸۷۷
۴ - لوئس - دوم	۸۷۷ — ۸۷۹
۵ - لوئس - سوم	۸۷۹ — ۸۸۲
۶ - کارلومان - دوم	۸۸۲ — ۸۸۴
۷ - چارلس - دوم	۸۸۴ — ۸۸۷
۸ - یوڈو	۸۸۷ — ۸۹۲
۹ - چارلس - سوم	۸۹۲ — ۹۲۲
۱۰ - رابرٹ - اوّل	۹۲۲ — ۹۲۳
۱۱ - رُوڈلف	۹۲۳ — ۹۳۶
۱۲ - لوئس - چہارم	۹۳۶ — ۹۵۴
۱۳ - لوتھیر	۹۵۴ — ۹۸۶
۱۴ - لوئس - پنجم	۹۸۶ — ۹۸۷
۱۵ - کیپٹ	۹۸۷ — ۹۹۶
۱۶ - رابرٹ - دوم	۹۹۶ — ۱۰۳۱
۱۷ - ہنری - اوّل	۱۰۳۱ — ۱۰۶۰
۱۸ - فلپ - اوّل	۱۰۶۰ — ۱۱۰۸
۱۹ - لوئس - ششم	۱۱۰۸ — ۱۱۳۷

۲۰۔ لوئس ۔ہفتم	۱۱۳۷ — ۱۱۸۰
۲۱۔ فلپ ۔ دوم	۱۱۸۰ — ۱۲۲۳
۲۲۔ لُوئس ۔ ہشتم	۱۲۲۳ — ۱۲۲۶
۲۳۔ " ۔نہم	۱۲۲۶ — ۱۲۷۰
۲۴۔ فلپ ۔ سوم	۱۲۷۰ — ۱۲۸۵
۲۵۔ " ۔ چہارم	۱۲۸۵ — ۱۳۱۴
۲۶۔ لوئس ۔ دہم	۱۳۱۴ — ۱۳۱۶
۲۷۔ جان ۔ اوّل	— ۱۳۱۶
۲۸۔ فلپ ۔ پنجم	۱۳۱۶ — ۱۳۲۲
۲۹۔ چارلس ۔ چہارم	۱۳۲۲ — ۱۳۲۸
۳۰۔ فلپ ۔ ششم	۱۳۲۸ — ۱۳۵۰
۳۱۔ جان ۔ دوم	۱۳۵۰ — ۱۳۶۴
۳۲۔ چارلس ۔ پنجم	۱۳۶۴ — ۱۳۸۰
۳۳۔ " ۔ششم	۱۳۸۰ — ۱۴۲۲
۳۴۔ " ۔ہفتم	۱۴۲۲ — ۱۴۶۱
۳۵۔ لُوئس ۔ یازدہم	۱۴۶۱ — ۱۴۸۳
۳۶۔ چارلس ۔ ہشتم	۱۴۸۳ — ۱۴۹۸
۳۷۔ لوئس ۔ دوازدہم	۱۴۹۸ — ۱۵۱۵
۳۸۔ فرانسِس ۔ اوّل	۱۵۱۵ — ۱۵۴۷
۳۹۔ ہنری ۔ دوم	۱۵۴۷ — ۱۵۵۹
۴۰۔ فرانسس ۔ دوم	۱۵۵۹ — ۱۵۶۰

۴۱ - چارلس - نہم ۱۵۶۰ ——— ۱۵۷۴

۴۲ - ہنری - سوم ۱۵۷۴ ——— ۱۵۸۹

۴۳ - " - چہارم ۱۵۸۹ ——— ۱۶۱۰

۴۴ - لوئیس - سیزدہم ۱۶۱۰ ——— ۱۶۴۳

۴۵ - " چہاردہم ۱۶۴۳ ——— ۱۷۱۵

۴۶ - " پانزدہم ۱۷۱۵ ——— ۱۷۷۴

۴۷ - " شانزدہم ۱۷۷۴ ——— ۱۷۹۲

۴۸ - انقلابِ فرانس ——— ۱۷۹۲

۴۹ - پہلی جمہوریہ ۱۷۹۲ ——— ۱۸۰۴

۵۰ - نپولین - اوّل ۱۸۰۴ ——— ۱۸۱۴

۵۱ - لوئیس - ہژدہم ۱۸۱۴ ——— ۱۸۲۴ - لوئیس ہفتدہم ۱۷۸۵ء میں مدعی تخت بن کر اُٹھا لیکن ناکام ہوگیا۔

۵۲ : چارلس دہم ۱۸۲۴ ——— ۱۸۳۰

۵۳ - لوئیس نوازدہم ۱۸۳۰ ——— ۱۸۴۸

۵۴ - نپولین - دوم ۱۸۴۸ ——— ۱۸۵۲

۵۵ - " - سوم ۱۸۵۲ ——— ۱۸۷۱

اس کے بعد دوسری جمہوریہ آگئی - جواب تک قائم ہے۔

سپین
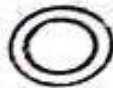
جب ۷۱۱ء میں طارق جبرالٹر پہ اترا۔ تو اس وقت سپین پر غربی گاتھ[1] کی حکومت تھی۔ روڈرک، جو اس شاخ کا آخری بادشاہ تھا، طارق سے شکست کھا کر بھاگا۔ اور دریائے[2] وادی الکبیر کو عبور کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ اسلامی فوجیں نہ صرف سپین پر چھا گئیں۔ بلکہ فرانس میں ٹورز (Tours) تک جا پہنچیں جو پیرس سے اندازاً ۱۸۰ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ البتہ چند سردار شمالی پہاڑوں میں چھپ گئے۔ اور وہاں انہوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا لیں۔ جن میں سے ارا گان اور قسطیلہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ انہی ریاستوں نے آٹھ سو سال بعد اسلامی حکومت کو ختم کیا تھا اور تمام مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا تھا۔ ابتدا میں ان ریاستوں کا تسلّط چند بستیوں پہ تھا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے اسلامی سپین کے ملحقہ علاقے ہتھیا لیے۔ اور تیرھویں صدی میں یہ خاصی طاقت بن گئے۔

تیرھویں صدی میں اراگان کے بادشاہ			تیرھویں صدی میں قسطیلہ کے بادشاہ		
۱. پیٹر سوم	۱۲۷۶	۱۲۸۵	۱. الفونسو - دہم	۱۲۵۲	۱۲۸۴
۲. الفانسو سوم	۱۲۸۵	۱۲۹۱	۲. سانچو - چہارم	۱۲۸۴	۱۳۱۲

[1] دریائے ڈینیوب کے دونوں طرف گاتھ آباد تھے۔ غربی کنارے والے غربی گاتھ اور مشرقی والے شرقی گاتھ کہلاتے ہیں۔

[2] جنوبی سپین کا دریا، جو موریہ چوٹی سے نکل کر قرطبہ اور اشبیلیہ سے ہوتا ہوا خلیج قادیس (بحیرۂ روم) میں جا گرتا ہے۔

۳- جیمز دوم ۱۲۹۱ — ۱۳۲۷

۴- الفونسو- چہارم ۱۳۲۷ — ۱۳۳۶

۵- پیٹر- چہارم ۱۳۳۶ — ۱۳۸۷

۶- جان ۱۳۸۷ — ۱۳۹۵

۷- مارٹن ۱۳۹۵ — ۱۴۱۰

مارٹن بے اولاد مر گیا اور امرائے دربار نے قسطیلہ کے فرڈینان کو اراگان کا بادشاہ بنا لیا۔

۳- الفونسو- یازدہم ۱۳۱۲ — ۱۳۵۰

۴- پیٹر- ظالم ۱۳۵۰ — ۱۳۶۸

۵- ہنری ۱۳۶۸ — ۱۳۷۹

۶- جان- اوّل ۱۳۷۹ — ۱۳۹۰

۷- ہنری- سوم ۱۳۹۰ — ۱۴۰۶

۸- جان دوم ۱۴۰۶ — ۱۴۵۴

(جان دوم بچہ تھا۔ اس لیے اس کا چچا فرڈینان کاروبارِ سلطنت چلاتا رہا۔)

۹- ہنری- چہارم ۱۴۵۴ ۱۴۷۴

۱۰- ایزابلا یہ ۱۴۷۴ء میں تخت نشین ہوئی۔ اراگان کے بادشاہ فرڈینان سے شادی کر لی۔ اور یہ دونوں سلطنتیں ایک ہو گئیں۔

فرڈینان اور ایزابلا نے مل کر مسلمانوں سے تمام علاقے چھین لیے۔ اور ۱۴۹۲ء میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ فرڈینان کی وفات ۱۵۱۶ء میں ہوئی تھی۔ اُس کے بعد:-

(۱) چارلس- پنجم[۱] ۱۵۱۶ — ۱۵۵۶

۲- فلپ دوم ۱۵۵۶ — ۱۵۹۸

۳- فلپ- سوم ۱۵۹۸ — ۱۶۲۱

۱؎ یہ جدول چارلس پنجم سے شروع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے چار کہاں گئے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴۔ فلپ۔ چہارم ۱۶۲۱ —— ۱۶۶۵

۵۔ چارلس۔ دوم ۱۶۶۵ —— ۱۷۰۰

۶۔ فلپ۔ پنجم ۱۷۰۰ —— ۱۷۴۶

۷۔ فرڈیننڈ۔ ششم ۱۷۴۶ —— ۱۷۵۹

۸۔ چارلس۔ سوم ۱۷۵۹ —— ۱۷۸۸

۹۔ 〃 ۔ چہارم ۱۷۸۸ —— ۱۸۰۸

۱۰۔ نپولین I شاہِ فرانس ۱۸۰۸ —— ۱۸۱۲

۱۱۔ فرڈیننڈ۔ ہفتم ۱۸۱۲ —— ۱۸۳۳

۱۲۔ ایزابلا۔ دوم ۱۸۳۳ —— ۱۸۶۸

اس کے بعد جمہوریت قائم ہو گئی۔ درمیان میں کبھی کبھی ملوکیت بھی سر اٹھاتی رہی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ ۱۹۳۶ء میں جنرل فرانکو جمہوریہ سپین کے صدر بن گئے۔ اور آج (۱۹۶۳ء) تک وہی ہیں۔

سپین کے اسلامی سلاطین کے جداول باب سوم میں ملاحظہ فرمایئے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ :۔ جواب یہ ہے کہ اراگان اور قسطیلہ کے شاہوں کا سلسلہ تو ۷۱۱ء (حملہ طارق) سے چلتا ہے۔ لیکن ہم نے خوفِ طوالت سے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ ان ریاستوں کی تعداد پانچ کے قریب تھی اور ان کے سلاطین کا سلسلہ بہت دراز تھا۔ یہ چار چارلس ۱۵۱۶ء سے پہلے گزر چکے تھے۔ یہی حال پیٹر، فلپ۔ الفونسو اور دیگر ناموں کا ہے۔

جرمنی

جرمنی میں مختلف وحشی قبائل مثلاً وینڈل ۔ سیکسنز ۔ اینگلز وغیرہ آباد تھے ۔ اِن کے سردار جُدا جُدا تھے ۔ غربی رومہ کے خاتمہ کے بعد جرمنی کئی حِصّوں میں منقسم ہو گیا ۔ شمال میں فرانکس کا غلبہ تھا ۔ جنوب میں بَوَیریا ۔ ذرا اُوپر تھُرنگیا اور شمال مشرقی علاقوں پر سَیکسنز کا تسلُّط تھا ۔ ان میں سے ایک سردار کلاوِش نے بوریا ۔ تھُرنگیا اور چند دیگر علاقوں پہ قبضہ کر لیا ۔ جب سنہ ۵۱۱ء میں اس کی وفات ہو گئی ۔ تو بعض سرداروں نے اس کے لڑکے تھیوڈ راڈِک (۵۱۱ ۔ ۵۴۸ء) سے کچھ علاقے چھین لیے ۔ اس کے بعد کوئی کام کا آدمی تخت نشین نہ ہُوا اور چھوٹے بڑے سردار تین سو برس تک آپس میں لڑتے رہے ۔ جب سنہ ۷۶۸ء میں شارلیمان فرانس کا بادشاہ بنا تو اُس نے جرمنی کے بیشتر علاقوں پہ قبضہ کر لیا ۔ اِس کے اَخلاف اندازاً سو برس تک جرمنی پہ حکمران رہے ۔ آخری بادشاہ لُوئیس دِی چائلڈ تھا ۔ جو سنہ ۹۱۱ء میں فوت ہُوا ۔ اس کی وفات پر جرمن اُمرا نے فرینکونیا[1] کے ایک ڈیوک کانرڈ کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ اور اُس وقت سے جرمنی ایک الگ ریاست بن گئی ۔ جو آج تک قائم ہے ۔ جدولِ سلاطین یہ ہے :-

۱ ۔ کانرڈ ۔ ۔ ۔ ۹۱۱ —— ۹۱۸

۲ ۔ ہنری ۔ اوّل ۔ ۔ ۔ ۹۱۸ —— ۹۳۶

---

[1] جرمنی کے ایک صوبے بوریا میں اِس نام کے دو خطّے ہیں ۔ جو شمالی اور جنوبی فرینکونیا کے نام سے مشہور ہیں ۔

۳ - آٹو - اوّل	۹۳۶	۹۷۳
۴ - " - دوم	۹۷۳	۹۸۳
۵ - " - سوم	۹۸۳	۱۰۰۲
۶ - ہنری - دوم	۱۰۰۲	۱۰۲۴
۷ - کانرڈ - دوم	۱۰۲۴	۱۰۳۹
۸ - ہنری - سوم	۱۰۳۹	۱۰۵۶
۹ - " چہارم	۱۰۵۶	۱۱۰۷
۱۰ - کانرڈ - سوم	۱۱۰۷	۱۱۵۲
۱۱ - فریڈرک - اول (باربروسہ)	۱۱۵۲	۱۱۸۷
۱۲ - ہنری - ششم	۱۱۸۷	۱۱۹۷ ہنری پنجم ۱۱۲۵ء میں مرگیا تھا۔
۱۳ - آٹو - چہارم	۱۱۹۷	۱۲۱۲
۱۴ - فریڈرک - دوم	۱۲۱۲	۱۲۵۰
۱۵ - کانرڈ - چہارم	۱۲۵۰	۱۲۵۴

اس کے بعد انیس برس تک جرمن سردار آپس میں لڑتے رہے - آخر پوپ نے مُداخلت کی اور رُوڈُلف بادشاہ بنا۔

۱۶ - رُوڈلف - اوّل	۱۲۷۳	۱۲۹۱
۱۷ - " - دوم	۱۲۹۱	۱۲۹۸
۱۸ - اَلبرٹ - اوّل	۱۲۹۸	۱۳۰۸
۱۹ - ہنری - ہفتم	۱۳۰۸	۱۳۱۳
۲۰ - لُوئیس	۱۳۱۳	۱۳۴۶

نام	سنین
۲۱ ۔ چارلس ۔ چہارم	۱۳۴۶ ــــــ ۱۳۷۸ یہ دراصل بوہیمیا کا بادشاہ تھا۔ جرمنی نے بھی اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ۔
۲۲ ۔ وِنزل	۱۳۷۸ ــــــ ۱۴۰۰
۲۳ ۔ رُوپرٹ	۱۴۰۰ ــــــ ۱۴۱۰
۲۴ ۔ سگسمنڈ	۱۴۱۰ ــــــ ۱۴۳۷
۲۵ ۔ البرٹ ۔ دوم	۱۴۳۷ ــــــ ۱۴۳۹
۲۶ ۔ فریڈرک ۔ سوم	۱۴۳۹ ــــــ ۱۴۸۶
۲۷ ۔ میکسی ملیان ۔ اوّل	۱۴۸۶ ــــــ ۱۵۱۹
۲۸ ۔ چارلس پنجم	۱۵۱۹ ــــــ ۱۵۵۸
۲۹ ۔ فرڈینان ۔ اوّل	۱۵۵۸ ــــــ ۱۵۶۴ یہ آسٹریا کا بادشاہ تھا۔ پوپ کی مدد سے جرمنی کا بھی بادشاہ بن گیا ۔
۳۰ ۔ میکسی ملیان ۔ دوم	۱۵۶۴ ــــــ ۱۵۷۶
۳۱ ۔ روڈولف ۔ سوم	۱۵۷۶ ــــــ ۱۶۱۲
۳۲ ۔ میتھیاس	۱۶۱۲ ــــــ ۱۶۱۹
۳۳ ۔ فرڈینان ۔ دوم	۱۶۱۹ ــــــ ۱۶۳۷
۳۴ ۔ فرڈینان ۔ سوم	۱۶۳۷ ــــــ ۱۶۵۷
۳۵ ۔ لیوپولڈ ۔ اوّل	۱۶۵۷ ــــــ ۱۷۰۵
۳۶ ۔ جوزف ۔ اوّل	۱۷۰۵ ــــــ ۱۷۱۱
۳۷ ۔ چارلس ششم	۱۷۱۱ ــــــ ۱۷۴۰

۳۸ - ماریا تھریسیا	۱۷۴۰ — ۱۷۴۲
۳۹ - چارلس - ہفتم	۱۷۴۲ — ۱۷۴۵
۴۰ - فرانسس - اوّل	۱۷۴۵ — ۱۷۶۵
۴۱ - جوزف - دوم	۱۷۶۵ — ۱۷۹۰
۴۲ - لیوپولڈ - دوم	۱۷۹۰ — ۱۷۹۲
۴۳ - فرانسس - دوم	۱۷۹۲ — ۱۸۰۴
۴۴ - نپولین (شاہِ فرانس)	۱۸۰۴ — ۱۸۱۳
۴۵ - فیڈریشن بن گئی	۱۸۱۳ — ۱۸۴۸
۴۶ - فرڈیرک - چہارم	۱۸۴۸ — ۱۸۶۱ دورِ جمہوریت کا آئینی بادشاہ -
۴۷ - ولیم - اوّل	۱۸۶۱ — ۱۸۸۸ اس کا وزیرِ اعظم بسمارک تھا -
۴۸ - ولیم - ثانی	۱۸۸۸ — ۱۹۱۸ اس نے پہلی جنگ عالمگیر شروع کی تھی -
۴۹ - البرٹ	۱۹۱۸ — ۱۹۲۵ - صدرِ جمہوریہ
۵۰ - ہنڈن برگ	۱۹۲۵ — ۱۹۳۳
۵۱ - ہٹلر	۱۹۳۳ — ۱۹۴۶ یہ دوسری جنگِ عظیم کا باعث تھا -

دوسری جنگِ عظیم کے بعد جرمنی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی - مشرقی اور مغربی - مشرقی رُوس کے زیرِ اثر ہے اور مغربی نسبتاً آزاد ہے - مغربی جرمنی کا چانسلر اَیڈینار (۱۹۴۶ - ۱۹۶۳) اس سال (۱۹۶۳) میں مستعفی ہوُا ہے - اور اُس کی جگہ پروفیسر

آرنہرڈ نے لی ہے۔

برطانیہ

عہدِ قدیم میں برطانیہ وحشی قبائل کا مسکن تھا۔ ساتویں صدی ق م میں یورپ سے چند نئے قبائل جو سیلٹس (Celts) کے نام سے مشہور تھے۔ اِن جزائر میں داخل ہوئے اور اصلی باشندوں کو پہاڑوں میں دھکیل دیا۔ ۵۵ قم میں جولیس سیزر نے، جو اُس وقت فرانس کا گورنر تھا۔ برطانیہ کو فتح کر لیا۔ لیکن مالِ غنیمت اور کئی ہزار غلام لے کر واپس چلا گیا۔ ۴۳ء میں کلاڈیئس (۴۱ - ۵۴ء) نے برطانیہ کو فتح کر لیا اور یہ جزائر اندازاً چار سو برس تک رُوما کے زیرِ نگیں رہے۔ روما کے بعد جرمنی کے تین قبائل یعنی اینگلز۔ سیکسنز اور جُوٹس برطانیہ پہ چھا گئے۔ یہ لوگ نہایت جاہل۔ اجڈ۔ مُفلس اور جنگ پسند تھے۔ گارے کے گھروں میں رہتے، کھالیں پہنتے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اِن کے سردار جُدا جُدا تھے۔ دو اڑھائی صدیوں کے بعد ان میں الفریڈ نامی ایک سردار اُٹھا۔ جس نے مختلف قبائل کو مطیع کر کے ایک باقاعدہ حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یہ صاحبِ علم بھی تھا۔ اس نے لاطینی کی چند کتابوں کو انگریزی میں منتقل کیا۔ برطانوی سلاطین کا سلسلہ اسی سے شروع ہوتا ہے۔

۱ - الفریڈ ۸۷۱ —— ۹۰۱

۲ - ایڈورڈ - اوّل ۹۰۱ —— ۹۲۵

۳ - اتھلسٹن ۹۲۵ —— ۹۴۰

۳۶ - ایڈورڈ - ششم	۱۵۴۷ — ۱۵۵۳
۳۷ - میری	۱۵۵۳ — ۱۵۵۸
۳۸ - اَلزِبیتھ	۱۵۵۸ — ۱۶۰۳
۳۹ - جیمز - اوّل	۱۶۰۳ — ۱۶۲۵
۴۰ - چارلس - اوّل	۱۶۲۵ — ۱۶۴۲
۴۱ - خانہ جنگی[ل]	۱۶۴۲ — ۱۶۴۹
۴۲ - کراموِیل - اوّل	۱۶۴۹ — ۱۶۵۸
۴۳ - " - دوم	۱۶۵۸ — ۱۶۶۰
۴۴ - چارلس - دوم	۱۶۶۰ — ۱۶۸۵
۴۵ - جیمز - دوم	۱۶۸۵ — ۱۶۸۸
۴۶ - میری اور ولیم - سوم (ہر دو)	۱۶۸۸ — ۱۶۹۴
۴۷ - ولیم سوم (تنہا)	۱۶۹۴ — ۱۷۰۲
۴۸ - ملکہ آئینی	۱۷۰۲ — ۱۷۱۴
۴۹ - جارج - اوّل	۱۷۱۴ — ۱۷۲۷

[ل] چارلس اوّل پارلیمنٹ کی پرواہ نہیں کرتا تھا - تنگ آکر پارلیمنٹ نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا - یہ جنگیں سات سال تک جاری رہیں - آخر چارلس کو شکست ہوئی اور اسے موت کی سزا ملی - پارلیمان کی فوج کی کمان کراموِیل کے سپرد تھی - یہ پارلیمان کا ممبر بھی تھا - فتح کے بعد پارلیمنٹ نے اُسے صدر بنا لیا - اس کی وفات ۱۶۵۸ میں ہوئی - اور شاہی قبرستان میں دفن ہوا - جب ۱۶۶۰ء میں چارلس کا بیٹا چارلس دوم جو سکاٹ لینڈ کا بادشاہ تھا - برطانوی تخت کا مالک بھی بن گیا تو اس نے کراموِیل کی لاش کو قبر سے نکال کر سُولی پر لٹکا دیا -

۵۰ - جارج - دوم	۱۷۲۷ —— ۱۷۶۰
۵۱ - " - سوم	۱۷۶۰ —— ۱۷۸۸ یہ پاگل ہو گیا تھا۔ چنانچہ پرنس آف ویلز کو ریجنٹ مقرر کیا گیا۔
۵۲ - پرنس آف ویلز (ریجنٹ)	۱۷۸۸ —— ۱۸۲۰
۵۳ - جارج - چہارم	۱۸۲۰ —— ۱۸۳۰
۵۴ - ولیم - چہارم	۱۸۳۰ —— ۱۸۳۷
۵۵ - وکٹوریا	۱۸۳۷ —— ۱۹۰۱
۵۶ - ایڈورڈ ہفتم	۱۹۰۱ —— ۱۹۱۰
۵۷ - جارج - پنجم	۱۹۱۰ —— ۱۹۳۶
۵۸ - ایڈورڈ ہشتم	—— ۱۹۳۶ اس نے خلاف دستور ایک عورت مسز سمپسن سے شادی کا ارادہ کیا۔ پارلیمنٹ نے اجازت نہ دی۔ اور اس نے تخت چھوڑ دیا۔
۵۹ - جارج - ششم	۱۹۳۶ —— ۱۹۵۴
۶۰ - الزبتھ	۱۹۵۴ —— (۱۹۶۳ میں زندہ ہے)

رُوس

ہر چند کہ رُوس ہماری تہذیب و ثقافت سے بہت کم متاثر ہوا اور اُس کی تاریخ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئیے۔ لیکن یہ مُلک صدیوں سے اسلامی ممالک کا ہمسا

چلا آتا ہے۔ اس کے جنوب میں افغانستان، بخارا، ایران و عراق واقع ہیں۔ اور جنوب مغرب میں ٹرکی۔ افغانستان کے سوا باقی تمام ممالک بارہ سو سال تک علم و ثقافت کے مرکز رہے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ان ممالک کی تہذیب سے غیر متاثر رہا ہو۔
دریائے والگا کے دونوں طرف لاکھوں مسلمانوں کا وجود ہی اس امر کی ناقابل تردید شہادت ہے۔ کہ اسلامی اثرات غربی روس کے اندرونی خطوں تک پہنچے۔ پھر بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر مسلمانوں کا ایک خاندان ۱۴۲۰ء سے ۱۷۸۳ء تک حکمران رہا۔ یہ سلاطین خانانِ قرم کے نام سے مشہور تھے۔ اِن کی حکومت کریمیا سے کیف تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور شاہوں کی تعداد باسٹھ تھی۔ انہوں نے اپنی وسیع سلطنت میں لاتعداد مدارس و مساجد قائم کیں۔ جن میں صدہا علما علوم و فنون کا درس دیا کرتے تھے۔ مقامِ تاسف ہے کہ اِن سلاطین کے ثقافتی و علمی کارنامے کسی مسلم مؤرخ نے قلم بند نہیں کیے۔ ممکن ہے۔ کہ اِس موضوع پر رُوسی زبان میں کوئی کتاب موجود ہو۔ لیکن میری نظر سے نہیں گزری۔

روس کارل مارکس (۱۸۱۸ - ۱۸۸۲) کا پیرو ہے۔ یہ فلسفی جرمنی میں پیدا ہُوا تھا۔ اس مُلک میں اِسلامی علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جرمنی میں قرآن حکیم کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ قرآنِ حکیم۔ ذخیرہ اندوزی۔ سرمایہ داری اور جمعِ دولت کا دشمن ہے۔ زائد از ضرورت اشیاء پاس رکھنے سے روکتا ہے اور تقسیمِ دولت کے لیے میراث، زکوٰۃ، صدقات اور عُشر کا بار بار حکم دیتا ہے کارل مارکس کے معاشی فلسفے کا مقصد بھی دولت کو بانٹنا اور سرمایہ داری کو روکنا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ مارکس نے یہ فلسفہ کہاں سے لیا؟ گو ہم کوئی علمی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس امر کا قوی امکان ہے کہ قرآن کی آواز مارکس کے کانوں تک بھی پہنچی ہو۔ اور اس نے کُچھ نہ کُچھ تاثر لیا ہو۔

بہر حال یہ تھا وہ جزوی تعلق، جس کی بنا پر مجھے یہاں رُوس کی تاریخ بھی مختصراً لکھنی پڑی۔

نویں صدی عیسوی سے پہلے رُوس میں کیا ہو رہا تھا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ صرف اتنا ہی علم ہے کہ وہاں وحشی قبائل آباد تھے۔ جن کے سردار جدا جدا تھے۔ سرداروں کا یہ سلسلہ تیرھویں صدی تک جاری رہا۔ تیرھویں صدی کے آغاز میں چنگیز خاں (۱۲۲۷ء) رُوس کے بیشتر حصّوں پر چھا گیا۔ اِس کے اَخلاف نے وہاں ریاستیں بنا لیں۔ جو اڑھائی سو برس تک زندہ رہیں۔ ۱۳۸۰ء میں ماسکو کے سردار آیوَن دوم نے تاتاریوں کو پہلی شکست دی۔ جس سے اِن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور چند سال بعد اس کے جانشین آیوَن سوم (۱۴۶۲ - ۱۵۰۵ء) نے انھیں رُوس کی سرزمین سے باہر دھکیل دیا۔ زار کا لقب سب سے پہلے آیوَن سوم نے اختیار کیا تھا۔ زاروں کا یہ سلسلہ ۱۹۱۸ء تک جاری رہا۔ پھر اشتراکی نظام قائم ہو گیا۔ جس کا پہلا سربراہ لینن (۱۹۲۴) دوسرا سٹالین (۱۹۵۳) تیسرا بلگانین (۱۹۵۸) تھا اور اب ۱۹۶۲ء میں خروشیف ہے۔

رُوس کے حکمران خاندان :-

۱ - رکیعت کے ڈیوکس	۸۶۰	۱۱۵۷
۲ - وِلادِمیر کے ڈیوکس	۱۱۵۷	۱۳۲۵
۳ - ماسکو کے ڈیوکس	۱۳۲۵	۱۴۶۲
۴ - زاروں کا سلسلہ	۱۴۶۲	۱۹۱۸

سسِلی

یہ جزیرہ اِٹلی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۹۸۶۰ مُربع میل ہے۔ آٹھویں صدی ق م میں اِس پر یونانی چھا گئے۔ جن کے چھوٹے چھوٹے سردار صدیوں آپس میں لڑتے رہے۔ دوسری صدی ق م میں کارتھیج[1] کا غلبہ ہو گیا۔ پھر یہ جزیرہ غربی رومہ کا حصّہ بن گیا۔ اور اِس کے زوال کے بعد شرقی رومہ میں شامل ہو گیا۔ جب اِس جزیرے پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے۔ تو یہ مشرقی رُومہ کا ایک صُوبہ تھا۔ پہلا حملہ ۶۵۲ء (خلافتِ عثمانؓ) میں ہؤا۔ اور آخری ۸۲۷ء میں۔ یہ کُل تیرہ حملے تھے۔ پہلے بارہ حملوں میں مُسلمان شریر عیسائیوں کی گوشمالی کے بعد واپس جاتے رہے۔ لیکن جب اِن کی چیرہ دستیاں ناقابلِ برداشت ہو گئیں تو دولتِ اغالبہ[2] کے فرمانروا زیادۃ اللہ اوّل نے ایک فوج اپنے قاضی القضاۃ اَسَدؔ بن فرات کی

---

[1] بحیرۂ روم کے افریقی ساحل پر، جہاں آج کل ٹیونس ہے، ایک قدیم شہر جو فُنیقیوں کا پایۂ تخت تھا ۳۰۰ء ق م میں سپین کے ساحلی شہر، بحیرۂ روم کے بعض جزائر مثلاً کارسیکا، سارڈینیا وغیرہ اور افریقہ کا شمالی ساحل اس سلطنت میں شامل تھا۔ اُس دَور میں رومہ کا مدِمقابل کارتھیج ہی تھا۔ ان دونو میں سسلی کے لیے تین مشہور جنگیں (پیُونِک وارز) ہوئیں پہلی ۲۶۴ سے ۲۴۱ ق م تک۔ دوسری ۲۰۸ سے ۲۰۱ ق م تک اور تیسری ۱۴۹ سے ۱۴۶ ق م تک پہلی دو جنگوں میں کارتھیج کو شکست ہوئی اور تیسری میں سسلی پر قبضہ کر لیا۔ اس سلطنت کو ۴۳۹ء میں یورپ کے وحشی قبائل وَنیڈلز نے ختم کیا تھا۔

(دی نیو سٹینڈرڈ انسائیکلوپیڈیا)

[2] ہارون الرشید (۷۸۶ – ۸۰۹ء) نے ابراہیم بن اغلب کو ۸۰۰ء میں افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کمان میں روانہ کی۔ جو ۸۲۷ھ میں سسلی پہ اُتری۔ اور اہم مقامات پر قابض ہوگئی یہ جزیرہ ۹۱۶ھ تک اغالبہ کے قبضے میں رہا اور ۹۱۶ھ سے ۹۴۷ھ تک فاطمی خلفا کے تسلّط میں۔ اس کے بعد یہاں کلبی خاندان برسرِ اقتدار آگیا۔ بات یوں ہوئی۔ کہ المنصور فاطمی (۹۴۵ - ۹۵۲ء) نے ایک جرنیل حسن بن علی کلبی کو سسلی کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ رفتہ رفتہ خود سر ہوگیا۔ گو یہ بظاہر فاطمیوں کی اطاعت کا دم بھرتا رہا۔ لیکن دراصل آزاد تھا۔ اِس کا خاندان ۹۴۷ھ سے ۱۰۲۹ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ ان فرمانرواؤں کے نام یہ ہیں :۔

لہ بقیہ صفحہ گزشتہ :۔ یہ بہت جلد خود مختار بن گیا۔ اس کا خاندان ۱۰۹ برس تک برسرِ اقتدار رہا۔ سلاطین کے نام یہ ہیں :۔

نام		
۱۔ ابراہیم ۔ اول	۸۰۰	۸۱۱
۲۔ عبداللہ ۔ "	۸۱۱	۸۱۶
۳۔ زیادۃ اللہ ۔ "	۸۱۶	۸۳۷
۴۔ ابوعقال اَغلب	۸۳۷	۸۴۰
۵۔ محمد ۔ اوّل	۸۴۰	۸۵۶
۶۔ احمد ۔	۸۵۶	۸۶۳
۷۔ زیادۃ اللہ دوم	۸۶۳	۸۶۴
۸۔ محمد ۔ دوم	۸۶۴	۸۷۴
۹۔ ابراہیم ۔ دوم	۸۷۴	۹۰۲
۱۰۔ عبداللہ ۔ دوم	۹۰۲	۹۰۳
۱۱۔ زیادۃُ اللہ ۔ ثالث	۹۰۳	۹۰۹

اس سلطنت کو [illegible] فاطمی نے ختم کیا تھا ۔

۱	۔ حسن بن علی	۹۴۷ —— ۹۵۴
۲	۔ احمد بن حسن	۹۵۴ —— ۹۶۸
۳	۔ یعیش (حسن کا غلام)	۹۶۸ —— ۹۶۹
۴	۔ احمد بن حسن (دوبارہ)	—— ۹۶۹
۵	۔ ابوالقاسم بن حسن	۹۶۹ —— ۹۸۲
۶	۔ جابر بن ابوالقاسم	۹۸۲ —— ۹۸۳
۷	۔ جعفر بن محمد	۹۸۳ —— ۹۸۵
۸	۔ عبداللہ بن محمد	۹۸۵ —— ۹۸۹
۹	۔ یوسف بن عبداللہ	۹۸۹ —— ۹۹۸
۱۰	۔ جعفر بن یوسف	۹۹۸ —— ۱۰۱۹
۱۱	۔ احمد بن یوسف	۱۰۱۹ —— ۱۰۲۵
۱۲	۔ حسین بن یوسف	۱۰۲۵ —— ۱۰۳۹
۱۳	۔ طوائف الملوکی	۱۰۳۹ —— ۱۰۵۲

فرانس کے نارمن تجارت کی غرض سے اٹلی کی جنوبی ریاستوں میں آنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ انھوں نے وہاں ایک ریاست قائم کر لی۔ جس کا سردار رابرٹ گائسکرڈ تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی راجر کو ۱۰۵۲ء میں سسلی پہ حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اور ایک خاصی فوج اُس کی کمان میں دی۔ سسلی کے مُسلم سردار جو تیرہ برس سے باہم لڑ رہے تھے۔ اس حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اور ایک ایک کر کے ختم ہو گئے۔ البتہ ایک سردار ابنُ التبعابع برسوں لڑتا رہا۔ لیکن کہاں تک بالآخر ۱۰۹۱ء میں اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اور چالیس برس کی جنگوں کے بعد پورا جزیرہ نارمنوں کے قبضے میں چلا گیا۔

نارمن بادشاہ :-

۱	راجر۔ اوّل	۱۰۹۱	۱۱۰۱	سسلی پہ جزوی قبضہ (۱۰۵۲) میں ہوچکا تھا۔
۲	سائمن	۱۱۰۱	۱۱۰۵	
۳	راجر۔ دوم	۱۱۰۵	۱۱۵۴	
۴	ولیم۔ اوّل	۱۱۵۴	۱۱۶۶	
۵	ولیم۔ دوم	۱۱۶۶	۱۱۸۹	
۶	ٹینکرڈ (وَلَدُالحرام)	۱۱۸۹	۱۱۹۴	
۷	ولیم۔ ثالث		۱۱۹۴	یہ آخری نارمن بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جرمنی کے ہنری ششم نے سسلی کو فتح کر لیا۔
۸	ہنری۔ ششم	۱۱۹۴	۱۱۹۷	
۹	فریڈرک۔ دوم	۱۱۹۷	۱۲۵۰	اس نے ۱۲۲۱ء میں تمام مسلمانوں کو سسلی سے نکال دیا تھا۔
۱۰	مینفریڈ	۱۲۵۰	۱۲۶۶	یہ آخری جرمن بادشاہ۔ اِس کے بعد سسلی پہ فرانس کا قبضہ ہو گیا۔ اُس وقت لوئیس۔ نہم حکمران تھا۔ اُس نے اپنے بھائی چارلس آف اینجو کو سسلی کا فرمانروا بنا دیا۔
۱۱	چارلس آف اینجوؔ۔ اوّل	۱۲۶۶	۱۲۸۵	

ؔ An Jon فرانس کا ایک علاقہ

1285

۱۲ - چارلس آف اَینجُو - دوم

اس کے بعد سِسلی پہ شاہِ اراگان (سپین) قابض ہو گیا - ان بادشاہوں نے ۱۲۸۵ء سے ۱۴۴۲ء تک حکومت کی - پھر فرانس کا غلبہ ہو گیا - کچھ عرصے کے بعد دوبارہ سپین کے قبضے میں چلا گیا - پُورے چار سو سال کی اَفراتفری کے بعد یہ جزیرہ ۱۸۶۰ء میں اٹلی کا حصّہ بن گیا -

یہ تھی چند اَقوامِ یورپ کی مختصر تاریخ - اب دیکھنا یہ ہے - کہ قرُونِ وُسطیٰ میں اِن اقوام کی اخلاقی و معاشی حالت کیا تھی ؟ اِن کا تمدّن کیسا تھا ؟ اور تہذیب کس قسم کی تھی -

دُوسرا باب

○

قرونِ وسطیٰ میں یورپؑ کی اخلاقی و معاشی حالت

آج یورپ تہذیب و تمدّن کی راہوں پہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ برطانیہ جیسے چھوٹے سے مُلک میں چالیس سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں۔ ہر یونیورسٹی کے تحت بیسیوں کالج ہیں۔ تعلیم و تدریس پر بڑے بڑے ماہرین متعیّن ہیں جن سے فیض پانے کے لیے دنیا کے ہر گوشے سے طلبہ آتے ہیں۔ تالیف و تصنیف کے سینکڑوں اِدارے ہیں۔ جو ہر فن پر کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ صرف طبعیات (کیمیا۔ فزکس۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ طبقات الارض وغیرہ) پر تیس ہزار سے زائد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہی حال فرانس، جرمنی اور روس کا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا یورپ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا؟ مطلقاً نہیں۔ یورپ صدیوں تک وحشت۔ بربریت اور تہ بر تہ جہالت میں گرفتار رہا۔ وہاں تہذیب و اَخلاق کا کوئی

تصوّر نہیں تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان سپین میں پہنچے اور سو سال بعد
سسلی میں وارد ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ تاریخ۔ فلسفہ۔ طبیعیات۔ طب۔ ریاضی
شعر و ادب۔ تاریخ، علم الکلام اور دیگر درجنوں علوم لے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ
یہ علوم۔ اٹلی۔ جرمنی۔ فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ اور بارھویں صدی میں یورپ
مائل بہ علم ہوگیا۔ یہ شوق بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ سولھویں صدی میں ایک عام
بیداری پیدا ہوگئی۔ جسے یورپ کی حیاتِ ثانیہ[1] کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ڈریپر (۱۸۸۲ء) لکھتا[2] ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ
لق و دق بیابان یا بے راہ جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی
بستیاں آباد تھیں۔ جا بجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لنڈن اور پیرس جیسے شہروں
میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے۔ جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ چمنیاں۔ روشندان
اور کھڑکیاں مفقود۔ آسودہ حال اُمرا فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ
میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ گندے پانی کو نکالنے
کے لیے نالیوں اور بدرؤں کا رواج تھا۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے
چونکہ سڑکوں پہ بے اندازہ کیچڑ ہوتا تھا اور روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس
لیے رات کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا۔ وہ کیچڑ میں لت پت ہو جاتا۔ تنگیٔ
رہائش کا یہ عالم کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے

---

[1] یورپ میں پہلی علمی لہر اندازاً ۵۰۰ ق م میں اٹھی تھی۔ جب یونان میں فیثاغورث۔ سقراط
افلاطون۔ ارسطو۔ بقراط۔ جالینوس جیسے سینکڑوں فلسفی۔ مؤرخ۔ ادیب۔ طبیب
منجّم اور منطقی پیدا ہوئے تھے۔

[2] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۳۶۱۔ ص ۴۲۵ یہ کتاب ڈریپر کی کتاب کا ترجمہ ہے جو مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا۔

تھے۔ عوام ایک ہی لباس سالہا سال تک پہنتے تھے جسے دھوتے نہیں تھے۔ نتیجۃً وہ چرکین۔ میلا اور بدبودار ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) پہ کفر کا فتوےٰ لگایا۔ تو فہرستِ الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔

جب سپین[1] میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوم (۱۵۵۶ - ۱۵۹۸ء) نے تمام حمام حکماً بند کر دیئے۔ کیونکہ اُن سے اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اسی بادشاہ نے اشبیلیہ کے گورنر کو محض اس لیے معزول کر دیا تھا کہ وہ روزانہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔

غلیظ[2] جسم اور میلے لباس کی وجہ سے جوؤں کی یہ کثرت تھی۔ کہ جب کینٹربری (برطانیہ) کا لاٹ پادری باہر نکلتا تھا۔ تو اُس کی قبا پر سینکڑوں جوئیں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ فقر و فاقہ کا یہ عالم کہ عام لوگ سبزیاں۔ پتے اور درختوں کی چھال اُبال کر کھاتے تھے۔ متوسط طبقہ کے ہاں ہفتے میں ایک مرتبہ گوشت عیاشی سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۱۰۳۰ء کے قحط میں لنڈن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا۔ اور فرانس[3] کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔ اُمرا معدودے چند تھے۔ جن کا کام زنا۔ شراب نوشی اور جوا تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور زرِ فدیہ وصول کرنے کے لیے انہیں پکڑ لاتے تھے۔ حصولِ زر کے لیے وہ مختلف طریقے استعمال

---

[1] تہذیبِ اسلام از مارماڈیوک پکتھال ص ۳۷

[2] معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۶۱ تا ص ۲۲۵

[3] یہ جملہ " اور فرانس کے "... بریفالٹ کی کتاب تشکیلِ انسانیت۔ ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک ص ۲۰۹ سے لیا گیا ہے۔

کرتے تھے۔ مثلاً پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر اُلٹا لٹکا دیتے۔ یا گرم سلاخوں سے جسم کو داغتے یا گرہ وار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع حمل و نقل بیل گاڑیاں، خچر اور گدھے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے، جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں عام تھیں۔ صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں، اور لوگ مکھیوں کی طرح ہلاک ہوئے۔ شہر سنڈاس سے بدتر تھے۔ سوزاک اور آتشک جیسے امراض عام تھے۔ یہاں تک کہ روم کا ایک تقدّس مآب پوپ لیو(۱) بھی آتشک کا شکار تھا۔

ان کے پادری فریب اور جعلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنّت کی راہداریاں اور گناہ کرنے کے پرمٹ (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔ لُوتھر (۱۵۴۶ء) اسی لیے تو باغی ہوا تھا۔ کہ جرمنی میں پرمٹ اور راہداریاں فروخت کرنے کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا۔ اور لُوتھر کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی۔ حضرتِ مسیحؑ کو سُولی دینے سے پہلے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا تھا۔ اور وُہ صرف ایک تھا۔ لیکن ایسے کئی تاج متعدد گرجوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وُہ برچھا

۱۔ لیو نام کے تیرہ پوپ تھے۔ (۱) ۴۴۰ - ۴۶۱ (۲) ۶۸۲ - ۶۸۳ (۳) ۷۹۵ - ۸۱۶ (۴) ۸۴۷ - ۸۵۵ (۵) ۹۰۳ - (۶) ۹۲۸ (۷) [illegible] - ۹۳۹ (۸) ۹۶۴ - ۹۶۵ (۹) ۱۰۴۹ - ۱۰۵۴ (۱۰) ۱۵۱۳ - ۱۵۲۱ (۱۱) ۱۶۰۵ (۱۲) ۱۸۲۳ - ۱۸۲۹ (۱۳) [illegible] - ۱۹۰۳۔

کے قتل، زہر خورانی، جعلسازی، اغوا، فحش کاری اور راہزنی کے مقدمات آتے تھے۔ گبن[۱] لکھتا ہے:

"اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں اور نظر نہیں آتی"۔[۲]

گاتھ قوم کا ایک مورخ، پروکوپیس (۵۶۰ء) لکھتا ہے:

"میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحاتِ تاریخ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ تاکہ آیندہ نسلوں کے لیے خلافِ انسانیت افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پہ عائد نہ ہو"۔

صلیبیوں نے ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پہ قبضہ کیا تھا جو ۱۱۸۷ء تک جاری رہا۔ یہ حکومت کس قسم کی تھی۔ برلفالٹ[۳] سے سنیئے:

"صرف بیس سال کے عرصے میں ان عیسائیوں نے سارے ملک کو برباد کر دیا۔ یہاں جاگیردارانہ نظام جاری کر دیا۔ ملک کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مختلف یورپی سرداروں کے حوالے کر دیا جو ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ان ظالموں کا مقصد دولت سمیٹنا تھا۔ انھوں نے ایک ایسے ملک کو جو عربوں کا مدبرانہ حکومت کی وجہ سے شاداب و آباد تھا۔ بالکل تباہ کر دیا"۔

۱۔ ایک انگریز مورخ (۱۷۳۷ - ۱۷۹۴ء) ... نے روم کی مفصل تاریخ لکھی۔

۲۔ تشکیلِ انسانیت ص۲۱۳

۳۔ " " ص۳۰۰

موسیو ژاک ڈی وِتری، جو اُسی زمانے میں فلسطین کے ایک شہر عکّہ کا پادری تھا، اپنی کتاب "تاریخ بیت المقدس میں لکھتا ہے۔

"پہلے صلیبیوں سے جو با خدا لوگ تھے۔ شریر۔ بد وضع اور رذیل انسان یوں نکلے۔ جیسے شراب سے دُرد، زیتون سے چھال، گیہوں سے بھوسہ یا پیتل سے زنگ . . . . اب اس ارضِ مقدس میں بد چلن، لامذہب چوروں، زانیوں، باپ کے قاتلوں، جھوٹوں، مسخروں، عیاشوں اور بے حیا پادریوں کے سوا اور کوئی موجود نہیں . . . . یہ صلیبی فی الحقیقت شیطان کے بچے ہیں۔"

کیا پہلے صلیبی با خدا اور نیک تھے؟ اِس کا جواب موسیو لیبان سے سنیئے:

"جب صلیبیوں کی پہلی مہم بلغاریہ سے گزری تو تمام دیہات و قصبات میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں تک کہ جو انسان نظر آتا۔ اُسے مار ڈالتے۔ ان کا ایک شغل یہ بھی تھا کہ جو بچہ ہاتھ آتا اُس کی تکا بوٹی کر کے آگ میں پھینک دیتے۔ چنانچہ راہ میں ترک سرداروں نے ان پر جا بجا حملے کیے اور ہزاروں کو ہلاک کر ڈالا۔ اب صلیبیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ جب اِن مفروروں میں سے کوئی پکڑا جاتا۔ تو صلیبی سپہ سالار اسے ذبح کر کے اُس کا گوشت فوج کو کھلا دیتا۔ یہ لوگ مرد و زن، طفل و پیر، یہود، عیسائی اور مسلم سب کو مارتے اور لوٹتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔ یہ بارہا کئی آدمیوں کو ایک ہی رسّی میں باندھ کر پھانسی دیتے۔ یہ جہاں جہاں سے گزرتے بستیاں قبرستان بن جاتیں۔ جب یہ فوج، جو دس لاکھ صلیبیوں پر مشتمل

---

[1] تمدن عرب ترجمۂ از سید علی بلگرامی ص ۳۹۶

کرتے تھے۔ مثلاً پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر اُلٹا لٹکا دیتے۔ یا گرم سلاخوں سے جسم کو داغتے یا گرہ وار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع حمل و نقل بیل گاڑیاں، خچر اور گدھے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے، جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں عام تھیں۔ صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں، اور لوگ مکھیوں کی طرح ہلاک ہوئے۔ شہر سنڈا اس سے بدتر تھے۔ سوزاک اور آتشک جیسے امراض عام تھے۔ یہاں تک کہ روم کا ایک تقدس مآب پوپ لیو دہم[1] بھی آتشک کا شکار تھا۔

ان کے پادری فریب اور جعلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی راہداریاں اور گناہ کرنے کے پرمٹ (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔ لُوتھر (۱۵۴۶ء) اسی لیے تو باغی ہوا تھا۔ کہ جرمنی میں پرمٹ اور راہداریاں فروخت کرنے کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا۔ اور لُوتھر کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی۔ حضرتِ مسیح کو سُولی دینے سے پہلے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا تھا۔ اور وُہ صرف ایک تھا۔ لیکن ایسے کئی تاج متعدد گرجوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وُہ برچھا

---

[1] لیو نام کے تیرہ پوپ تھے۔ (۱) ۴۴۰ – ۴۶۱ (۲) ۶۸۲ – ۶۸۳ (۳) ۷۹۵ – ۸۱۶ (۴) ۷۴۷ – ۷۵۵ (۵) ۹۰۳ – (۶) ۹۲۸ (۷) [illegible] – ۹۳۹ (۸) ۹۶۴ – ۹۶۵ (۹) ۱۰۴۹ – ۱۰۵۴ (۱۰) ۱۵۱۳ – ۱۵۲۱ (۱۱) ۱۶۰۵ (۱۲) ۱۸۲۳ – ۱۸۲۹ (۱۳) [illegible] – ۱۹۰۳۔

جس سے مسیح علیہ السلام کی پسلی کو چھیدا گیا تھا۔ ایک تھا۔ لیکن گرجوں میں ان کی تعداد گیارہ تھی۔ عوام کے لیے سُود لینا حرام تھا۔ لیکن پوپ کا بینک لوگوں کو بھاری شرحِ سُود پہ قرض دیتا تھا۔ عوام گور پرست و مجسمہ ساز تھے اور علماء عشائے ربانی۔ کراماتِ اولیا، رہبانیت اور تصرفاتِ رُوح کی بحثوں میں اُلجھے ہُوئے تھے۔

ڈاکٹر ڈریپر[1] لکھتا ہے۔ کہ وُہ ۱۸۶۷ئہ میں رومہ گیا۔ وہاں جابجا غلاظت کے ڈھیر اور گندے پانی کے جوہڑ دیکھے۔

سترھویں[2] صدی میں برلن کی یہ حالت تھی۔ کہ بازاروں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ وہاں ایک عجیب قانون نافذ تھا کہ جو دیہاتی چھکڑا لے کر کسی غرض کے لیے برلن میں آئے۔ وہ کوڑے سے چھکڑا بھر کر ساتھ لے جائے۔

رابرٹ بریفالت لکھتا ہے[3] کہ رُومیوں نے دریائے رائن کے کنارے جتنے شہر آباد کیے تھے۔ وُہ رفتہ رفتہ سب اُجڑ گئے۔ نویں صدی میں اُن میں سے ایک بھی باقی نہیں تھا۔ اُن کے کھنڈروں میں بھیڑیوں، ریچھوں اور خنزیروں کے گلّے گھومتے نظر آتے تھے ..... "لوگوں کی بے حیائی کا یہ عالم تھا۔ کہ ڈٹ کر کھاتے، تیز شراب پی کر بکارتے، غُل مچاتے، فساد کرتے اور ہر روز حرام کاری کے نئے ریکارڈ قائم کرتے تھے۔ اِن وحشیوں کی عدالتوں میں عموماً باپ۔ بیٹے

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۲۵

[2] " " "

[3] تشکیلِ انسانیت ص۲۰۹ ۔ ص۲۱۲

تھی فلسطین میں پُونچی۔ تو صرف بیس ہزار رہ گئی تھی۔ باقی یا تو راہ میں وبا و فاقہ سے مر گئے تھے۔ اور یا تُرک سرداروں نے مار ڈالے تھے۔
ان کا برتاؤ اِس شہر مقدس کے مُسلم باشندوں کے ساتھ اُس سلوک سے قطعاً مختلف تھا۔ جو ساڑھے چار سو سال پیشتر حضرت عُمرؓ نے یہاں کے عیسائی باشندوں سے کیا تھا۔ صلیبیوں کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر طرف اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کے انبار لگ گئے تھے کچھ آگ میں زندہ پھینکے جا رہے تھے۔ کچھ فصیل سے کُود کر ہلاک ہو رہے تھے اور گلیوں میں ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے۔ . . . . حضرت سلیمان کے ہیکل میں دس ہزار مسلمانوں نے پناہ لی تھی۔ عیسائیوں نے اس مقام کے تقدس کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔ (ملخص)
یہی حال "مہذب" رومیوں کا تھا۔ آنکھیں نکالنا، زبان کاٹنا، خصی کرنا، جسم میں میخیں ٹھونکنا، کھال کھینچنا اور زندہ جلا دینا۔ رومیوں کی عام سزائیں تھیں۔ ایک مرتبہ جب رُومیوں نے روسیوں کو شکست دی۔ تو قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور اِن ہاروں سے قسطنطنیہ کی فصیل کو سجایا۔ ایک اور موقع پر جب اِسلامی فوج کو شکست ہوئی۔ تو رُومیوں نے مُسلم اسیرانِ جنگ کو سمندر کے کنارے لِٹا کر اُن کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تاکہ بچے کھُچے مسلمان جب جہازوں پہ واپس جائیں۔ تو اس منظر کو دیکھیں۔ اسی طرح جب قیصر[1] باسِل دوم (۹۶۳-۱۰۲۵) نے بلغاریہ پہ فتح حاصِل کی۔ تو پندرہ ہزار اسیرانِ جنگ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ اور ہر سو قیدیوں کے بعد ایک کی ایک آنکھ رہنے دی۔ تاکہ وہ اِن اندھوں کو

---

[1] تشکیلِ انسانیت صـ ۲۴۳

گھروں تک پہنچا سکیں۔

تیسری[1] صلیبی جنگ میں برطانیہ کے "شیر دل" رچرڈ۔ اوّل (۱۱۸۹ - ۱۱۹۹ء)
نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ وعدۂ معافی دے کر
اس سے ہتھیار رکھوا لیے۔ لیکن فوراً بعد اسلامی لشکرگاہ کے سامنے انھیں قتل کر ڈالا۔
دوسری[2] طرف جب ایک دفعہ یہی رچرڈ بیمار ہوا تو صلاح الدین ایوبی (۱۱۶۹ - ۱۱۹۳ء)
جو رچرڈ کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ایامِ علالت میں اسے کھانا۔ پھل اور دیگر مُفرحات بھیجتا
رہا۔ جب ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین نے بیتُ المقدس کو فتح کیا۔ تو کسی عیسائی کو کوئی
تکلیف نہ دی۔ اور ہلکا سا ٹیکس لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی۔
مسلمانوں نے ہر مُلک میں غیر مُسلم رعایا کے ساتھ اِسی طرح کا عادلانہ اور رفیقانہ سلوک
روا رکھا۔ لیکن جب ہم پر کسی قوم نے غلبہ پایا۔ تو وہاں سے ہمارا نشان تک مٹا دیا۔
ہم سسلی پہ دو سو چونسٹھ اور سپین پہ سات سو اکاسی برس تک حکمران رہے لیکن آج
وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں ہے۔ ہندوستان پہ ہمارا عَلَم ایک ہزار برس تک
لہراتا رہا۔ لیکن اب وہاں نسل کُشی کی ایک خوفناک مُہم ستر برس سے جاری ہے۔

چوتھی صلیبی جنگ (۱۲۰۲) میں یورپی فوج کا سپہ سالار بلجیم کا ایک کاؤنٹ
بڈوائن تھا۔ یہ جب صلیبیوں کو لے کر قسطنطنیہ میں پُہنچا۔ (صلیبی اِسی راہ سے فلسطین
آیا کرتے تھے) تو اُس نے سوچا کہ جنگ کا مقصد تو لوٹ ہی ہے۔ کیوں نہ قسطنطنیہ
جیسے آباد و خوشحال شہر ہی کو لُوٹا جائے۔ چنانچہ اُس نے شہر کو ایک کنارے سے
دوسرے کنارے تک لُوٹ لیا۔ اور کتابیں جلا دیں۔

---

[1] تمدنِ عرب صہ ۳۰۲

[2] " صہ ۳۰۳

جب [1] گیارھویں صدی میں نارمن سسلی کے بڑے حصے پر قابض ہو گئے تو پوپ لیو نہم (۱۰۴۹ - ۱۰۵۴ء) نے ایک خط میں قیصرِ روم کو لکھا:

"نارمنوں کی خودسری، شرارت اور فسق و فجور کو جو کفار سے بھی بدتر ہے۔ دیکھ کر میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اٹلی کو ان کے ظلم سے نجات دلاؤں، نارمن کسی چیز کو نہیں مانتے۔ یہ عیسائیوں کو قتل کرتے اور طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ انہیں نہ عمر کا پاس ہے۔ نہ مرد و زن کا۔ یہ اولیا کے کلیسوں کو اجاڑتے، لوٹتے اور آگ لگاتے ہیں۔ میں ان ناقابل برداشت غیرملکیوں کے خلاف لڑنے پہ مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ لڑائی جائز اور مقدس ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد عوام و مذہب کی حفاظت ہے۔"

نارمنوں کی یہ عادت تھی۔ کہ جب وہ کسی خانقاہ میں داخل ہوتے۔ تو اسے لوٹ لیتے۔ اور راہبوں کے پیٹ چیر ڈالتے۔ ایک دن نارمنوں کا ایک سردار پندرہ ساتھیوں کے ساتھ گرجے میں عبادت کے لیے گیا۔ جب وہ سب رکوع میں گئے۔ تو ان پر راہبوں نے حملہ کر دیا۔ اور سردار کے سوا باقی سب کو مار ڈالا [2]۔

سترھویں صدی کے یورپ کے متعلق بریفالٹ [3] لکھتا ہے۔ کہ وہ لوگ اپنی ہر بدی کو نیکی کا رنگ دیتے تھے۔ سفیروں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے وحشی سرداروں کی نفس پرستیوں اور بدمعاشیوں کو ایسے حسین انداز میں پیش کریں۔ کہ وہ خوبیاں بن جائیں۔ منافقت۔ جھوٹ۔ دھوکہ اور ریاکاری ایک فنِ لطیف بن گیا تھا۔ جس میں ہر

---

۱ تمدن عرب ص۲۷۷

۲ " " ص۲۷۹

۳ تشکیلِ انسانیت ص۳۲۳

شخص ماہر تھا اور مکیاؤلی[1] (۱۵۲۷ء) اِس فن کا امام سمجھا جاتا تھا۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا۔ کہ بعض ہشیار لوگ دھوکہ دینے کے لیے مسیح سے بھی کام لیتے تھے۔ زر خدا تھا۔ اور یورپ اس کا پجاری۔ اسے حاصل کرنے کے لئے فریب۔ دھوکہ جھوٹ۔ کمینہ پن۔ جبر و تشدد۔ چوری۔ قزاقی اور قتل کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔

اٹھارویں صدی میں برطانیہ کی حالت

برطانیہ[2] کی حالت بالکل وُہی تھی۔ جو باقی یورپ کی۔ غلاموں کی تجارت زوروں پر تھی۔ غلاموں سے بھرے ہوئے جہاز برطانیہ میں آتے اور وہاں سے یورپ میں جاتے تھے۔ یہ غلام عموماً پانچ شلنگ فی کس کے حساب سے فروخت کیے جاتے تھے۔ جو اہلِ قلم ایسی کتابیں لکھتے ۔ جو اربابِ کلیسا کو ناپسند ہوتی تھیں تو انہیں چیئرنگ کراس اور ٹمپل بار پر کاٹھ مار کر سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ بیگار میں پکڑنے والے ہر جگہ گھومتے پھرتے تھے۔ اور لوگوں کو گلیوں۔ گھروں اور غم و شادی کی مجالس تک سے پکڑے جاتے تھے۔ برطانیہ کے مشہور وزیرِ اعظم ولیم پٹ (۱۷۵۹-۱۸۰۶ء) نے برطانوی ملاحوں کو اجازت دے دی تھی۔ کہ وہ ہالینڈ کے جہازوں کو جہاں پائیں لُوٹ لیں۔

فرانس کی حالت

فرانس[3] میں لوئیس چہاردہم (۱۶۴۳-۱۷۱۵ء) کے بعد پرلے درجے کی ابتری پھیل گئی۔ ایک طرف قحط اور دوسری طرف بھاری ٹیکس۔ سارا مُلک دُکھ میں مبتلا ہو گیا۔ عوام کو غلاموں

---

[1] اٹلی کا سیاست دان جس نے جھوٹ اور فریب کو سیاست بنا دیا تھا۔ یورپ چار سو برس سے اِس کی تقلید کر رہا ہے۔

[2] تشکیلِ انسانیت صفحہ ۳۵۴

[3] " " صفحہ ۳۷۸

سے بھی ذلیل تر سمجھا جاتا تھا۔ جب کوئی ٹیکس لینے والا کسی بستی میں داخل ہوتا۔ تو ساری آبادی بھاگ جاتی۔ اور سرکاری ملازم ان کا سارا سامان اٹھا لے جاتے۔ بھوکوں کے مسلح انبوہ نانبائیوں پہ ہلّہ بولتے اور ان کی روٹیاں اٹھا کر بھاگ جاتے۔

الغرض یورپ[1] کے عوام نے اپنے ظالم سرداروں اور بادشاہوں کے ہاتھوں وہ دکھ اٹھائے ہیں۔ کہ اگر آج وہی سلوک کتوں[2] سے کیا جائے۔ تو دنیا میں غیض و غضب کا طوفان بپا ہو جائے۔ اُس زمانے میں ہزارہا انسانوں کی کھال کھینچی جاتی۔ اُن کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوکی جاتیں اور انہیں کھولتے ہوئے پانی میں اُبالا جاتا تھا۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ لنڈن پھانسیوں کا شہر کہلاتا تھا۔

سپین میں مسلمانوں سے سلوک

ظالم پیٹر[3] قسطیلہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے ۱۳۳۴ء سے ۱۳۶۹ء تک سلطنت کی۔ اِس نے ایک مرتبہ غرناطہ کے بادشاہ محمد ششم ابوسعید (۱۳۶۰ - ۱۳۶۲ء) کو ایک خوشامد کبر یز خط لکھ کر دعوت پہ بُلایا۔ اُس کے بیش بہا جواہرات دیکھ کر اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چنانچہ اُسے قتل کر دیا اور جواہر اُتار لیئے۔

قسطیلہ[4] کے ایک اور حکمران کا نام اَلفونسو ہشتم (۱۱۵۸ - ۱۲۱۴ء) تھا۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہتا تھا۔ ایک جنگ (۱۲۱۲ء) میں فرانسیسی فوج نے بھی حصّہ لیا۔ ایک مقام پر کچھ مسلمان قیدی اِن کے ہاتھ لگے۔ جنھیں الفونسو نے بعد

---

[1] تشکیلِ انسانیت صفحہ ۳۹۰

[2] کتّوں سے بدتر سلوک آج جنوبی افریقہ میں وہاں کے اصلی باشندوں امریکہ میں سُرخ حبشیوں اور ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمانوں سے کیا جا رہا ہے اور یورپ کی تمام طاقتیں ان ظالموں کو تھپکی دے رہی ہیں۔ [3] تشکیلِ انسانیت صفحہ ۲۶۰ - [4] میراثِ اسلام۔ آرنلڈ صفحہ ۴

میں چھوڑ دیا۔ اور تمام فرانسیسی اس بنا پر واپس چلے گئے۔ کہ قیدیوں کو قتل کیوں نہیں کیا۔ یا زندہ کیوں نہ جلایا۔

تاریخ کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر مسلمان سپین اور سسلی میں نہ جاتے تو یورپ بربریت، فلاکت اور انتہائی بد اخلاقی کی دلدلوں سے کبھی نہ نکل سکتا۔ مسلمانوں نے یورپ کو ایک تابدار تمدن، عظیم الشان تہذیب بے شمار درس گاہیں اور ہر قسم کے علوم دیئے انھیں کپڑے پہننا، نہانا، کھانا اور انسانوں کی طرح رہنا سہنا سکھایا۔ اخلاق و آداب کا درس دیا۔ اُن سے آٹھ سو برس تک نہایت عادلانہ و فیاضانہ سلوک کیا۔ اپنے درباروں میں بڑے بڑے منصب دیئے۔ سب کچھ کیا۔ لیکن جونہی انہیں زوال آیا۔ عیسائیوں نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے شروع کر دیئے۔ ۱۴۹۲ء میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہوا تھا۔ صرف آٹھ برس ہی گزرے تھے۔ کہ فرڈینان نے مسلمانوں سے اسلام چھڑانے کی مہم شروع کر دی۔ وہ اس طرح کہ تمام سرکردہ مسلمانوں کو جن کی تعداد ساڑھے تین لاکھ تھی، پکڑ کر مذہبی عدالت کے سامنے پیش کر دیا۔ ان میں سے اٹھائیس ہزار پانسو چالیس کو موت کی سزا ملی اور بارہ ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔ ان کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں لاکھوں کتابیں تھیں سپردِ آتش کر دی گئیں۔ ۱۵۵۶ء میں فلپ دوم نے سارے حمام بند کر دیئے۔ ۱۶۱۰ء میں تمام مسلمانوں کو ترکِ مُلک کا حکم مل گیا۔ ڈیڑھ[2] لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ بلیڈا نامی ایک پادری نے غُنڈوں کو ساتھ ملا کر اس قافلے پر حملہ کر دیا۔ اور ایک لاکھ نفوس قتل کر ڈالے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں، گلیوں اور بازاروں میں قاتلانہ حملے شروع ہو گئے۔ اور

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برطانیکا۔ سپین۔

[2] تشکیلِ انسانیت ص ۲۵۳

۱۶۳۰ء میں ایک بھی مسلمان سپین میں باقی نہ رہا۔

اِس ہجرت کا اثر یہ ہوا۔ کہ وہ اندلس جو سارے یورپ کو علم و تہذیب کا درس دے رہا تھا۔ دفعۃً جہالت میں ڈوب گیا۔ مدارس بند ہو گئے۔ اساتذہ بھاگ گئے۔ صنعت و حرفت ختم ہو گئی اور شہر اُجڑ گئے۔ اِسلامی عہد میں طلیطلہ (ٹولیڈو) کی آبادی دو لاکھ تھی۔ اور آج صرف بیس ہزار ہے۔ غرناطہ کی آبادی بیس لاکھ تھی۔ اور اب پچاس ہزار ہے۔

سِسلی میں مسلمانوں پہ مظالم

مسلمان ۲۶۴ برس تک سِسلی پہ حکمران رہے۔ اس عرصے میں انھوں نے عیسائی رعایا سے بہترین سلوک کیا۔ ایس۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے[۱]۔

"سِسلی کے عیسائی مذہبی و قومی تعصب کے باوجود مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو اچھی نظر سے دیکھتے تھے۔ خصوصاً قسطنطنیہ کے حریص و جابر حکومت کے مقابلے میں۔ ۔ ۔ ۔ جب بازنطینی رعایا اپنی حالت کا موازنہ مسلمانوں کی عیسائی رعایا سے کرتے۔ تو اُن پر رشک کرتے۔"

لیکن جب عیسائیوں کی باری آئی تو راجر اوّل نے تبلیغِ اسلام کو حکماً روک دیا اور پھر یہ قدم اٹھائے۔

۱۔ تمام مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکال دیا۔

۲۔ اُن سے زمینیں اور دکانیں چھین کر عیسائیوں میں بانٹ دیں۔

۳۔ مُسلم اُمرا سے دولت چھین لی۔

---

[۱] ہسٹری آف دی مُورِش اَمپائر کا اُردو ترجمہ۔ "اخبار الاندلس" از منشی خلیل الرحمان ج ۲ ص ۳۲

۴۔ عیسائی غنڈوں کو اکسایا۔ کہ وہ مسلمانوں کے گھر جلائیں اور ان پر قاتلانہ حملے کریں۔

۵۔ حضور پُرنور صلعم کو ہر جگہ اور ہر محفل میں گالیاں دیں۔

۶۔ اذان اور نمازِ جمعہ بند کر دی۔

۷۔ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) نے اندازاً اسی ہزار مسلمان سسلی سے نکال کر اٹلی کے جنوب میں جا بسائے۔ جنھیں چارلس دوم (۱۲۸۵) نے جبراً عیسائی بنا لیا۔

جب سپین کا ایک عالم ابنِ جُبیر (۵۸۱ھ) میں سسلی پہنچا۔ تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ یہ لوگ سسلی کی ایک بندرگاہ پر جہاز کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ اِن کے پاس سسلی کا ایک مُسلم اپنی جوان لڑکی کے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میری اس لڑکی سے یا تو خود نکاح کر لو۔ اور یا اسے ساتھ لے جاؤ۔ یہاں رہی تو عیسائی غنڈوں سے اس کی آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ زوالِ سسلی کے بعد ولیم اوّل (۱۱۵۱ - ۱۱۶۶ء) کے زمانے میں اُس کے ایک امیر البحر نے بونہ (سسلی کا شہر) پہ حملہ کیا۔ وہاں چند ایک مُسلم عُلَما و مشائخ بھی موجود تھے۔ امیر البحر نے ان کا اِحترام کیا۔ اور انہیں کوئی دُکھ نہ دیا۔ جب یہ خبر پوپ تک پہنچی۔ تو اُس نے امیر البحر کو اِس جُرم میں، کہ اُس نے ان علماء کو زندہ کیوں چھوڑ دیا تھا۔ آگ میں پھینک دیا۔

(تاریخِ صقلیہ۔ از ریاست علی۔ ج۔ ا ص ۴۷)

پیروانِ لُوتھر کا قتلِ عام

جب[۲] یورپ میں لُوتھر کے پیرو بڑھ گئے۔ تو پاپائے روم نے حکومتِ فرانس کو گانٹھا اور

---

[۱] رِحلۃ ابنِ جُبیر ص ۲۲۔ [۲] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۹۳۔

حکومت نے ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو فرانس میں پیروانِ لُوتھر کے قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ اور پچاس ہزار پروٹسٹنٹ قتل ہو گئے۔

مذہبی عدالت

پاپائے روم کے ہاں ہر وہ عیسائی کافر تھا۔ جو کلیسائی ذہن سے بالاتر ہو کر سوچتا۔ علمی کتابیں لکھتا، سائنسی نظریات پیش کرتا مسلمانوں کی تہذیب یا کسی اور بات کو اچھا سمجھتا یا ہر روز نہاتا تھا۔ ایسے "کافروں" کو سزا دینے کے لئے پاپا نے ۱۲۷۸ء میں ایک مذہبی عدالت (اِنکوائیزیشن) قائم کی۔ اس نے پہلے سال دو ہزار اشخاص کو زندہ جلایا۔ اور سترہ ہزار کو قید و جرمانہ کی سزا دی۔ دس برس میں اس نے سترہ ہزار کو آگ میں پھینکا۔ ستانوے ہزار تین سو اکیس کو قید و بند کی سزا دی اور ساتھ ہی مختلف علوم کی چھ ہزار کتابیں جلادیں۔[1]

پاپا کی مرکزی مذہبی عدالت نے ۱۴۸۱ء اور ۱۸۰۸ء کے درمیانی عرصے میں تین لاکھ چالیس ہزار نفوس کو نہایت المناک سزائیں دیں۔ اِن میں سے بتیس ہزار کو زندہ جلا دیا۔[2]

مذہب بزورِ شمشیر

شارلیمان نے جرمنی کے سیکسنز کو بزورِ شمشیر عیسائی بنانے کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جنگ میں چار ہزار قیدی پکڑ لایا۔ اُن کے سامنے عیسائیت پیش کی۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو سب کو قتل کر ڈالا۔

جون آف آرک کا انجام

جب[3] فرانس کی وُہ مشہور حُرّیت پسند اور دلیر

۱ معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۰۵

۲ " " " ص ۲۸۶

۳ مارچ بیرز آف ہسٹری۔ از اَمیلیا ہچینسن سٹرلنگ ص ۱۲۸

خاتون جون آف آرک، جو اپنے ملک کی خاطر انگریزوں کے خلاف لڑ رہی تھی انگریزوں کے ہاتھ پڑ گئی۔ تو ان ظالموں نے ۱۴۳۱ء میں اُسے سرِ بازار زندہ جلا دیا۔

ظالم پوپ

پوپ[1] کی ظالمانہ حکومت کے خلاف پہلی آواز بَرَشِیا (اٹلی) کے ایک پادری آرنلڈ نے بلند کی تھی۔ پوپ نے ۱۱۵۵ء میں اسے موت کی سزا دی۔ پھر پراگ (چیکوسلوکیا) کے دو مُبلغین ہَس اور جَیروم کو اسی جرم میں زندہ جلایا اور ان کی راکھ دریائے رائن میں پھینک دی۔ ۱۴۹۸ء میں فلورنس کے ایک پادری ساوَنَرولا کو صدائے احتجاج بلند کرنے پہ موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

بدچلن پوپ

تمام پوپ بلا استثنا تنگ نظر، علم دُشمن اور لالچی تھے۔ ان میں سے بعض اس قدر بدچلن تھے۔ کہ پاپائے لیو دہم (۱۵۱۳-۱۵۲۱ء) آتشک میں گرفتار تھا۔ اور جرمنی کے بادشاہ[2] آٹو (۹۳۶-۹۷۳ء) نے پاپائے اعظم جان[3] دوازدہم (۹۵۵-۹۶۴ء) کو بدچلنی اور قتل کی بنا پر معزول کر دیا تھا۔ یہ پوپ اس قدر حریص تھے۔ کہ ۱۰۰۰ء میں پوپ کی مملوکہ زمین اٹھارہ سو[4] مربع میل تھی۔ اور وہ یورپ کا سب سے بڑا زمیندار تھا۔ پوپ جان یازدہم (۹۳۱-۹۳۵ء) ولدالحرام تھا۔ یہ میروزیہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ میروزیہ قیصرِ پائی کے ایک افسر تھیوفی لیکٹ کی بیٹی تھی۔ اس کے شوہر کا نام گیڈو تھا۔ پوپ سرگیس سوم (۹۰۴-۹۱۱ء) سے اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ اور پوپ جان اسی ناجائز تعلق کا نتیجہ تھا۔ (ایج آف فیتھ از وِل ڈیورانٹ ص ۵۲۵)

---

[1] تاریخ ہیرز آف ہسٹری - از امیلیا ہچیسن سٹرلنگ ص ۱۵۰

[2] " " " " " " ص ۱۵۵

[3] جان نام کے تیئیس پوپ تھے۔ تفصیل کسی بھی انگریزی انسائیکلوپیڈیا میں دیکھئے۔

[4] تاریخ ہیروز آف ہسٹری ص ۱۴۷

تاج محل گرانے کی تجویز

تاج محل شاہجہان نے ۱۶۳۲ء میں تعمیر کیا تھا۔ یہ دنیا کی حسین ترین عمارت ہے۔ جس کی مثال صفحۂ ہستی پہ کہیں موجود نہیں۔ انگریز کی بد ذوقی اور اسلام دشمنی دیکھیئے کہ ہندوستان کے ایک انگریز گورنر جنرل لارڈ بینٹنگ (۱۸۲۸-۱۸۳۳ء) نے حکومتِ برطانیہ کے پاس یہ تجویز بھیجی تھی۔ کہ تاج محل کو گرا کر اس کا مسالہ فروخت کر دیا جائے۔[1] لیکن پارلیمنٹ نے محض اس بنا پر اتفاق نہ کیا۔ کہ گرانے کی محنت زیادہ اور وصولی کم تھی۔

عیسائیت میں مقامِ عورت

آج کل یورپ میں عورت جنسِ بازار بن چکی ہے۔ ہر جوان لڑکی جس مرد سے چاہے جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہے اور اُسے "بوائے فرینڈ" کے نام سے یاد کرتی ہے ان "بوائے فرینڈز" کی تعداد بیک وقت دو تین بھی ہو سکتی ہے۔ جن کے ساتھ وہ شام کو شراب پیتی، فلم دیکھتی، رقص کرتی اور چاندنی راتوں میں سمندر کے ساحل پہ پکنک مناتی ہے۔ مغربی تہذیب کا یہ وہ شرمناک پہلو ہے۔ جسے مشرق اور خصوصاً اسلام انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مشرق میں عورت ایک دیوی ہے جس کا احترام پرستش کی حد تک کیا جاتا ہے۔ ہم لوگ اتنا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ کوئی ناپاک نگاہ ہماری محترم خواتین کے حُسن و جمال پہ پڑے۔ لیکن یورپ میں عورت گرتے گرتے بیسوا کے مقام تک پہنچ چکی ہے۔ اور لُطف یہ۔ کہ وہاں کے پراپیگنڈسٹ اس آوارگی و عصمت فروشی کو تہذیب اور ہماری خواتین کے حیا و حجاب کو قید و غلامی کا نام دیتے ہیں۔

یورپ میں عورت سے یہ غیر انسانی سلوک ابتدا سے ہو رہا ہے۔ موسیو لیباں

---

[1] تمدنِ عرب ص ۱۹۰

لکھتے ہیں[1]۔ کہ قدیم یونان میں عورت وارث نہیں بن سکتی تھی۔ اگر اس کے بطن سے لولا یا کانا بچہ پیدا ہوتا۔ تو شوہر اُسے قتل کر سکتا تھا۔ سپارٹا میں ایسی عورت کو، جس میں طاقتور سپاہی جنم دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی تھی۔ مار ڈالتے تھے۔ بائبل میں لکھا ہے۔ کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے اور سارے جہان میں ایک بھی ایسی عورت موجود نہیں۔ جسے خدا پسند کرتا ہو۔ اطالویوں میں کہاوت ہے کہ گھوڑے کو مہمیز کی اور عورت کو مار کی ضرورت ہے۔ روما میں عورت پر مرد کی حکومت جابرانہ تھی۔ اور وہ اسے قتل بھی کر سکتا تھا۔ ایس۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے[2]۔ کہ مسلمانوں کی طفیل فرقۂ نسواں کا احترام اتنا بڑھ گیا۔ کہ اُن کی پرستش ہونے لگی۔

عیسائیت کی علم دشمنی عیسائیت نے سترہ سو سال تک علم پر کس قدر مظالم توڑے۔ کتنے علما و فلاسفہ ذبح کیے۔ کتنے دارالکتب جلائے اور کتنی درسگاہیں بند کیں۔ یہ ایک طویل کہانی ہے۔ جس کی پوری تفاصیل توڈریپر کی "معرکۂ مذہب و سائنس" میں ملیں گی۔ یہاں صرف چند واقعات پہ اکتفا کی جاتی ہے۔

درسگاہیں بند اول۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ نسطوری کہلاتا ہے۔ اس کا بانی نسطوریس پادری (۴۵۱ء) تھا۔ یہ لوگ بعض عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ ۴۳۱ء میں انہیں عیسائی کونسل نے کافر قرار دیا۔ قیصر زینو (۴۷۴ - ۴۹۱ء) نے اِن کی درسگاہیں بند کر دیں۔ اور انھیں ملک سے نکال دیا۔ یہ لوگ ایران کے ایک شہر جندیشاپور میں جمع ہو گئے۔ وہاں ایک

---

[1] تمدنِ عرب صـ ۳۷۲

[2] اخبار الأندلس ج ۲ صـ ۵۹

عظیم درس گاہ، دار الکتب اور شفاخانے کی بنا ڈالی۔ جب ۵۲۹ء میں قیصر جسٹینین اوّل (۵۲۷ - ۵۶۵ء) نے یونان و مصر کی تمام درسگاہیں بند کر دیں۔ تو وہاں کے علما بھی جَندیشاپور میں جمع[1] ہو گئے۔

دوم۔ فلارنس[2] میں ایک اکاڈمی تدریس و تصنیف کے فرائض سرانجام دیا کرتی تھی۔ لیکن کلیسا نے اُس کی مخالفت کی۔ اور وُہ بند ہو گئی۔

سوم۔ زوالِ روم[3] کے بعد حملہ آور اقوام یعنی گاتھ۔ ہَنز۔ وینڈل وغیرہ نے غربی و وسطی یورپ کے تمام مدارس بند کر دیئے۔ اور صدیوں تک تعلیم و تدریس کا سلسلہ منقطع رہا۔

یہاں یہ ذکر نامناسب نہ ہوگا۔ کہ فرانس[4] کے شہنشاہ شارلیمان (۷۶۸ - ۸۱۴ء) نے اپنی قلمرو میں چند مدارس جاری کئے تھے۔ لیکن ان کی حالت یہ تھی۔ کہ ریاضی صرف تین کے پہاڑے اور جمع و تفریق تک پڑھائی جاتی تھی اور تعلیم کا مقصد صرف پادری تیار کرنا تھا۔

کتابیں جلانا

(۱)۔ ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں[5]۔ کہ اسکندریہ کا کتب خانہ، جس میں اندازاً سات لاکھ کتابیں تھیں، جُولیس سیزر (۵۰ - ۴۴ ق م) کے حکم سے برباد کر دیا گیا اور اس کی نصف کتابیں جلا دی گئیں۔ پھر قیصر تھیوڈوسیَس دوم

۱۔ میراثِ اسلام۔ آرنلڈ۔ ص۳۱۳ نیز معرکۂ مذہب و سائنس ص۷۷

۲۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۱۶

۳۔ تمدّنِ عرب ص۵۱۳

۴۔ تشکیلِ انسانیت ص۲۱۵

۵۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص۱۲۶

(۴۰۸-۴۵۰ء) نے تھیافلس کو حکم دیا۔ کہ باقی ماندہ کتابیں جلادو۔ جب سپین کا مورخ اُذروشیش ۴۱۳ء میں اِسکندریہ پہنچا۔ تو وہاں ایک بھی کتاب موجود نہ تھی

۲۔ قرونِ وسطیٰ[1] میں راہبوں کی علمی سرگرمیاں یہ تھیں۔ کہ وہ یونان و روما کی کتابیں جلاکر ان کی جگہ مسیحی اولیا کی داستانیں رکھ دیتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں کاغذ نایاب تھا۔ اور اس کی جگہ چرمی جھلی استعمال ہوتی تھی۔ جس کی قیمت کافی زیادہ تھی۔ اس لیے یہ راہب جھلی پہ لکھی ہوئی کتابیں کھرچ ڈالتے۔ اور اُن پہ دعائیں اور اولیا کی داستانیں لکھ دیتے تھے۔

۳۔ پاپائے اعظم گریگوری[2] (۵۴۰-۶۰۴ء) سائنس۔ تاریخ۔ ادب۔ شعر اور دیگر علوم کا شدید دشمن تھا۔ اور دینیات یا دعاؤں کے سوا کسی اور صنف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے رومی سیاست دان وخطیب سِسرو (۴۳ قم) اور مورخ لیوی (۱۷ قم) کی سب کتابیں تلف کر ڈالیں۔ ایک مرتبہ اسے خبر پہنچی۔ کہ دی آنا (آسٹریا کے دار الحکومت) کے لاٹ پادری نے کسی ادبی موضوع پر ایک مقالہ پڑھا ہے۔ تو اسے لکھا:

> "ہمیں ایک خبر ملی ہے جس کے ذکر سے ہمیں شرم آتی ہے کہ تم نے کوئی ادبی مقالہ پڑھا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ تم مجھے یہ لکھوگے کہ تمہیں ان لغویات سے کوئی سروکار نہیں۔"[3]

۴۔ فرانس[4] کے ایک پادری سینٹ برنارڈ (۱۱۷۳ء) کی تنگ نظری کا یہ عالم تھا

---

[1] تشکیل انسانیت ص۲۱۷

[2] اس نام کے سولہ پوپ تھے۔ یہ پہلا تھا اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

[3] تشکیل انسانیت ص۲۲۱

[4] " " ص۲۲۲

کہ وہ عوام کو ملکی قوانین (دیوانی وغیرہ) کے مطالعہ سے بھی روکتا تھا۔

۵۔ سپین میں مسلمانوں کے بڑے بڑے ثقافتی مرکز چار تھے۔ قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ (ٹالیڈو) ہر مرکز میں عظیم الشان کتب خانے تھے جنہیں بعد میں پادریوں نے جلا دیا۔ صرف طلیطلہ میں وہاں کے بشپ زمینیز (Ximinese) (۱۴۳۷ - ۱۵۱۷) نے مسلمانوں کی اسی ہزار کتابیں سپرد آتش کیں۔[1]

۶۔ انگلستان کا ایک مورخ ہیچین سٹرنگ لکھتا ہے[2] کہ چوتھی صدی عیسوی میں راہبوں کے گروہ جا بجا گھومتے نظر آتے تھے۔ یہ جہاں بھی کوئی کتاب یا آرٹ کو کوئی نمونہ پاتے اُسے جلا دیتے تھے۔

۷۔ چوتھی صلیبی جنگ[3] (۱۲۰۳) میں جب صلیبیوں کا مقدس لشکر قسطنطنیہ میں پہنچا۔ تو اس نے وہاں کی تمام عیسائی آبادی کو لوٹ لیا اور ساری کتابیں جلا دیں۔

۸۔ وہ تو پرانی باتیں تھیں۔ ایک نیا واقعہ بھی سن لیجیے۔ آج سے اندازاً دو سو سال پہلے جب سپین نے امریکہ کی ایک ریاست میکسیکو پہ حملہ کیا۔ تو وہاں کی ساری کتابیں جلا دیں[4]

۹۔ طرابلس[5] میں اس دور کی عظیم ترین لائبریری تھی۔ جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ جب صلیبیوں کا لشکر اس شہر میں پہنچا۔ تو کتب خانے کو آگ

---

[1] تشکیلِ انسانیت ص ۲۵۶

[2] ٹارچ بیررز آف ہسٹری ص ۶۳

[3] تمدنِ عرب ص ۲۰۳

[4] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۱۵۱

[5] " " " ص ۱۵۰

لگادی۔ تمام کتب جلا ڈالیں ۔ اور مسلمانوں کی چھ سو سالہ محنت کو تباہ کر دیا۔

۱۰۔ برطانیہ[1] کا ایک فلسفی جان اریجینا سپین کے مشہور مسلم فلسفی ابنِ رُشد (۱۱۹۸ء) کا شارح تھا۔ اس نے اپنی تصانیف میں فلسفہ و مذہب میں اتحاد کی کوششیں کی تھی پادریوں نے اس کی بیشتر کتابیں جلا دیں۔

۱۱۔ سپین[2] کی مذہبی عدالت نے، جو ۱۴۷۸ء میں قائم ہوئی تھی، عربی علوم پر یہودی علماء کے لکھی ہوئی چھ ہزار کتابیں سپردِ آتش کر دیں۔

۱۲۔ ۱۵۰۱ء[3] میں پاپائے الیگزینڈر ششم (۱۴۹۲ - ۱۵۰۲ء) نے ایک فرمان کے رُو سے تمام پریس والوں کو ہدایت کی۔ کہ وہ باطل عقائد (سائنس وغیرہ) پر کوئی کتاب طبع نہ کریں۔

قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں نہ کوئی درس گاہ تھی۔ نہ معلّم نہ مصنّف جب مسلمان سپین۔ فرانس اور سسلی میں پہنچے۔ تو انہوں نے نہ صرف سکول اور کالج کھولے۔ بلکہ یونیورسٹیاں قائم کیں۔ جن میں دنیا کے ہر حصے سے طلبہ حصولِ علم کے لیے آتے تھے۔ ساتھ ہی دارالکتب قائم کئے۔ جن میں یونان۔ ایران۔ روم۔ ہند اور عرب کی لاکھوں کتابیں جمع کیں۔ نسلِ انسان پر اس سے بڑا ستم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جاہل اور وحشی عیسائی بادشاہوں اور پادریوں نے، اس زمانے میں کہ اہلِ علم و قلم کا شدید قحط تھا، ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلا دیں۔ سات لاکھ اسکندریہ میں، پندرہ لاکھ سپین میں، تیس لاکھ طرابلس میں، تین لاکھ سسلی میں اور کئی لاکھ قسطنطنیہ، ایشیائے خورد، فلسطین، دمشق

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۱۷۹

[2] " " " ص ۲۰۷

[3] " " " ص ۳۹۹

تو وہ تیرھویں صدی میں تاتاریوں اور یورپ کے مختلف حصوں میں اگر کوئی کسر رہ گئی تھی۔ تو وہ تیرھویں صدی میں تاتاریوں نے پوری کر دی۔ انہوں نے بغداد۔ کوفہ۔ بصرہ۔ حلب۔ دمشق۔ نیشا پور۔ خراسان خوارزم اور شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں، جن میں کتب کی مجموعی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی۔ بھسم کر ڈالیں۔ بے شمار علماء مار ڈالے، مدارس جلا دیے۔ اور مسلمان، جو ساری دنیا کو تجلیاتِ علم سے منور کر رہا تھا۔ جاہل ہو کر رہ گیا۔

یہ ساٹھ لاکھ کتابیں تو وہ ہیں۔ جن کا ذکر تاریخ میں آگیا ہے۔ نہ جانے ان تباہ شدہ کتابوں کی تعداد کیا ہوگی، جو مورخ کے علم میں نہیں آئیں۔ یورپ میں طاقت دو گروہوں کے پاس تھی۔ بادشاہ اور پادری۔ اور یہ دونوں علم کے دشمن تھے۔ اِن حالات میں اگر کوئی کتاب بچ گئی ہے۔ تو اِسے معجزہ سمجھیے۔

تیرھویں صدی تک یورپ کے اہلِ قلم

آگے چلنے سے پہلے ذرا یہ بھی سنتے جائیے۔ ساٹھ لاکھ کتابیں جلانے والے عیسائیوں نے خود کتنی کتابیں لکھیں۔

رومہ کے اہلِ قلم

رومہ کی سلطنت ۷۰۰ قم میں قائم ہوئی تھی۔ پہلی پانچ صدیوں میں کسی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ نیاس (Naeius) (۲۰۰ قم) غالباً پہلا رومی مصنف ہے۔ جس نے کچھ یونانی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا اور چند ایک ڈرامے لکھے تھے۔ دوسرا صاحبِ قلم ڈرامہ نویس پلاٹس (Plautus) (۱۸۴ قم) تیسرا ایک شاعر انیس (Ennius) (۱۶۹ قم) اور چوتھا ایک ادیب کیٹو (Cato) (۱۴۹ قم) تھا۔ ابتداء سے ولادتِ مسیح تک صرف بیس اہلِ قلم کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے اکثر شاعر، ڈرامہ نگار اور افسانہ نویس تھے۔ مورخ صرف ایک تھا، یعنی لیوی (۱۷ قم) شعراء ادباء میں مشہور یہ تھے۔ سِسَرو (۴۳ قم) گیٹس (۲۰ قم) وَرجل (۱۹ قم) ہوریس (۸ قم) اور لُوقِن

(۶۵ ق م) یہ تمام غیر عیسائی رُومی تھے۔

پہلی صدی عیسوی میں رومہ نے تقریباً تیس مصنف پیدا کیے[1]۔ اور بعد کی نو صدیوں میں صرف بیس نام ملتے ہیں۔ درست کہا تھا۔ رابرٹ بریفالٹ[2] نے:

"اس میں شبہ نہیں۔ کہ قسطنطنیہ کا دربار، اس کے بازار، محل، رقص گاہیں کھیل کے میدان اور اکھاڑے بہت شاندار تھے۔ لیکن اس نے ایک ہزار سال کی زندگی میں ترقی تو درکنار ترقی کا ایک شرارہ تک پیدا نہ کیا وہ ایسی بستیوں میں گھری ہوئی تھی۔ جو تاریکی سے نکلنے کے لیے بے تاب تھیں۔ لیکن بازنطینی (رومی) تہذیب نے ان کے لیے کچھ نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ عربوں نے آکر ان کے بیڑے ڈبو دیے۔ اور ان کی تجارت پر قبضہ کر لیا۔ . . . . رہا رومیوں کا ادب۔ تو وہ بالکل بے مغز۔ بے حقیقت جعلی۔ ضعیاتی اور اوہام پرستی سے لبریز تھا . . . . یہ ادب آج بھی پڑھنے کے قابل نہیں . . . . . گو بازنطینی سلطنت کو بے شمار مواقع حاصل تھے۔ لیکن اس نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اصلی اقتدار جاہل راہبوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو علم کے دشمن تھے۔ نیز رُومیوں کو یونان اور اس کے ادب سے چڑ تھی۔ اس لیے وہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

(ملخص)

جرمنی کا ادب | جرمنی میں سنہ ۸۵۰ء سے پہلے کسی کتاب کا سُراغ نہیں ملتا۔ البتہ

---

[1] یہ یاد رہے کہ سنہ ۳۲۳ء سے پہلے کی کتابیں غیر عیسائی رومیوں نے لکھی تھی۔ قسطنطین سنہ ۳۲۳ء میں عیسائی ہوا تھا۔ اور رومی مصنفین کی تعداد سنہ ۱۳۰ ق م سے سنہ ۱۵۰۰ء تک بیس تھی۔

[2] تشکیل انسانیت صفحہ ۲۴۴

شارلیمان (۷۴۲ - ۸۱۴ء) کی وجہ سے جرمنی میں کچھ ذہنی حرکت پیدا ہوگئی تھی۔ اِس نے تبلیغ عیسائیت کی خاطر پادریوں سے کچھ دعائیں، مذہبی گیت اور دینی رسائل لکھوائے۔ سب سے پہلا رسالہ ۸۷۰ء میں لکھا گیا، نوّے برس بعد ایک تاریخی نظم شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد اڑھائی سو برس میں صرف ایک درجن شعرا و ادبا پیدا ہوئے۔ ۱۰۵۰ء اور ۱۳۵۰ء کے درمیانی عرصے میں صرف تیس اہلِ قلم کے نام ملتے ہیں۔

فرانس کا ادب

فرانسیسی زبان میں ۱۰۵۰ء تک چند ایک مذہبی گیتوں کچھ جنگی نظموں اور دو پادریوں سینٹ لیجر اور سینٹ الیکنر کے سوانحِ حیات کا سُراغ ملتا ہے۔ دبس۔

انگریزی ادب

بارہویں صدی کے وسط تک انگریزی ادب صرف چند گیتوں نظموں اور کوئی ڈیڑھ درجن کتابوں پہ مشتمل تھا۔ لکھنے والوں کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ تھی۔ ان میں قابلِ ذکر ایلڈھم (۶۵۰ - ۷۳۵ء) ایگبرٹ (۶۷۸ - ۷۶۶ء) بیڈ (۶۷۱ - ۷۳۵ء) ونفریڈ (۶۸۰ - ۷۵۵ء) اور کنگ الفریڈ (۸۷۱ - ۹۰۱ء) ہیں۔

بارھویں صدی عیسوی تک عیسائی یورپ میں کتابیں لکھنے کی رفتار یہ تھی:

مُلک	زمانہ	تعدادِ مصنفین	تعدادِ کتب
۱۔ روم شرقی و غربی	۳۳۰ء تا ۱۵۵۵ء	تقریباً بیس	زیادہ سے زیادہ پچاس
۲۔ جرمنی	۱ء ۔ ۱۲۵۰ء	" پچاس	" " سو
۳۔ فرانس	۱ء ۔ ۱۰۵۰ء	" دس	" " پندرہ
۴۔ برطانیہ	۱ء ۔ ۱۱۶۰ء	" پندرہ	" " پچیس
میزان		۹۵	۱۹۰

توگویا سارے یورپ کے اہلِ قلم نے اندازاً ہزار برس میں تقریباً دو سو کتابیں لکھیں۔ چلیے، پانچ سو کہہ لیجیے۔ اور ساٹھ لاکھ سے زیادہ جلا دیں۔

عالِم کُشی

زوالِ روما (۴۷۶ء) کے بعد پاپائیت برسرِ اقتدار آگئی۔ اور لُوتھر (۱۵۴۶ء) کے خروج تک سیاہ و سفید کی مالک رہی۔ پوپ مذہبی ادب کے بغیر باقی تمام اصنافِ علم کا دشمن تھا۔ اور جہاں کہیں کوئی عالم، فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا تھا۔ اُسے کچل دیتا تھا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:-

۱۔ یونان[1] کی ایک لڑکی ہائے پیشیا (۴۱۴ء) اسکندریہ میں تحصیلِ علوم کے لیے آئی۔ اور برسوں کی محنت کے بعد وُہ ایک ممتاز فلسفی بن گئی، اسے فلاطون و ارسطو کے فلسفہ اور ریاضی و ہندسہ میں بڑا درک حاصل تھا۔ اسکندریہ کے بشپ سائرل (۴۱۲ء میں بشپ مقرر ہُوا تھا) نے اس لڑکی کو کافرہ قرار دیا۔ اور ایک روز جب وہ فرائضِ تدریس سرانجام دینے کے لیے اپنی درس گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ سائرل کے بھیجے ہوئے چند سنگدل راہبوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پہلے ننگا کر کے بازار میں گھسیٹا۔ پھر اسے گرجے میں لے گئے۔ وہاں تیز سیپیوں سے اس کی کھال کھرچی، پتھر سے اس کا سر توڑا۔ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور انہیں آگ میں پھینک دیا۔

۲۔ گلیلیو[2] (۱۶۴۲ء) فلارنس (اٹلی) کا وُہ مشہور ہیئت دان ہے۔ جس نے دُوربین ایجاد کی تھی۔ جب اس نے کاپرنیکی (۱۵۴۳ء) کے نظامِ شمسی کی تائید کی۔ تو پوپ نے اسے گرفتار کر کے مذہبی عدالت کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے وہاں

۱۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص۴۶ و تمدنِ عرب ص۶۳

۲۔ " " ص۲۳۴

ڈر سے توبہ کر لی۔ لیکن ۱۶۳۲ء میں اپنی کتاب "نظام عالم" شائع کر دی۔ جس پر اُسے جیل میں پھینک دیا گیا۔ جہاں وہ دس سال تک انتہائی دُکھ اٹھانے کے بعد ۱۶۴۲ء میں فوت ہو گیا۔

۳۔ اٹلی کے[1] مشہور فلسفی بردنو کو جو کاپرنیکی (۱۵۴۳ء) کی موت سے سات سال بعد پیدا ہؤا تھا اور فلسفہ میں ابنِ رُشد (۱۱۹۸ء) اور اسپینوزا (ڈچ فلسفی۔ ۱۶۷۷ء) کا پیرو تھا، مذہبی عدالت نے ۱۶۰۰ء میں زندہ جلا دیا۔

۴۔ پولینڈ کے[2] ممتاز ہیئت داں کاپرنیکی (۱۵۴۳ء) نے ۱۵۰۷ء میں ایک کتاب لکھی۔ جس میں بطلیموس (۱۵۱ء میں زندہ تھا) اور فیثا غورث کے نظامہائے شمسی پہ بحث کرنے کے بعد آخر الذکر کی تائید کی تھی۔ لیکن پوپ کے ڈر سے سینتیس برس تک کتاب کو چھپائے رکھا۔ آخر موت سے چند ماہ پہلے اسے شائع کیا۔ پوپ کو معلوم ہؤا۔ تو اس نے فوراً اُسے کافر و ملحد قرار دیا۔ لیکن اس فتوے کے وقت کاپرنیکی فوت ہو چکا تھا۔ ورنہ انتہائی اذیت کا شکار ہوتا۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا۔ کہ بطلیموس کے ہاں زمین مرکزِ کائنات ہے۔ اور تمام سیارے شمس و قمر سمیت اس کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن فیثا غورث سورج کو مرکز قرار دیتا ہے۔ جس کے گرد زمین اور سیارے چکر کاٹتے ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر[3] ڈریپر نے دو اور علماء ڈینی (۱۶۲۹ء) اور سروِ میٹس کا ذکر کیا ہے جنہیں کلیسا نے زندہ جلا دیا تھا۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس فن کے فاضل اور

---

۱ معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۴۸

۲ " " " ص۲۳۲

۳ " " " ص۲۹۸

کہا کہ سیارے ... کے گرد گھومنے والے تھے۔

۶ - کیپلر (۱۵۷۱ - ۱۶۳۰ء) جرمنی کا مشہور ہیئت دان تھا۔ سب سے پہلے اِسی نے "سمندر پہ چاند کا اثر" اور "کشش ارضی" کے نظریات پیش کیے تھے۔ نیوٹن محض ایک شارح ہے۔ کیپلر، کاپرنیکی (۱۴۷۳ - ۱۵۴۳ء) کی طرح آفتاب کو مرکز سمجھتا تھا۔ جب ۱۶۱۸ء میں اس نے اپنی کتاب "خلاصۂ نظامِ کاپرنیکی" شائع کی۔ تو کلیسا نے اسے کافر قرار دیا اور اس کی کتاب ضبط کر لی۔[1]

۷ - ڈانٹے[2] (۱۲۶۵ - ۱۳۲۱ء) فلارنس (اٹلی) کا شہرۂ آفاق فلسفی شاعر تھا۔ اِس کی لازوال کتاب "طربیہ خداوندی" (Divine Comedy) ہے۔ جس پہ اس نے اپنی اٹھارہ برس صرف کیے تھے۔ یہ تین دیگر کتابوں کا بھی مصنف تھا۔ ۱۳۰۰ء میں یہ فلارنس کا مجسٹریٹ رہا۔ ۱۳۰۱ء میں اسے وطن سے نکال دیا گیا اور بیس برس تک مسافرت کاٹنے کے بعد یہ ۱۳۲۱ء میں فوت ہو گیا۔

۸ - ڈاکٹر ڈریپر[3] ایک سائنس دان ڈی ڈامنیس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ کلیسا نے اسے جیل میں ڈال دیا تھا۔ یہ وہیں فوت ہوا اور بعد از مرگ اس کی لاش کو اس کی تصانیف کے انبار پہ رکھ کر جلا دیا گیا۔

۹ - ابنِ رُشد (۱۱۲۶ - ۱۲۹۸ء) سپین کا مشہور فلسفی تھا۔ جس کی تصانیف فرانس، جرمنی۔ سپین اور اٹلی کی یونیورسٹیوں میں صدیوں تک بطورِ نصاب پڑھائی جاتی رہیں۔ ۱۲۱۵ء میں عیسائیوں کی مذہبی مجلس نے اس کی تصانیف کو ملحدانہ[4] قرار دیا۔ اور ۱۲۳۱ء

۱؎ معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۹

۲؎ تمدن عرب ص ۱۰۶

۳؎ معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۳۰

۴؎ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف ویسٹرن یورپ از جیمز شاٹویل ص ۵۵

میں پوپ گریگوری نہم (۱۲۲۷ - ۱۲۴۱) نے فلسفۂ عرب کی تدریس کو حکماً روک دیا
چونکہ عیسائیوں کے پاس پڑھانے کے لیے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس لیے اس
حکم کے باوجود ابنِ رُشد کی تدریس جاری رہی۔

یورپ میں ابنِ رُشد کا فلسفہ بہت مقبول تھا۔ پیرس یونیورسٹی اس کا مرکز
تھی۔ اور عیسائیوں کا فرانسسکن[1] فرقہ اس کا مبلغ۔ یہودی بھی اس فلسفہ کے دلدادہ
تھے۔ موسٰی بن میمون (۱۲۰۴ء) ایک مشہور یہودی فلسفی اس فلسفے کا شارح تھا۔
لیکن یہود کی دینی مجلس نے موسٰی کی تمام کتابیں جلا ڈالیں۔[2]

پوپ نے ابنِ رُشد کے خلاف اِس قدر زہر اگلا کہ وہ الحاد کی ایک علامت
بن کر رہ گیا۔ حالات یہاں تک بگڑے کہ جب اٹلی کے نقّاش جنت و جہنّم کا منظر
کھینچتے۔ تو ابنِ رُشد کو داعیٔ جہنم کے طور پر پیش کرتے۔ اٹلی کی ایک مشہور تصویر
میں ابنِ رُشد کو دجال کے ساتھ دکھایا گیا تھا۔[3]

۱۰ - کولمبس[4] (۱۵۰۶) وُہ جاں باز ملّاح ہے۔ جس نے آج سے ساڑھے چار
سو سال پہلے جب بحری سفر سخت خطرناک تھا۔ ایک کمزور سے جہاز میں اوقیانوس
کو عبور کیا اور ساڑھے پانچ ہزار میل کے سفر کے بعد ۱۴۹۲ء میں وہ امریکی ساحل
کے قریب جزائرِ بوہاما میں جا اُترا۔ وُہ اِس سفر پر اسپین کے فرمانروا فرڈیننان

---

[1] فرانسسن اٹلی کا ایک پادری تھا۔ جس نے کوڑھیوں اور لوٹوں کی خدمت کے لیے ۱۲۱۰ء
میں ایک فرقہ بنایا۔ اس کی وفات ۱۲۲۶ء میں ہوئی۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

[2] معرکۂ مذہب و سائنس صہ ۲۰۲

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ صہ ۲۱۱

[4] ٹارچ بیئرز آف ہسٹری صہ ۱۴۲

کی منظوری و اجازت سے روزانہ ہوا تھا۔ وہ بوہاما سے واپس آیا۔ فرڈینان کو اِک نئے ملک کی خبر دی۔ فرڈینان نے اِسے وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ وہاں پہنچا۔ نظم و نسق قائم کیا۔ سات سال بعد اس کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ دنیا کا یہ عظیم ملّاح اِس حال میں واپس آیا کہ ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے اسے جیل میں پھینک دیا۔ گو کچھ عرصے کے بعد اسے رہا کر دیا۔ لیکن بھوک۔ ناداری اور بیماری نے آخر تک اس کا پیچھا کیا اور چھ برس کے بعد ایک سرائے میں اس کی وفات ہو گئی۔ سالِ وفات ۱۵۰۶ء۔

۱۱۔ جب[1] ۹۹۹ء میں پوپ سِلوِسٹر[2] دوم (۹۹۹ - ۱۰۰۳ء) نے یورپ میں کچھ درسگاہیں کھولنا چاہیں۔ تو عام آبادی کو یہ اقدام سخت ناگوار گزرا۔ اور مشہور کر دیا کہ پوپ پر شیطان مسلّط ہو گیا ہے۔

۱۲۔ فریڈرک[3] ثانی (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) نے اٹلی کے مختلف شہروں مثلاً نیپلز مسینا اور پَیڈوا میں یونیورسٹیاں قائم کیں۔ سَلرنو میں طِب کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ اپنے ایک درباری مائیکل سکاٹ کو ابنِ رُشد کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا اور یہ نُسخے ہر مدرسہ میں رکھوا دیئے۔ پادریوں نے اِس کی سخت مخالفت کی، اس کی رعایا کو بغاوت پہ اکسایا اور پوپ گریگوری نہم (۱۲۲۷ - ۱۲۴۱ء) نے اُسے دجّال قرار دیا۔

---

[1] تمدن عرب صہ ۵۱۵

[2] اس کا نام دو ہی پوپ تھے۔ اول ۳۱۴ - ۳۳۶ء
دوم ۹۹۹ - ۱۰۰۳ء

[3] تشکیل انسانیت صہ ۲۷۹

۱۳۔ قیصر زینو (۴۷۴ - ۴۹۱ء) اور قیصر جسٹینین اوّل (۵۲۷ - ۵۶۵ء) نے تمام اہلِ علم کو اپنی سلطنت سے نکال دیا تھا اور مدارس بند کر دیئے تھے۔

الغرض عیسائیت نے پورے ہزار برس تک گناہ کو ترقی دی۔ رشوت پھیلائی علوم و فنون کو کچلا، کتابیں جلائیں، اہلِ علم کو آگ اور جیل میں پھینکا، مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا، صلیبی جنگوں کا آغاز کیا اور دنیا کو گناہ و جہالت سے بھر دیا۔

تیسرا باب

قرونِ وسطیٰ میں اسلام کی سیاسی ہیئت

آپ نے صفحاتِ گزشتہ میں دیکھ لیا۔ کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی حالت کیا تھی۔ اس کے بالمقابل اسی زمانے میں اسلام تہذیب و تمدّن کے انتہائی منازل طے کر رہا تھا۔ اِن تفاصیل میں جانے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اُس وقت اسلام کا سیاسی خاکہ کیا تھا۔

حضورِ پرنور صلعم کی رحلت (۶۳۲ء) کے وقت اسلام کی حکومت صرف جزیرہ نمائے عرب پہ تھی۔ ایک سال بعد عراقِ عرب اور حیرہ فتح ہوئے۔ ۶۳۴ء میں اسلامی عساکر شام میں داخل ہو گئے۔ ۶۳۵ء میں دمشق، ۶۳۶ء میں حمص انطاکیہ اور بیتُ القدس کا الحاق ہوا اور ۶۳۸ء میں پورے شام پہ ہلالی پرچم لہرانے لگا۔

ایران میں فتوحات کا آغاز ۶۳۵ء میں ہوا تھا۔ ۶۴۲ء میں جنگِ نہاوند کے بعد ساسانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اسلامی افواج افغانستان پہ چھا گئیں۔ ۷۰۹ء میں بخارا فتح ہوا اور ایک سال بعد سمرقند۔ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم نے کراچی سے ملتان تک کا علاقہ زیرِ نگین کر لیا۔ ۶۴۱ء میں مصر ۶۴۷ء میں ٹیونس ۶۷۰ء میں قیروان (مراکش کا شہر) اور ۶۹۳ء میں ساحلِ اطلس (اوقیانوس) اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

سنہ۷۱۱ء میں جنرل طارق سپین میں داخل ہوئے۔ اور سپین کو فتح کرنے کے بعد آدھے فرانس پر بھی قبضہ کر لیا۔ سنہ۷۳۲ء میں چارلس مارٹل نے تُور (Tours) جبرالٹر سے پندرہ سو میل شمال میں) کے مقام پر اسلامی یلغار کو روکا۔ سنہ۷۰۰ء میں ایشیائے خورد پہ قبضہ ہوا۔ سنہ۶۵۵ء میں جزائرِ یونان و قبرص سنہ۸۰۹ء میں کارسیکا، سنہ۸۱۰ء میں جزیرۂ ساردینیا سنہ۸۲۳ء میں کریٹ، سنہ۸۲۷ء میں سسلی، سنہ۸۴۶ء میں جنوبی اٹلی اور سنہ۸۷۰ء میں مالٹا مسخر ہُوا تو یہ تھی اسلامی سلطنت جو شمال میں بحیرۂ اسود جنوب میں ملتان، مشرق میں سمرقند اور مغرب میں جنوبی فرانس و ساحلِ اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس کا رقبہ اندازاً نوّے لاکھ مربع میل تھا۔

اس زمانے میں تہذیب کے بڑے بڑے مرکز بغداد۔ ایران۔ مصر۔ سپین اور سسلی تھے۔ اِن ممالک پہ مختلف سلسلے حکمران رہے۔ تفصیل جداولِ ذیل میں دیکھیے۔ چونکہ ان سلسلوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ اس لیے یہاں صرف ان خاندانوں کا ذکر کیا جائے گا۔ جن کا ذِکر اس کتاب میں بار بار آتا ہے۔

۱۔ خلفائے راشدین

نام	سالِ خلافت یا تخت نشینی
۱۔ حضرت ابوبکرؓ	۶۳۲
۲۔ " عمرؓ	۶۳۴
۳۔ " عثمانؓ	۶۴۴
۴۔ " علیؓ	۶۵۶ - ۶۶۱

۲ - خُلفائے اُمَوِی

۱	معاویہؓ - اوّل	۶۶۱
۲	یزید - اوّل	۶۸۰
۳	معاویہؒ دوم	۶۸۳
۴	مروانِ - اوّل	۶۸۳
۵	عبدؒالملک	۶۸۵
۶	ولید - اوّل	۷۰۵
۷	سلیمان	۷۱۵
۸	عمرؒبن عبدالعزیز	۷۱۷
۹	یزید - دوم	۷۲۰
۱۰	ہشام	۷۲۴
۱۱	ولید - دوم	۷۴۳
۱۲	یزید - سوم	۷۴۴
۱۳	ابراہیم	۷۴۴
۱۴	مروان - دوم	۷۴۴ - ۷۵۰

(انہیں خاندانِ عباسیہ نے ختم کیا)

۳ - خلفائے عبّاسی

۱	سفّاح	۷۵۰
۲	منصُور	۷۵۴

۳	مہدی	۷۷۵
۴	ہادی	۷۸۵
۵	ہارون الرشید	۷۸۶
۶	اَمین	۸۰۹
۷	مامون	۸۱۳
۸	مُعتَصِم	۸۳۳
۹	وَاثِق	۸۴۲
۱۰	مُتَوَکّل	۸۴۷
۱۱	مُنتَصِر	۸۶۱
۱۲	مُستَعِین	۸۶۲
۱۳	مُعتَز	۸۶۶
۱۴	مُہتَدی	۸۶۹
۱۵	مُعتَمِد	۸۷۰
۱۶	مُعتَضِد	۸۹۲
۱۷	مُکتَفی	۹۰۲
۱۸	مُقتَدِر	۹۰۸
۱۹	قاہر	۹۳۲
۲۰	راضی	۹۳۴
۲۱	مُتَّقی	۹۴۰
۲۲	مُستَکفی	۹۴۴
۲۳	مُطیع	۹۴۶

۲۴	طائع	۹۷۴
۲۵	قادر	۹۹۱
۲۶	قائم	۱۰۳۱
۲۷	مُقتدی	۱۰۷۵
۲۸	مُستظہر	۱۰۹۴
۲۹	مُسترشد	۱۱۱۸
۳۰	راشد	۱۱۳۵
۳۱	مُقتفی	۱۱۳۶
۳۲	مُستنجد	۱۱۶۰
۳۳	مُستضی	۱۱۷۰
۳۴	ناصر	۱۱۸۰
۳۵	ظاہر	۱۲۲۵
۳۶	مُستنصر	۱۲۲۶
۳۷	مُستعصم	۱۲۴۲ —— ۱۲۵۸

(اس سلسلے کو تاتاریوں نے ختم کیا)

سلاطینِ افریقہ

مصر اور افریقہ کے شمالی ساحل پر پندرہ سلسلے بر سرِ اقتدار رہے ۔ یعنی :

	سلسلہ	پایۂ تخت	از	تا
۱	ادارسہ	مَراکش	۷۸۸	۹۸۵
۲	بنو اغلب	تونس وغیرہ	۸۰۰	۹۰۹
۳	بنو حماد	الجیریا	۱۰۰۷	۱۱۵۲

۴				
۵	مُرابطین	مراکش وغیرہ	۱۰۵۶	۱۱۴۷
۶	مُوحّدین	" "	۱۱۳۰	۱۲۶۹
۷	بنو حفص	تُونس	۱۲۲۸	۱۵۳۴
۸	بنو زیان	الجیریا	۱۵۳۵	۱۳۷۳
۹	بنو مرین	مراکش	۱۱۹۵	۱۴۷۰
	بنو وطاس	"	۱۴۲۰	۱۵۵۰
۱۰	شرفائے مراکش	"	۱۵۴۴	۱۸۹۲
۱۱	ایُوبی	مصر، شام، الجیریا، عرب	۱۱۶۹	۱۳۴۱
۱۲	ممالیک	مصر و شام	۱۲۵۲	۱۵۱۷
۱۳	بنو طولون	مصر	۸۶۸	۹۰۵
۱۴	آلِ اخشید	"	۹۳۵	۹۶۹
۱۵	فاطمی	"	۹۰۹	۱۱۷۱

خلفائے فاطمی

خلفائے فاطمی حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد تھے، اِس سلسلے کا بانی عبیدُ اللہ تھا۔ جس نے مہدی اور امیرالمؤمنین ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے پیروؤں کی امداد سے امرائے اَغلبی کو شکست دے کر مراکش کا فرماں روا بن گیا۔ ابتدا میں فاطمیہ کا پایۂ تخت تُونس کے قریب ایک شہر مہدیہ تھا۔ ۹۶۹ء میں ایک فاطمی جرنیل نے اخشیدیوں کو شکست دے کر مصر پر قبضہ کر لیا۔ اور نیل کے دو شاخے پر ایک قلعہ بنایا۔ جس کی آبادی بڑھتی گئی۔ اور یہ شہر قاہرہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۹۹۱ء میں فاطمیوں نے شام پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور ان کی حکومت شام سے سواحلِ اٹلس تک پھیل گئی۔ جب موحدین و مرابطین تونس و مراکش پہ قابض ہو گئے تو فاطمیوں نے قاہرہ کو دار الخلافہ بنا لیا۔ اِس سلسلے

کو ۱۱۷۱ء میں صلاح الدین ایوبی نے ختم کیا۔

اموّیانِ اندلس کے بعد یہ دوسرا سلسلہ تھا۔ جو خلفائے عباسی کی اطاعت سے آزاد ہو گیا تھا۔

جدولِ خلفا

۱	مہدی	ابو محمد عبید اللہ	۹۰۹
۲	قائم	ابوالقاسم محمد	۹۳۴
۳	منصور	ابوطاہر اسمٰعیل	۹۴۵
۴	مُعِز	ابو تمیم	۹۵۲
۵	عزیز	ابو منصور	۹۷۵
۶	حاکم	ابو علی منصور	۹۹۶
۷	ظاہر	ابوالحسن علی	۱۰۲۰
۸	مُستنصر	ابو تمیم	۱۰۳۵
۹	مستعلی	ابوالقاسم احمد	۱۰۹۴
۱۰	منصور	ابو علی عامر	۱۱۰۱
۱۱	حافظ	ابوالمیمون	۱۱۳۰
۱۲	ظافر	ابوالمنصور اسماعیل	۱۱۴۹
۱۳	فائز	ابوالقاسم عیسیٰ	۱۱۵۴
۱۴	عاضد	ابو محمد عبداللہ	۱۱۶۰ - ۱۱۷۱

اسلامی سلطنت سپین میں

طارق نے ۷۱۱ء میں سپین پہ حملہ کیا تھا۔ یہ ملک ۷۵۰ء تک خلفائے اُموی (دمشق) اور پھر ۷۵۶ء تک خلفائے عباسیہ کے تحت رہا۔ لیکن زوالِ اُمیہ کے بعد حالات نے اِک نئی کروٹ لی۔ جب عباسیوں نے دمشق پر قابض ہونے کے بعد خاندانِ اُمیہ کا صفایا شروع کیا۔ تو خلیفہ ہشام (۷۲۴ - ۷۴۳) کا پوتا عبدالرحمٰن بچ بچا کر مراکش پہنچ گیا۔ اور وہاں سے امرائے اندلس کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی۔ جب اسے اِن اُمرا کی حمایت کا یقین ہو گیا۔ تو ۷۵۵ء میں وہاں جا پہنچا۔ اور ۷۵۶ء میں ملک کی سیادت سنبھال لی۔ ابتدا میں یہ خلفا سلاطین کہلاتے تھے۔ ۹۲۹ء میں عبدالرحمٰن ثالث نے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۱۰۳۱ء میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور جا بجا چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں۔ کچھ ریاستیں اِن خلفا کے عہد ہی میں تشکیل پا چکی تھیں۔ اشبیلیہ کے بنو عباد نے کسی حد تک اس طوائف الملوکی کو ختم کیا۔ اور پھر عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے افریقہ کے مرابطین سے مدد مانگی۔ انہوں نے مدد تو کی۔ لیکن بنو عباد کا تخت خود سنبھال لیا۔ حالات یونہی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۴۹۲ء میں فرڈینان نے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

جداولِ سلاطین

۱۔ خلفائے اُموی - (قرطبہ میں)

۱	عبدالرحمان اوّل	۷۵۶
۲	ہشام "	۷۸۸

۳	حکم - اوّل	۷۹۶
۴	عبدالرحمٰن - دوم	۸۲۲
۵	محمد - اوّل	۸۵۲
۶	مُنذر	۸۸۶
۷	عبداللہ	۸۸۸
۸	عبدالرحمان - سوم - الناصر	۹۱۲
۹	حکَم - دوم - اَلمُستَنصِر	۹۶۱
۱۰	ہشام - ″ اَلمُویَّد	۹۷۶
۱۱	محمد ″ المہدی	۱۰۰۹
۱۲	سلیمان - اَلمُستَعِین	۱۰۰۹
۱۳	محمد - دوم (دوبارہ)	۱۰۱۰
۱۴	ہشام - دوم (دوبارہ)	۱۰۱۰
۱۵	سلیمان ″	۱۰۱۳
۱۶	علی بن حمود (بنو حمود میں سے)	۱۰۱۶
۱۷	عبدالرحمٰن - چہارم	۱۰۱۸
۱۸	قاسم بن حمود } (امرائے حمود میں سے)	۱۰۱۸
۱۹	یحییٰ بن علی }	۱۰۲۱
۲۰	قاسم بن حمود (دوبارہ)	۱۰۲۲
۲۱	عبدالرحمان - پنجم - اَلمُستَظہِر	۱۰۲۳
۲۲	محمد - سوم	۱۰۲۴
۲۳	یحییٰ بن علی	۱۰۲۵

۱۰۳۱ - ۱۰۲۷

۲۴ ہشام ثالث

(اس سلسلے کے بعد ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا)

۲ - بنو حمودؔ

(مالقہ میں)

۱۰۱۶

۱ علی بن حمود

۱۰۱۸

۲ قاسم بن حمود

۱۰۲۱

۳ یحییٰ بن علی

۱۰۲۲

۴ قاسم بن حمود (دوبارہ)

۱۰۲۵

۵ یحییٰ بن علی "

۱۰۳۵

۶ ادریس - اول

۱۰۳۹

۷ حسن

۱۰۴۲

۸ ادریس - دوم

۱۰۴۶

۹ محمد - اول

۱۰۵۲

۱۰ ادریس - سوم

۱۰۵۳

۱۱ " دوم (دوبارہ)

۱۰۵۷ - ۱۰۵۴

۱۲ محمد - دوم

اِس خاندان کو مرابطین نے ختم کیا۔

۳ - بنو حمودؔ

(الجزیرہ[1] میں)

۱ محمد - المہدی ۱۰۳۹

---

[1] جبرالٹر سے چھ میل مغرب کی طرف ایک ساحلی شہر اور بندرگاہ

۲ قاسم - الواثق ۱۰۴۸ - ۱۰۵۸

(اس سلسلے کو بنو عباد نے ختم کیا)

۴ - امرائے عبّادی

(اشبیلیہ میں)

۱	محمد - اول بن اسماعیل	۱۰۲۳
۲	عباد بن معتضد بن محمد	۱۰۴۲
۳	محمد - دوم بن معتضد بن عباد	۱۰۶۸ - ۱۰۹۱

ان اُمرا کا خاتمہ مرابطین کے ہاتھوں ہوا

۵ - بنُو زِیری

(غرناطہ میں)

۱	زاوی	۱۰۱۲
۲	حبوس بن ماکسن صنہاجی	۱۰۱۹
۳	بادیس بن حبوس	۱۰۳۸
۴	عبداللہ بن سیف الدولہ بن بادیس	۱۰۷۳
۵	تمیم بن سیف الدولہ	۱۰۹۰

(انہیں مرابطین نے ختم کیا)

۶ - بنُو جَہوَر !

(قرطبہ میں)

۱	جہور بن محمد	۱۰۳۱

۹ - امرائے تجیبی و ہُودی

(سَرقسطہ میں)

۱	منذر بن یحیٰی - التجیبی، المنصور	۱۰۱۹
۲	یحیٰی بن منذر - المظفر	۱۰۲۲
۳	مُنذِر بن یحیٰی	۱۰۲۹
۴	سلیمان بن احمد بن محمد بن ہُود - المستعین	۱۰۳۹
۵	احمد بن سلیمان - المقتدر	۱۰۴۶
۶	یوسف بن احمد - الموتمن	۱۰۸۱
۷	احمد بن یوسف - المستعین	۱۰۸۵
۸	عبدالملک بن احمد - عماد الدولہ	۱۱۰۹
۹	احمد بن عبدالملک - سیف الدولہ	۱۱۱۹ - ۱۱۴۱

(انہیں عیسائیوں نے ختم کیا)

۱۰ - امرائے دانیہ

(دانیہ[1] میں)

۱	مجاہد بن یُوسف	۱۰۱۷
۲	علی بن مجاہد	۱۰۴۴ - ۱۰۷۵

(انہیں اُمرائے ہودی نے ختم کیا)

---

[1] مشرقی سپین میں ولنشیہ سے چالیس میل جنوب کی طرف ایک ساحلی شہر۔

١١ - بنو نصر (بانیانِ الحمرا)

(غرناطہ میں)

١ -	محمد - اول	١٢٣٢
٢	محمد - دوم	١٢٧٣
٣	محمد - سوم	١٣٠٢
۴	نصر	١٣٠٩
۵	اسماعیل - اوّل	١٣١۴
۶	محمد - چہارم	١٣٢۵
۷	یوسف - اول	١٣٣٣
۸	محمد - پنجم	١٣۵۴
٩	اسماعیل - دوم	١٣۵٩
١٠	محمد - ششم	١٣۶٠
١١	محمد - پنجم (دوبارہ)	١٣۶٢
١٢	یوسف - دوم	١٣٩١
١٣	محمد - ہفتم	١٣٩٢
١۴	یوسف سوم	١۴٠۷
١۵	محمد - ہشتم	١۴١۷
١۶	محمد - نہم	١۴٢۷
١۷	محمد ہشتم (دوبارہ)	١۴٢٩
١۸	یوسف - چہارم	١۴٣٢
١٩	محمد - ہشتم (سہ بارہ)	١۴٣٢

۲۰	محمد - دہم	۱۴۴۴
۲۱	سعد	۱۴۴۵
۲۲	محمد - دہم (دوبارہ)	۱۴۴۶
۲۳	سعد	۱۴۵۳
۲۴	علی	۱۴۶۱
۲۵	محمد یازدہم	۱۴۸۲
۲۶	علی (دوبارہ)	۱۴۸۳
۲۷	محمد دوازدہم	۱۴۸۵
۲۸	محمد یازدہم (دوبارہ)	۱۴۸۶ - ۱۴۹۲

(اس سلسلے کو فرڈینان نے ختم کیا۔ اور سپین میں
یہ آخری اسلامی سلطنت تھی)

چوتھا باب

قرونِ وسطیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن

قرونِ وسطیٰ میں یورپ وحشت، بربریت اور جہالت میں تا بفرق ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ گارے اور گھاس کی جھونپڑوں میں رہتے، پتے کھاتے اور کھالیں پہنتے تھے۔ اُن کی گلیاں غلیظ جا بجا گندے جوہڑ اور کوڑے کے ڈھیر، سڑکیں ندارد، ہر طرف بے راہ جنگل۔ جن میں ڈاکوؤں اور آدم خوروں کا بسیرا تھا۔ سیاست، حکومت۔ تمدن۔ تہذیب اور علوم و فنون کا کوئی تصوّر موجود نہیں تھا۔ عین اس عالم میں عرب سے ایک قوم اُٹھی، جو صرف نوّے برس میں ملتان سے بحیرۂ اسود اور سمرقند سے ساحلِ اطلس اور وسطِ فرانس تک چھا گئی۔ اس قوم نے جا بجا مساجد بنائیں۔ علم و فن کے بڑے بڑے مرکز قائم کیئے دنیا بھر کے علماء حکما کو اپنے درباروں میں جمع کیا۔ تمام یونانی و رومی علوم کو عربی میں منتقل کیا۔ جا بجا دار الکتب اور دار العلوم قائم کیے۔ شفاخانے بنوائے سڑکیں نکالیں۔ نہریں کھودیں۔ باغات لگائے۔ گلیوں کو پختہ کیا۔ رات کو روشنی کا انتظام کیا۔ پل اور تالاب بنائے اور دنیا کو حسین تعمیرات سے بھر دیا۔

اسلامی تعمیرات کے امتیازی اوصاف چمک، روشنی، صفائی، کشادگی،

حسین نقش ونگار، رنگین پتھر کا باریک کام، سنگِ مرمر کی جالیاں، بلند مینار چمکتے ہوئے گنبد، چھلکتے ہوئے تالاب، سرسراتے ہوئے چشمے، مہکتے ہوئے باغ، اور ناچتے ہوئے فوارے ہیں۔ الحمرا میں کانسی کے شیر، سونے کے مور اور ایسے فوارے بنے ہوئے تھے۔ جن سے پانی کے ساتھ ساتھ نہایت میٹھی تانیں نکلتی اور ساز بجتے تھے[1]۔ المُقتدر عباسی[2] (۹۰۸ - ۹۳۲ء) کے محل میں ایک وسیع حوض تھا، جس کے وسط میں سونے کا درخت تھا۔ اس کی شاخیں سو سے زیادہ تھیں، اس کے پتّے، پھل اور پھول یاقوت وزمرد وغیرہ سے بنائے گئے تھے۔ شاخوں پہ رنگ برنگ کے پرندے تھے۔ جو سونے، چاندی اور لعل ومرجان سے تیار کیے گئے تھے۔ جب ہوا چلتی تو یہ پرندے مختلف بولیاں بولتے اور گاتے تھے۔ تالاب کے دونوں جانب ایسے مصنوعی سوار تھے۔ جو خوبصورت لباس پہنے اور مُرصع تلواریں ہاتھوں میں لیے یوں بڑھتے تھے جیسے وُہ ایک دوسرے پہ حملہ کر رہے ہوں۔ ان خلفا کی شان وہیبت کا یہ عالم تھا۔ کہ جب قسطنطین ہفتم (۹۱۲ - ۹۵۸ء) کا سفیر مقتدر عباسی (۹۰۸ - ۹۳۲ء) کے دربار میں پہنچا۔ تو اس نے محل کے باہر ایک لاکھ ساٹھ ہزار سوار اور پیادہ، سات ہزار خواجہ سرا، سات سو حاجب اور محل کے اندر اٹھتیس ہزار پردے اور بائیس ہزار قالین دیکھے۔ جب فوج کے ایک دستے نے پریڈ کی۔ تو اس کے ساتھ ایک سو شیر بھی مارچ کر رہے تھے۔ اس کا محل نو مربع میل میں پھیلا ہُوا تھا۔ اور اس میں نو ہزار گھوڑوں کا ایک اصطبل بھی تھا۔

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۱۲

[2] المامون از شبلی صفحہ ۸۹

عہدِ مامون (۸۱۳ - ۸۳۳ء) میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی جس میں تیس ہزار مساجد، دس ہزار حمام ایک ہزار محل اور آٹھ سو ساٹھ اطبا تھے۔ نیز ایک دار الحکمت تھا۔ جس میں ایران، عراق، شام، مصر اور ہندوستان کے سینکڑوں حکما دنیا بھر کے علوم وفنون کو عربی میں منتقل کر رہے تھے۔ سڑکوں پہ ہر روز گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔ جب خلیفہ کی سواری سڑکوں پہ نکلتی تھی۔ تو اس کے آگے پیچھے دس ہزار سوار ہوتے تھے۔ ان کے گھوڑے زیوروں سے آراستہ اور سب کا رنگ نیلگوں مائل بسیاہی۔

محلات میں چاندی اور سونے کے شمعدان، مُرصع فانوس اور ان میں عنبری شمعیں رات بھر نور وخوشبو کا عالم رچائے رکھتی تھیں۔ امرا میں سمور و سنجاب اور حریر و پرنیاں کا استعمال عام تھا۔ بغداد کے جامہ باف اس قدر باکمال تھے۔ کہ ایک[1] مرتبہ امین (۸۰۹ - ۸۱۳ء) کی والدہ زُبیدہ کو کپڑے کا ایک تھان پچاس ہزار دینار (بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے) میں خریدنا پڑا۔ جب مامون کی شادی حسن بن سہل وزیر کی بیٹی بُوران سے ہوئی۔ تو حسن بن سہل نے ایک قالین سونے کے تاروں سے بنوایا۔ جس کی جھالر میں قیمتی جواہر پروئے ہوئے تھے۔ جب مامون اس قالین پہ بیٹھا۔ تو اس پر موتی نچھاور کیے گئے۔

دِل ڈیوران لکھتا ہے۔ کہ دمشق میں سو حمام۔ سو فوارے۔ پونے چھ سو مساجد اور بے شمار باغات تھے۔ آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ شہر کا طول بارہ میل اور عرض تین میل تھا۔ یہاں ولیدِ اوّل (۷۰۵ - ۷۱۵) نے ایک مسجد

---

[1] المامون ص ۱۳۶

تیار کرائی تھی ۔ جس پر بارہ ہزار مزدور آٹھ سال تک کام کرتے رہے۔

(ایج آف فیتھ ص ۲۳۱ ۔ ۲۳۲)

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے[۱] ۔ کہ عربوں کے نفیس کتانی، سوتی، اونی اور ریشمی لباس، بغداد کے حریر و پرنیاں، دمشقی مشجر، موصل کی ململ، غازہ کی جالی، غرناطہ کے اونی کپڑے، ایرانی تافتہ اور طرابلس کے شیفون نے یورپ کی نیم برہنہ آبادی کو اعلیٰ لباس کا شوقین بنا دیا ۔ اس قسم کے مناظر اکثر دیکھنے میں آئے ۔ کہ ایک بشپ گرجے میں عبادت کر رہا ہے اور اس کی عبا[۲] پر قرآنی آیات کاڑھی ہوئی ہیں ۔ مرد تو رہے ایک طرف عورتیں بھی عربی قمیص اور جُبّہ بڑے فخر سے پہنتی تھیں ۔ سپین اور سسلی میں بے شمار کرگھے تھے ۔ صرف اشبیلیہ میں سولہ ہزار تھے ۔ قرطبہ میں ریشم بافوں کی تعداد ایک لاکھ[۳] تیس ہزار تھی ۔ سسلی کے پایۂ تخت میں تین ہزار سے زیادہ جامہ باف تھے ۔ ان کی تیار کردہ عباؤں، قباؤں اور چادروں پر قرآنی آیات بھی ہوتی تھیں جنہیں عیسائی بادشاہ اور پادری فخر سے پہنتے تھے ۔ سسلی میں عیسائی عورتیں نقاب اوڑھتی تھیں ۔

عبدالرحمٰن سوم (۹۱۲ ۔ ۹۶۱ء) کے زمانے میں قرطبہ کی آبادی پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی ۔ اس میں سات سو مساجد، تین سو حمام، ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات اکیس مضافاتی بستیاں اور ستر لائبریریاں تھیں ۔ اس میں شیشہ سازی اور چمڑہ

---

[۱] تشکیلِ انسانیت ص ۲۶۸

[۲] " ص ۲۶۹

[۳]

رنگنے کے کارخانے بھی تھے ۔ ۹۳۶ء میں عبدالرحمٰن سوم نے ایک شاندار محل
کی بنا ڈالی ۔ دور دراز ممالک سے سنگِ مرمر و سرخ نیز سنگِ موسیٰ منگوایا اور
دس ہزار مزدور پندرہ سو گدھوں کے ساتھ بیس سال تک کام کرتے رہے ۔
الحمرا سو سال میں تیار ہوا تھا ۔ اور تاج محل بیس ہزار مزدوروں نے بائیس
برس میں بنایا تھا اور اس کا مسالہ چھ کروڑ روپے میں خریدا گیا تھا ۔

سسلی کا پایۂ تخت پلرمو مسلمانوں کے عہد میں نہایت خوبصورت شہر تھا
کشادہ بازار ۔ پختہ سڑکیں ۔ سیدھی گلیاں ، جا بجا پارکیں اور فوارے ۔ اندر پانچ
نہریں بہتی تھیں ۔ وہاں ایک بہت بڑا کارخانہ بھی تھا ۔ جس میں جہاز ، تلواریں
نیزے ۔ تیر ۔ خنجر ، زرہ ۔ خود ۔ ڈھالیں ۔ منجنیق ، بارود اور چند دیگر چیزیں بنتی
تھیں ۔ عظیم شاہی محلات ۔ چھ سو مساجد اور دیگر عمارات کی وجہ سے شہر دلہن نظر
آتا تھا ۔ وہاں تانبے ، پیتل ، کاغذ ، تیل اور عطر کے بھی بیسیوں کارخانے تھے ۔

مسلمانوں نے سسلی میں نہریں کاٹیں ۔ دور دور سے شفتالو ۔ لیموں وغیرہ
کے درخت منگا کر لگائے ۔ کپاس اور نیشکر کو عام کیا ۔ ریشم کو رواج دیا ۔ تعمیرات
میں سرخ و سفید پتھر کا استعمال کیا ۔ نوکدار محرابوں ، آرائشی طاقچوں ، جالیوں اور
میناروں کو مقبول بنایا ۔ محلات و مساجد پہ خطِ طغرائی میں آیات نویسی کا سلسلہ
شروع کیا ۔ جا بجا درسگاہیں اور کتب خانے قائم کیے ۔ ایک سو تیرہ بندرگاہیں
بنائیں اور وہاں کے لوگ ہماری تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے ۔ کہ ان کا لباس
تمدن ، نظامِ تعلیم اور رہن سہن سب کچھ اسلامی سانچے میں ڈھل گیا ۔

پوپ اور قیصر ہمارے باجگزار تھے

اُس دور میں عیسائیوں کے طاقتور حکمران دو ہی تھے ۔
روما میں پوپ اور قسطنطنیہ میں قیصر ۔ ۸۲۹ء میں مسلمان اٹلی پہ حملہ آور ہوئے ۔

اور ۸۷۲ء میں روم تک جا پہنچے۔ اُس وقت پوپ جان ہشتم (۸۷۲-۸۸۲ء) مسندِ پاپائیت پہ فائز تھا۔ اُس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اور مسلمان واپس آ گئے۔[۱]

اسی طرح قیصر بھی ۷۷۶ء سے ہمارا باجگذار تھا۔ لیکن جب قیصر ناسیفورس اوّل (۸۰۲ - ۸۱۱ء) مسند نشیں ہوا۔ تو اُس نے ہارون الرشید (۷۸۶-۸۰۹ء) کو لکھا۔ کہ میں آیندہ خراج ادا نہیں کروں گا۔ ہارون الرشید نے اِس کا وُہ جواب دیا۔ کہ یورپ کے مورّخین آج تک نعل در آتش ہیں۔ لکھا:

"امیر المومنین[۲] ہارون الرشید کی طرف سے
رُومی کتّے کے نام
اے فاحشہ ماں کے بچّے! میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اس کا جواب تو عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔"

چند روز بعد قیصر پہ حملہ کیا۔ اور اُسے سخت شکست دے کر دوبارہ باجگزاری پہ مجبور کر دیا۔ تاریخ بتاتی[۳] ہے۔ کہ مائیکل ہفتم (۱۰۶۷ - ۱۰۷۸) سلجوقی بادشاہوں کو خراج دیتا تھا۔

الغرض دنیا کی قیادت و سیادت ہزار برس تک ہمارے پاس رہی۔ سیاہ و سفید کے مالک ہم تھے۔ خشک و تر پہ ہمارا سکّہ چلتا تھا۔ کوئی گردن کش ہم سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا ہماری تہذیب۔ ہمارے تمدّن اور ہمارے علوم و فنون پہ جان دیتی تھی۔ مُلک کے مُلک ہمارا مذہب قبول کر

---

[۱] تمدنِ عرب ص۲۷۵
[۲] معرکۂ مذہب و سائنس ص۱۴۲
[۳] ایج آف فیتھ ص۳۰۵

ہوگیا۔ جب ارسلان کے سامنے پیش ہُوا۔ تو اُس نے پُوچھا "اگر میں گرفتار ہو کر تمہارے سامنے پیش ہوتا۔ تو تم مجھ سے کیا سلوک کرتے؟ کہا۔ میں کوڑوں سے تمہاری کھال کھینچ لیتا۔ فرمایا: مُسلم اور عیسائی میں یہی فرق ہے۔ اس کے بعد قیصر کی خدمت میں بیش بہا تحائف پیش کیے۔ اُسے اس کی سلطنت واپس دے دی۔ اور بڑے شان و احترام سے رخصت کیا۔[1]

بلند اخلاقی

رچرڈ شیر دل (۱۱۸۹ - ۱۱۹۹ء) فلسطین میں صلاح الدین ایوبی (۱۱۶۹ - ۱۱۹۳ء) کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ایک مرتبہ وُہ بیمار ہو گیا۔ تو ایامِ علالت میں صلاح الدین اُسے کھانا۔ پھل اور مُفرّحات بھیجتا رہا۔

جرمنی کا شہنشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) عربی کا عالِم اور اِسلامی تہذیب کا از بس گرویدہ تھا۔ جب[2] پوپ نے اسے صلیبی جنگوں میں شمولیت پر مجبور کیا۔ اور وُہ فلسطین میں پہنچا۔ تو مصر و شام کے بادشاہ محمد الکامِل (۱۱۹۹-۱۲۱۸ء) نے آگے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ اور بڑی خاطر و مدارات کی۔ عموماً یہ دونوں مسجدِ عمر میں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ انہی ملاقاتوں میں ایک بار فریڈرک نے کہا تھا:-

"سلطان کتنا خوش قسمت ہے۔ جس کا کوئی پوپ نہیں"

جب فریڈرک نے واپسی کی تیاری کی۔ تو سلطان نے اسے نہایت قیمتی تحائف دیئے۔ جن میں ایک کلاک بھی شامل تھا۔ یہ آسمان کی طرح گنبد نما تھا۔ اس میں ایک چاند اور ایک سورج بنا ہُوا تھا۔ یہ آسمانی چاند سورج کی حرکت

---

[1] تشکیلِ انسانیت صفحہ ۲۸۰

[2]

کے عین مطابق گھومتے تھے۔ جب آسمان کا سورج ڈوبتا۔ تو کلاک کا آفتاب بھی چھپ جاتا تھا۔ اور صبح کے وقت سورج کے ساتھ نکل آتا تھا۔ پُرلطف بات یہ کہ سرما ہو یا گرما۔ ان دونوں آفتابوں کی حرکت میں سرِ مُو فرق نہیں آتا تھا۔

گوفریڈرک نے سسلی سے تمام باقی ماندہ مسلمانوں کو نکال دیا تھا۔ لیکن جب اس کی وفات ہوئی۔ تو تمام دنیائے اِسلام نے اس کا ماتم کیا۔

موسیٹو لیبان لکھتے ہیں :

عربوں نے چند صدیوں میں اندلس کو مالی اور علمی لحاظ سے یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ یہ انقلاب صرف علمی و اقتصادی نہ تھا۔ اخلاقی بھی تھا۔ انہوں نے نصارے کو انسانی خصائل سکھائے۔ اِن کا سلوک یہود و نصارے کے ساتھ وہی تھا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ۔ انہیں سلطنت کا ہر عہدہ مِل سکتا تھا۔ . . . . . مذہبی مجالس کی کھُلی اجازت تھی . . . . . . ان کے زمانے میں لاتعداد گرجوں کی تعمیر اِس امر کی مزید شہادت ہے۔ جب ۱۱۹۳ء میں والیٔ قرطبہ (ابو یوسف یعقوب بن المنصور از موحدینِ افریقہ ۱۱۸۴ - ۱۱۹۹ء) نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا۔ جو اس وقت ایک عیسائی شہزادی بیرن ژیر کے قبضے میں تھا۔ تو شہزادی نے ابو یُوسف کو پیغام بھیجا کہ عورتوں پہ حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ شہزادی پہ میرا اسلام ہو۔ اور

---

[1] تمدنِ عرب ص ۲۵۷ - ۲۵۸

فوراً محاصرہ اٹھا لیا۔"

رابرٹ[1] بریفالٹ لکھتا ہے۔ کہ سپین کے عربوں اور عیسائیوں کے تعلقات اِس قدر گہرے تھے۔ کہ جب عبدالرحمانِ اوّل (۷۵۶ - ۷۸۸ء) کے زمانے میں شارلیمان (۷۶۸ - ۸۱۴ء) نے سپین پہ حملہ کیا۔ تو اس کا مقابلہ نصاریٰ و مُسلم نے مِل کر کیا۔

مسلمانوں کو عیسائی اور یہودی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی مذہباً اجازت ہے لیکن انہیں لڑکیاں دینے کی اجازت نہیں۔ اِس[2] مذہبی رکاوٹ کے باوجود اشبیلیہ کے بادشاہ ابوالقاسم محمد ثانی (۱۰۶۸ - ۱۰۹۱ء) نے اپنی بیٹی زاہدہ لیوں کے فرمانروا الفونسو ششم (۱۰۶۵ - ۱۱۰۹ء) کے نکاح میں دی اور الفونسو پنجم (۹۹۹ - ۱۰۲۸ء) نے اپنی بہن کی شادی طلیطلہ کے بادشاہ محمد[3] سے کی۔ اسی طرح ایک عیسائی سردار برموڈ کی لڑکی ٹرلیبہ نامی سَرقسطہ کے فرماں روا المنصور (۱۰۱۹ - ۱۰۲۳ء) کے نکاح میں تھی۔

تو یہ تھا وہ سلوک جس سے متاثر ہو کر صرف غرناطہ میں انیس لاکھ سے زیادہ عیسائیوں نے اِسلام قبول کر لیا تھا۔ ہم نے اُس ملک پر نہایت عادلانہ و عاقلانہ حکومت کی، ملک کو آباد کیا۔ ہزاروں درسگاہیں قائم کیں۔

---

[1] تشکیلِ انسانیت صـ ۲۷۲

[2] " " صـ ۲۷۳

[3] طلیطلہ کے بادشاہوں میں اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ غالباً اس سے مراد اشبیلیہ کا بادشاہ ابوالقاسم محمد اوّل ہے۔ جس نے ۱۰۲۳ء سے ۱۰۴۲ء تک حکومت کی۔

نہریں نکالیں، سینکڑوں کارخانے لگائے ۔ اور ساری آبادی کو نہال و آسودہ حال کردیا ۔ وِل ڈیوران لکھتا ہے[1] :-

" اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اُس کی مثال اس کی تاریخ میں موجود نہیں ۔ اُن کا نظم و نسق اُس دَور میں بے مثال تھا ۔ اُن کے قوانین سے معقولیت و انسانیت ٹپکتی تھی ۔ اور ان کے جج نہایت قابل تھے ۔ عیسائیوں کے معاملات ان کے اپنے ہم مذہب حکّام کے سپرد تھے ۔ جو عیسوی قانون کے مطابق فیصلے کرتے تھے ۔ پولیس کا انتظام اعلیٰ تھا ۔ بازار میں وزن اور ماپ کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی ۔ روما کے مقابلے میں ٹیکس کم تھا ۔ کسانوں کے لیے عربوں کی حکومت ایک نعمت ثابت ہوئی ۔ کہ انہوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کردی تھیں "

اسلامی اثرات یورپ میں

آدمی آدمی سے ملے تو کچھ سیکھتا اور کچھ سکھاتا ہے ۔ ہم سپین میں آٹھ سو جنوبی فرانس میں دو سو سسلی میں دو سو تریسٹھ اور جنوبی اٹلی میں ڈیڑھ سو برس تک حاکم رہے ۔

محکوم پر حاکم کا اثر اتنا شدید ہوتا ہے ۔ کہ تہذیب و تمدن تو رہے ایک

---

[1] ایج آف فیتھ صـ ۲۹۷

طرف، بعض اوقات اس کا مذہب تک بدل جاتا ہے۔ ہندوستان پر انگریز نے صرف ڈیڑھ سو برس حکومت کی۔ اور پچاس کروڑ انسانوں کا تمدن، لباس، طرزِ حیات اور نقطۂ نگاہ تک بدل گئے۔ اس معاملے میں مسلمانوں کا جواب نہیں۔ یہ مشرقی و وسطی افریقہ، بحرالکاہل جزائر، ملایا اور چین میں تجارت کی غرض سے گئے تھے اور وہاں کا نقشہ بدل آئے۔ یہاں تک کہ چین کے مشہور ہیئت دان کوشوجنگ نے ۱۲۸۰ء میں علی ابن یونس مصری (۱۰۰۹ء) کی کتاب الہیئت کو چینی زبان میں منتقل کیا۔

(تمدنِ عرب ص۱۲)

یہ انڈونیشیا کے ساڑھے سات کروڑ ملایا کے نوے لاکھ چین کے پانچ کروڑ اور شرقی و وسطی افریقہ کے آٹھ کروڑ مسلمان اُن تاجروں کی یاد دلاتے ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے ان علاقوں میں بغرضِ تجارت گئے تھے۔ کتنی ہی ایسی منڈیاں ہیں۔ جہاں عیسائی اور مسلمان صدیوں ملتے رہے۔ مثلاً مصر۔ تونس۔ کریٹ قبرص، جزائر یونان واندلس۔ شام۔ انطاکیہ۔ آرمینیا۔ عراق وغیرہ۔ موسیو لیبان[1] لکھتے ہیں۔ کہ عرب تاجر دریائے والگا کے راستے فن لینڈ تک جاتے تھے۔ نیز بحیرۂ بالٹک کے جزائر مثلاً گاٹ لینڈ (Gotland) بارن ہوم (Bornholm) اور آلینڈ (Aland) سے ہو کر سوئیڈن، ڈنمارک اور پرشیا کو نکل جاتے تھے۔ ان جزائر سے کئی سو عرب سکے ملے ہیں۔ اور یہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ عرب وہاں تجارت کرنے گئے تھے۔ یہ سکے پولینڈ میں بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

---

[1] تمدنِ عرب ۵۰۸

ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے[1] :-

" بارسلونا کی بندرگاہ خلفائے اندلس کی بحری تجارت کا مرکز تھی یہاں سے سینکڑوں جہاز مالِ تجارت سے لدے ہوئے اکنافِ عالم میں جاتے تھے۔ مسلمانوں نے یہودی تاجروں کی مدد سے تجارت کے بہت سے اصول اِختراع کیے۔ جو رفتہ رفتہ یورپ کی تاجر جماعتوں تک پہنچے۔ حساب میں ڈبل انٹری سسٹم مسلمانوں کی یجاد ہے "

رابرٹ بریفالٹ کہتا ہے[2] :-

" عربوں کے سپین اور سسلی کی تجارتی و صنعتی سرگرمیوں نے یورپ کی تجارت و صنعت کو جنم دیا "

ایک اور مقام پہ لکھتا ہے[3] :-

" یورپ کے اِفلاس کی یہ حالت تھی۔ کہ اٹلی کے تاجروں کے پاس عربوں کا مال خریدنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ عموماً ارد گرد کے دیہات سے بچے چرا لاتے۔ انہیں غلام بنا کر بیچتے اور اس طرح رقم ادا کرتے تھے۔ . . . . . عربوں نے ہند، چین، ملاکا اور ٹمبکٹو تک خشکی کے راستے کھول دیئے۔ اور سوڈان و سقوطرہ سے مڈغاسکر تک تجارتی منڈیوں کا ایک سلسلہ

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۲۷

[2] تشکیلِ انسانیت ص ۲۶۵

[3] " " ص ۲۶۷
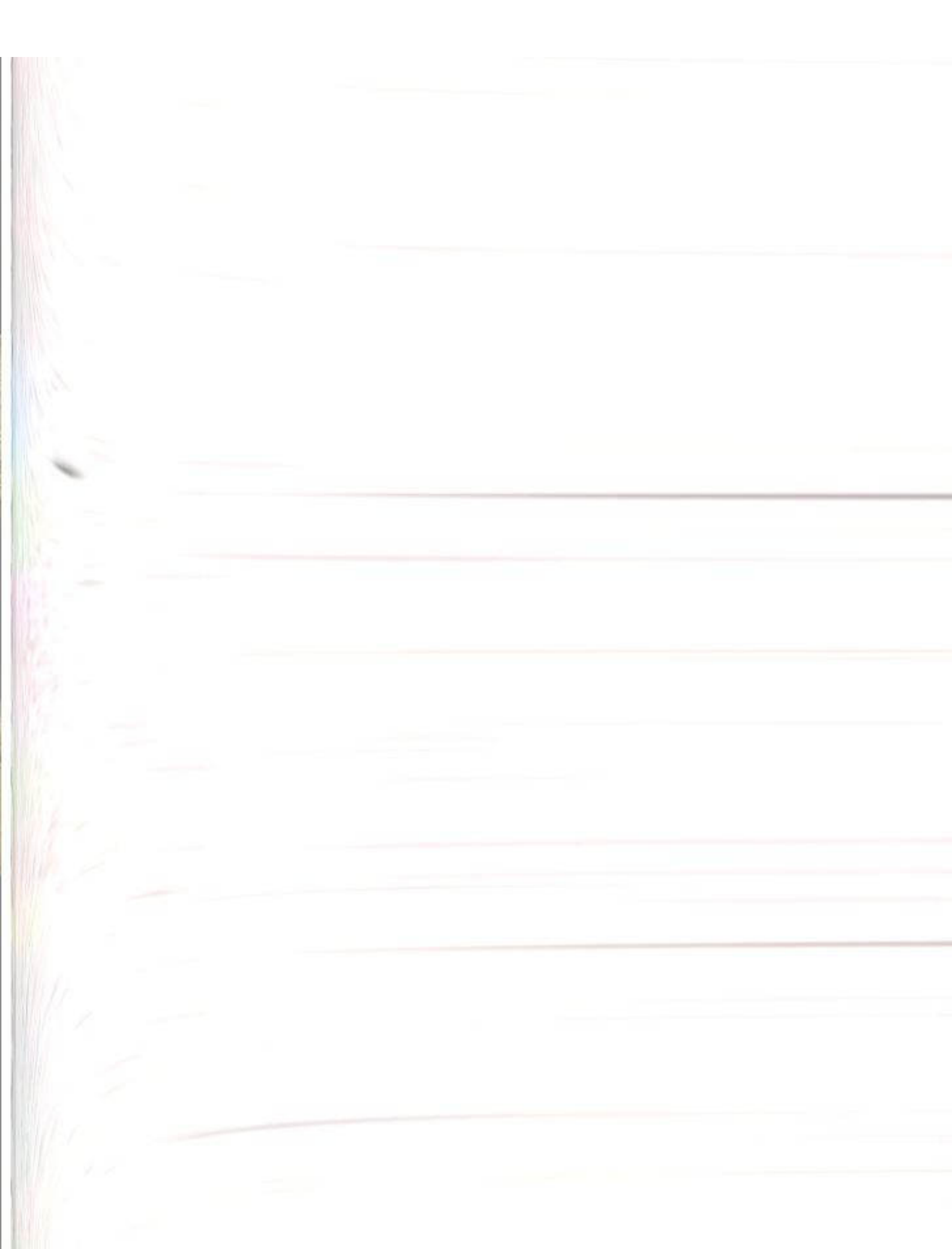
کے شعرا نے بھی رجز خوانی شروع کردی۔ اور لطف یہ کہ بحر، ردیف وقافیہ کے علاوہ تشبیہات و استعارات تک عربوں سے لے لیے۔ وحشی اونٹ، آہو، ریت اور خارِ مغیلاں کا تذکرہ وصل وفراق کے قصے اور حسب ونسب پر ناز۔ عربی ساز مثلاً بنسی، عود، رباب، طنبورہ اور گٹار بھی یورپ میں جا پہنچے۔ یوں عربوں کی شائستگی کا نور آہستہ آہستہ یورپ میں پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ جاہل اور وحشی لوگ ذہنی مشاغل میں حصہ لینے لگے۔ اُن کے لباس چمک اٹھے، اور وہ دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے۔

مسلمانوں کا شوقِ علم

یوں تو آغازِ اسلام میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا شاعرِ رسالت حضرت حسان بن ثابت اور امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کے دیوان حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر، حضرت کعب بن زہیرؓ کا قصیدہ (بانت سعاد) حضرت علیؓ کے خطبات وخطوط کا مجموعہ (نہج البلاغۃ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مجموعۂ احادیث، ابنُ العرّام کا جغرافیۂ عرب (اس کی ایک نقل پروفیسر عبدالعزیز میمن، علی گڑھ یونیورسٹی حال کراچی کے پاس موجود ہے) ورقہ بن نوفل کا ترجمۂ تورات وانجیل اور درجنوں شعرا کا کلام اس پہ شاہد ہیں لیکن جب ہمارے سلاطین وخلفا جہاں گیری سے فارغ ہوئے۔ تو انہوں نے علوم وفنون کی طرف خاص توجہ دی۔ دارُالکتب قائم ہوئے۔ تصنیف وترجمہ

لہ تشکیلِ انسانیت ص۲۷۴ ص۲۷۵

کے ادارے بنے۔ اور دنیا بھر سے علما اور کتابیں پایۂ تخت میں آنے لگیں۔ یہ کام دورِ اُمیّہ میں شروع ہُوا تھا۔

یزید اوّل (۶۸۰ء) کے بیٹے خالد نے ایک دار الترجمہ قائم کیا تھا۔ جس میں ایک پادری اَہرن نامی نگرانی پہ مامور تھا۔ خود خالد بھی مصنّف تھا۔ ابن الندیم نے الفہرست (صہ۴۹۷) میں اس کی چار کتابوں کے نام دئیے ہیں۔

۱۔ کتاب الحرارت

۲۔ کتاب الصحیفۃ الکبیر

۳۔ کتاب الصحیفۃ الصغیر

۴۔ وصیتہٗ الی ابنہٖ فی الصنعۃ

امیر معاویہ (۶۶۱ - ۶۸۰ء) کی خواہش پر ایک عیسائی عالم ابنِ آثال نے طب کی کچھ کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ مَروان بن حکَم (۶۸۳ - ۶۸۵ء) کے حکم سے ماسرجیس یہودی نے اَہرَن کی قرابادین کو عربی میں منتقل کیا۔ ہشام بن عبدالملک (۷۲۴ - ۷۴۳ء) کے میرمُنشی سالِم نے ارسطو کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا۔ اِسی خلیفے نے فارسی کا ایک شاہ نامہ بھی عربی میں منتقل کرایا تھا۔

عباسی خلفا نے دنیا کے ہر حصّے میں اپنے آدمی بھیجے جو کتابوں کے انبار لے کر واپس آئے۔ جہاں بھر کے حکما و علما دربارِ خلافت میں طلب ہوئے اور تصنیف و ترجمہ پہ مامور ہوئے۔ ان لوگوں نے تھیلز (پ ۶۴۰ ق م) سے لے کر بطلیموس (۱۵۱ء میں زندہ) تک کی تصانیف عربی میں منتقل کر ڈالیں، جالینوس و ارسطو کی شرحیں لکھیں۔ یونانیوں کی غلطیاں نکالیں، بطلیوس کے بعض مشاہدات پہ تنقید کی۔ اور نہایت محنت سے ستاروں کے مقام و حرکت کی فہرستیں بنائیں۔ خسوف و کسوف کے اسباب بتائے۔ زمین کی جسامت معیّن

کی کئی قسم کے اصطرلاب بنائے۔ علماء کے ساتھ بعض وزرا، اُمرا اور سلاطین بھی کتب خانوں اور رصد گاہوں میں جا بیٹھے۔ حکمتِ یونان کو جسے دنیا بھول چکی تھی، پھر زندہ کیا۔ قرطبہ سے سمرقند تک ہزاروں درسگاہیں قائم کیں۔[1] طلبہ کی کثرت کا یہ عالم تھا۔ کہ بقولِ ول ڈیورَان "جغرافیہ دانوں، مورخوں، منجموں، فقیہوں، محدثوں، طبیبوں اور حکیموں کے ہجوم سے سڑکوں پہ چلنا مشکل تھا۔"

سلاطین کی علم نوازی

علم و ادب کی تخلیق کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لیے برسوں کا مطالعہ، دیدہ ریزی، ایثار اور یکسوئی چاہیئے۔ جب تک ادیب فکرِ معاش سے آزاد نہ ہو۔ وہ لکھ نہیں سکتا۔ تخلیقِ ادب کے لیے یا تو حکومت کی سرپرستی چاہیئے۔ اور یا امرا و طبقۂ[2] کی طرف سے حوصلہ افزائی۔ یورپ میں ایک آدمی صرف ایک کتاب لکھ کر فکرِ معاش سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انگلستان کی مشہور شخصیت مسٹر چرچل (۱۹۶۲ء میں زندہ۔ عمر ۸۲ برس) کی کتاب "دوسری جنگِ عالمگیر کی تاریخ" کو ایک پبلشر نے ایک پونڈ فی لفظ کے حساب سے خرید ا تھا۔ لیکن ایشیا میں یہ صورت نہیں۔ یہاں ادیب کو روزی کا بھی دھندا کرنا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ کہ احمد شاہ بخاری (۱۹۵۸) جیسا فاضل اجل صرف ایک مجموعۂ مضامین (مضامینِ پطرس) لکھ سکا۔ سنا ہے کہ ایک یا دو انگریزی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا تھا۔ لیکن کہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر (۱۹۰۲-1951ء) کو کشاکشِ روزگار نے لکھنے کی فرصت ہی نہ دی۔ اُن کی صرف چند نظمیں کتابی صورت میں نکلیں۔ اور وہ بھی بعد از مرگ۔ اِس وقت پاکستان میں لاتعداد اہلِ قلم موجود ہیں۔ لیکن حکومت کی سرپرستی سے محروم۔ نتیجہ یہ۔ کہ اُن میں

---

[1] ایج آف فیتھ ص ۲۳۷

سے کوئی فلمی گیت لکھ رہا ہے۔ کوئی کلرکی کر رہا ہے۔ اور کوئی آوارہ گردی۔
آج سے ہزار سال پہلے صورتِ حالات مختلف تھی۔ اس دور کے سلاطین اہلِ علم کا شکار کھیلتے تھے اور جس طرح بھی بن پڑتا، انہیں اپنے ہاں بلالیتے تھے۔
جب سلطان محمودؒ غزنوی کو معلوم ہوا کہ خوارزم شاہی دربار میں البیرونی (۱۰۴۸ء) اور ابنِ سینا (۱۰۳۷ء) جیسے فضلا موجود ہیں۔ تو اس نے خاص قاصد بھیج کر انہیں طلب کیا۔ اور ساتھ ہی شاہ خوارزم کو دھمکی دی کہ اگر انہیں نہ بھیجا تو سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ محمود غزنوی کے دربار میں چار سو علما و شعرا تھے۔ یہی حال سلجوقیوں، عباسیوں، سامانیوں، خوارزمیوں اور دیلمیوں کا تھا۔ پروفیسر براؤن (تاریخ ادب فارسی کا مصنّف) محمود کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ وہ اہل علم کو "اغوا" کیا کرتا تھا۔ ہمارے تذکرے ایسے علما کے ذکر سے لبریز ہیں جو سلاطین و اُمرا سے قصائد و تصانیف پہ بے اندازہ انعام پاتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

۱۔ جبرئیل بن بختیشوعؑ۔ ہارون الرشید کا طبیبِ خاص اور چند کتابوں کا مصنّف تھا۔ اس کی سالانہ آمدنی یہ تھی۔

۱۔ سرکاری مشاہرہ	ایک لاکھ بیس ہزار درہم سالانہ
۲۔ یحییٰ بن خالد (۸۰۵ء) وزیرِ ہارون سے۔	چھ لاکھ " " "
۳۔ جائداد سے آمدنی	پندرہ لاکھ " " "
۴۔ عطیات	ایک لاکھ " " "
۵۔ جعفر بن یحییٰ (۸۰۳ء) سے	بارہ لاکھ " " "

لہ تاریخ الحکما۔ القفطی۔ بابُ الجیم

۶۔ فضل بن یحییٰ (۸۰۸ء) سے — چھ لاکھ
۷۔ دیگر اُمرا سے — دو لاکھ

میزان : تینتالیس لاکھ بیس ہزار

۲ ۔ ہارون[1] نے ایک شاعر مروان بن ابی حفصہ کو صرف ایک نظم سُن کر پانچ ہزار دینار (پچیس ہزار ڈالر) عطا کیے تھے۔

۳ ۔ ایک[2] روز نضر بن شمیل (۸۱۹ء) جو مشہور موجدِ عروض خلیل بصری کا شاگرد تھا، مامون کو سلام کرنے آیا۔ اور دورانِ گفتگو میں ایک ایسا ادبی چٹکلہ پیش کیا۔ کہ مامون پھڑک اٹھا اور اُسے پچاس ہزار درم بطورِ انعام دیئے۔

۴ ۔ اسی طرح ایک مرتبہ مامون ایک ادیب، کلثوم عتابی، کے چند جملوں سے اس قدر محظوظ ہوُا۔ کہ اُسے ایک ہزار دینار عنایت کیے :

۵ ۔ ایک[3] مرتبہ مامون نے قیصرِ روم کو لکھا۔ کہ وہاں کے ایک حکیم لیُو نامی کو دربارِ خلافت میں بھیج دیجیئے۔ اس کے عوض چالیس من سونا دیا۔ نیز دائمی صلح کا وعدہ کیا۔

۶ ۔ مامون[4] علمائے دار الحکمۃ کی تصانیف کو سونے میں تولتا۔ اور یہ سونا مُصنّف کو دے دیتا تھا۔

---

[1] المامون ۔ شبلی ص۱۲۲

[2] " ص۱۲۸

[3] " ص۱۱۸

[4] " " ص۱۱۵

۷ ۔ مامونؒ کے سامنے ایک شاعر محمد بن وُہَیب نے ایک قصیدہ پڑھا اور ہر شعر پہ ایک ہزار دینار انعام پایا۔[1]

۸ ۔ جب مامونؒ نے اپنے والد ہارون سے محل کی ایک خاص کنیز طلب کی ۔ تو ہارون نے کہا۔ کہ قیمت ادا کرو۔ پوچھا کتنی ؟ فرمایا۔ کہ ایک نظم لکھ کے لاؤ ۔

۹ ۔ ایک دفعہ خلیفہ ہشام (۲۴ ۷ ۔ ۲۴۳ ۷ء) کو ایک قصیدہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بڑی تلاش کی۔ لیکن نہ ملا۔ آخر حمّاد الراوی نے اسے سنایا۔ جس پر ہشام نے اُسے دو کنیزیں اور پچاس ہزار دینار صلہ دیا۔

خلفاء و ملوک کی یہی وہ قدر افزائی تھی۔ کہ اُس دور کے ایک ایک عالم نے کئی کئی سو کتابیں لکھیں۔ اِن علما کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ حُنین بن اسحاق (۷۷ ۸ء) نے جالینوس (۲۰۰ء) کی ایک کتاب تلاش کرنے کے لیے بغداد سے شام۔ فلسطین اور اسکندریہ تک پیدل سفر کیا۔ اور واپسی پر اُسے دمشق میں اس کتاب کا صرف ایک مقالہ ملا۔[2]

ہمارے اسلاف کی یہی وہ محنت، تلاش اور ہمّت تھی۔ جس نے ایشیا و یورپ ہر دو کو علوم و فنون سے بھر دیا۔ اور کائناتِ ارضی کے در و دیوار نورِ علم سے چمک اٹھے۔

---

[1] المامون ص ۱۳۷

[2] ایج آف فیتھ ص ۱۹۸

[3] المامون ص ۱۱۵

عربوں کی درس گاہیں

دنیائے اسلام میں ہزارہا مساجد تھیں اور ہر مسجد سے درسگاہ کا کام لیا جاتا تھا۔ ان مساجد کے علاوہ ہر بڑے شہر میں بڑے بڑے دار العلوم موجود تھے۔ مثلاً بغداد میں نظامیہ اور تیس دیگر کالج شیراز میں عضدیہ وغیرہ۔ جن میں ہزارہا طلبہ بیک وقت تعلیم پاتے تھے۔ جب سعدی (۱۲۹۱ء) نظامیہ میں داخل ہوئا۔ تو اُس وقت وہاں سات، ہزار طلبہ زیرِ تعلیم تھے۔ اور مزید تین ہزار کی ابھی گنجائش تھی۔ مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب (حالاتِ سعدی ص۶۷) میں لکھتے ہیں۔ کہ دار العلوم نظامیہ پورا ایک شہر تھا۔ لاتعداد کمرے اور ایک وسیع ہال جس میں دس ہزار انسان سما سکتے تھے۔ کالج میں قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی۔ ہیئت اور دیگر علوم کی تدریس کا پورا انتظام تھا۔ ایک شعبہ اجنبی زبانوں کا تھا۔ جہاں یونانی۔ عبرانی۔ لاطینی۔ سنسکرت اور فارسی پڑھائی جاتی تھی۔ تیر اندازی، تیغ بازی اور گھڑ سواری کی بھی مشق کرائی جاتی تھی۔

جب گیارھویں صدی میں اٹلی کا[1] ایک پادری پیٹر نامی حصولِ علم کے لیے سپین گیا۔ تو اس نے قرطبہ وغرناطہ میں ہر خطے کے طلبہ دیکھے۔ جن میں چند ایک انگریز بھی تھے۔ اساتذہ کا سلوک بیرونی ممالک کے طلبہ سے بڑا ہی فیاضانہ اور مشفقانہ تھا۔ خلیفہ کے محل میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں کتب کی تعداد چار لاکھ تھی۔ وہاں کاتبوں، جلد سازوں اور نقاشوں کا بھی ایک بہت

---

[1] معرکۂ مذہب وسائنس ص۳۰۰

بڑا گروہ تھا۔ جن کا نام کتابوں کو نقل کرنا اور جلد باندھنا تھا۔ خلیفہ کے درجنوں قاصد۔ دنیا بھر سے کتابیں جمع کرنے پہ مامور تھے۔

قرطبہ[1] کا ایک پادری الوارو لکھتا ہے کہ تمام تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان عربی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ عربی زبان و ادب سے آشنا ہیں۔ عربوں کی کتابیں ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ مطالعہ کے لیے عربوں کے کتب خانوں میں جاتے ہیں۔ اور شب و روز عربی ادب کے گُن گاتے رہتے ہیں۔ جب آری لک (فرانس) کا ایک معلم جیبرٹ[2] نامی (۱۰۱۰ء) سپین سے ریاضی و ہیئت سیکھ کر واپس گیا۔ تو اس کے رُفقا و طلبا اس کی معلومات سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔

جامعہ قرطبہ عربوں کی قدیم ترین یونیورسٹی تھی۔ جس کی بنیاد عبدالرحمان سوم (۹۱۲ - ۹۶۱ء) نے ڈالی تھی۔ اس میں یورپ، افریقہ اور ایشیا تک سے طلبہ آتے تھے۔ اس کی لائبریری میں چھ[3] لاکھ کتابیں تھیں۔ اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تیار ہوئی تھی۔ جب مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا گیا اور ان کی کتابیں جلا دی گئیں تو سپین کے بادشاہ فلپ دوم (۱۵۵۶ - ۱۵۹۸ء) کو لائبریری بنانے کا خیال آیا۔ پوری تلاش کے بعد اسے صرف اٹھارہ سو کتابیں ملیں۔ جن میں اسلامی کتب صرف نو سو تھیں۔ اسی لائبریری کا نام اِسکوریل لائبریری ہے۔ جو میڈرڈ میں قائم ہوئی تھی۔

---

[1] تشکیلِ انسانیت ص ۲۵۶۔

[2] ولادت ۹۴۰ء۔ پہلے اٹلی اور پھر فرانس میں معلم رہا۔ ۹۹۱ء میں بشپ اور ۹۹۹ء میں سلوسٹر دوم کے لقب سے پوپ بنا۔

[3] یہ تعداد صحیح ہے۔ کیونکہ اس کتب خانے کی فہرست اسکوریل لائبریری میں موجود ہے۔

کلُونی (فرانس) کا پیٹر آئیٹ (۱۲۸۰ء) لکھتا ہے[1]

"میں نے قیامِ ہسپانیہ کے دوران میں دیکھا۔ کہ فرانس - جرمنی اور برطانیہ کے طلبہ جوق درجوق عربوں کے علمی مراکز میں جمع ہو رہے ہیں"

عربوں[2] نے ایک درس گاہ طلیطلہ میں بھی قائم کی تھی۔ جہاں یورپ کے ہر حصے سے طلبہ آتے تھے۔ اس کالج سے بڑے بڑے اہلِ قلم نکلے۔ مثلاً رابرٹ (۱۱۴۰) جس نے قرآن اور خوارزمی (۸۴۴ء) کے الجبرا کو لاطینی میں منتقل کیا۔ مائیکل سکاٹ[3]، فریڈرک ثانی کا درباری، ڈینیل مارلے، مائیکل سکاٹ کا دوست اور ایڈل ہارڈ[4]۔ یہ تینوں انگلستان کے رہنے والے ہیں۔

سپین[5] کے علاوہ عربوں نے ماؤنٹ پیلیئر (فرانس) پڈوآ اور پیسا (دونوں اٹلی کے شہر) میں بھی درسگاہیں قائم کی تھیں۔ جہاں بُوعلی سینا (۱۰۲۷ء) اور ابوالقاسم بن عباس اندلسی (۱۰۷۰ء) کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، اِن ہی مدارس سے اٹلی کے دو مشہور سرجن فیلوپیئس (۱۵۶۲ء) اور ویسا لیوس ایک طبیب کارڈن نامی (۱۵۷۶ء۔ اٹلی) اور شہرۂ آفاق منجم گلیلیو (۱۶۴۲ء)

---

[1] تشکیلِ انسانیت صہ ۲۵۵

[2] میراثِ اسلام۔ آرنلڈ صہ ۲۰

[3] سکاٹ لینڈ کا رہنے والا ہے۔ پیدائش ۱۲۰۰ء ۔ ۱۲۱۷ء میں طلیطلہ کے دارالعلوم میں داخل ہؤا۔ سات برس بعد رومہ میں پہنچا۔ ۱۲۳۶ء تک سسلی میں رہا۔ اور ارسطو، ابن رشد نیز ہیئت اور اخلاق کی بعض عربی کتابیں لاطینی میں منتقل کیں۔

[4] بارھویں صدی کا برطانوی عالم۔ جس نے عربی میں کمال حاصل کرنے کیلئے شام کا سفر کیا تھا

[5] تشکیلِ انسانیت صہ ۲۶۲

نکلے تھے۔

عربوں کے کُتب خانے

صفحاتِ گزشتہ میں ضمناً یہ بات آچکی ہے۔ کہ قرطبہ میں خلفائے اُموی نے ستر دار الکتب قائم کئے تھے۔ ان میں سے ایک اتنا بڑا تھا۔ کہ اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تیار ہوئی تھی۔ اور اس میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ طرابلس کی لائبریری کا بھی ذکر آچکا ہے۔ جس میں تیس لاکھ کتابیں تھیں۔ وہ زمانہ ہی ایسا تھا کہ کتابوں کا شوق حدِ جنون تک پہنچا ہوا تھا۔ اور ہر لکھا پڑھا آدمی کتابوں کو نشانِ تہذیب سمجھ کر جمع کیا کرتا تھا۔ ہر مکتب و مسجد کے ساتھ لائبریری ہوتی تھی۔ علما، وزرا، اُمرا اور سلاطین کے ذاتی و سرکاری کتب خانے ان کے علاوہ تھے۔ مورّخ کا علم و مشاہدہ محدود ہوتا ہے۔ لاہور کے مورّخ کو کیا خبر کہ لاہور میں کس کے پاس کتنی کتابیں ہیں، ہمارے مورّخین نے بعض کتب خانوں کا حال لکھا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہو سکتی۔ بہر حال جو حالات ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ درجِ ذیل ہیں۔

۱ - ابنِ ندیم (۹۸۸ء میں زندہ) لکھتا ہے۔ کہ میں نے بغداد میں محمد بن حسین المعروف بہ ابن ابی بعرہ کا کتب خانہ دیکھا، اس میں شعرائے عرب کے قصائد، کتب حکایات، امام حسنؓ و حسینؓ اور امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی تحریرات دستاویزات و معاہدات نیز ابو عمرو الشیبانی اور ابو عمرو بن العلاء (۷۷۳ء) کی تصانیف تھیں۔ ابنِ خلکان[1] کی روایت ہے۔ کہ ابن العلاء نے عربی اشعار

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۸۶

اور خطبات کے اس قدر مجموعے جمع کیئے تھے۔ کہ اُن کا مکان چھت تک بھر گیا تھا۔

۲۔ مشہور محدث ابن شہاب الزہری (۱۲۴ھ) کی کتابیں اِس قدر تھیں کہ جب وہ ایک کتب خانے میں منتقل کی گئیں تو کئی خر اور خچر اِستعمال ہوئے۔[1]

۳۔ سلطان بہاء الدولہ دیلمی (۹۸۹ - ۱۰۱۲ء) کے وزیر ابونصر سابور بن اَرْدِشیر نے بغداد کے ایک محلے کرخ میں ایک کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس کے متعلق یاقوت حموی (۱۱۷۹ - ۱۲۲۹ء) کا بیان ہے[2]:

لَمْ یَکُنْ فِی الدُّنیا اَحْسَنَ مِنْھا

(کہ اس سے بہتر دنیا بھر میں کوئی کتب خانہ نہیں تھا)

۴۔ حماۃ (شام) کے والی ابو الفدا (۱۳۲۱ء) جو بحیثیت مورخ بہت مشہور ہے۔ کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں دو سو علماء و کاتبین کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مقرر تھے۔

۵۔ ۱۲۱۶ء میں یاقوت[3] (۱۲۲۹ء) شام کے ایک امیر ابو الفوارس عضد الدین کے ہاں گیا۔ اور اُس کے پاس ایک ایسا کتب خانہ دیکھا۔ جس کی کتابوں کی تعداد خود امیر کو بھی معلوم نہ تھی۔ ایک مرتبہ اُس نے چار ہزار کتابیں بیچ ڈالیں۔ با ایں ہمہ کتب خانہ ویسے کا ویسا نظر آتا تھا۔

۶۔ آخری عباسی خلیفہ[4] مستعصم (۱۲۴۲ - ۱۲۵۸ء) کے وزیر مؤید الدین

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۶۔

[2] معجم البلدان ج ۲ ص ۳۴۳

[3] معجم الادبا ج ۲ ص ۱۹۶

[4] الفخری ص ۲۴۴

ابوطالب محمد بن احمد المعروف بہ ابنُ العَلقَمی کی ذاتی لائبریری میں دس ہزار کتب تھیں۔ اسی وزیر کی فرمائش پر علامہ صغانی نے العباب (لغت) اور عبدالحمید ابن الحدید نے بیس جلدوں میں نہج البلاغۃ کی شرح لکھی تھی۔

۷۔ ابوکثیر[1] افرائیم بن الزفان، ایوبی سلطان نور الدین علی اَفضل (۱۱۸۶۔۱۱۹۶ء) کا طبیب تھا۔ اس کے پاس ایک عظیم و نایاب کتب خانہ تھا۔

۸۔ بہرام[2] شاہ بن عزّ الدین سلجوقی (۱۱۶۷۔۱۱۸۷ء) کے وزیر امین الدولہ ابوالحسن بن الغزّال نے کتابیں نقل کرنے کے لیے کئی کاتب اپنے کتب خانے میں رکھے ہوئے تھے۔

۹۔ اندلس کے ایک وزیر ابوجعفر احمد بن عباس نے کئی لاکھ کتابیں جمع کی تھیں۔ (السُّلوک۔ المقّری ج ۲۔ ص ۳۰۰)

۱۰۔ کوفہ کے مشہور امام اللغۃ احمد بن یحییٰ تعلب (۹۰۴ء) کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ (معجم الادبا، ج ۲، ص ۱۹۶)

۱۱۔ احمد بن محمد ابوبکر بن الجرّاح (۹۹۱ء) کی ذاتی کتابوں کی قیمت دس ہزار درہم تھی۔ (معجم الادبا، ج ۲، ص ۷)

۱۲۔ یحییٰ[3] بن معین (۸۴۸ء) کی وفات پر اس کے گھر سے ایک سو صندوق اور چار مٹکے کتابوں سے بھرے ہوئے نکلے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۵

[2] ، ، ، ، ص ۲۳۶ یہاں ابنِ سعد سے لغزش ہوئی ہے۔ بہرام شاہ طغرل شاہ (والی کرمان) کا بیٹا تھا۔ دیکھیے سلسلۂ سلاطینِ اسلام ترجمہ عباس اقبال ص ۱۳۰ پر شجرہ سلاجقہ

[3] وَفیاتُ الاَعیان ج ۲، ص ۲۱۴

۱۳ - جب[1] نصیر الدین طوسی (ہلاکو خان کا وزیر، وفات ۱۲۷۴ء) نے ایران کے ایک شہر مراغہ میں رصدگاہ قائم کی۔ تو ساتھ ہی ایک لائبریری بھی بنائی جس میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔

۱۴ - یاقوت[1] حموی (۱۲۲۹ء) نے مرو میں بارہ لائبریریاں دیکھیں۔ ایک میں بارہ ہزار کتب تھیں۔

۱۵ - خلفائے[2] فاطمی کے دار الکتب میں تقریباً چھ لاکھ کتابیں تھیں۔

۱۶ - جب نوح[3] بن منصور سامانی (۹۷۶ - ۹۹۷ء) نے صاحب بن عباد (۹۹۶ء) کو وزارت کی دعوت دی۔ تو اس نے چار سو اونٹ اپنی کتابیں اٹھانے کے لیے طلب کیے۔

۱۷ - المقری[5] کا بیان ہے۔ کہ ابوجعفر احمد بن عباس کے پاس چار لاکھ کتابیں تھیں۔

۱۸ - قطب[6] الدین عبد الکریم بن عبد النور الحلبی (۱۳۳۵ء) مصنفِ "قطب الدین" (تاریخی کتاب) لکھتا ہے۔ کہ اہلِ بغداد نے اس قدر کتابیں جمع کی تھیں۔ کہ جب مغلوں نے ان کتابوں کو دجلہ میں پھینکا تو ایک پشتہ سا بن گیا۔ جس پر لوگ پیدل چل سکتے تھے اور دریا کا پانی روشنائی گھلنے سے کالا ہو گیا تھا۔

---

[1] وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۲۹

[2] ایج آف فیتھ ص ۳۲۹

[3] کتاب الخطط والآثار - از مقریزی

[4] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۱۶۵

[5] نفح الطیب ج ۲ ص ۳۰

[6] تمدنِ عرب ص ۱۷۵

۱۹ - ایک[1] مرتبہ مامون (۸۱۳ - ۸۳۳ء) نے قیصر مائیکل دوم (۸۲۰ - ۸۲۹ء) سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ قُسطنطنیہ کا فلاں کتب خانہ بطلیموس (۱۵۱ئہ میں زندہ) کی کتاب اَلمَجسطی سمیت بغداد بھیجا جائے۔

۲۰ - حملۂ[2] تاتار کے وقت (۱۲۵۸ء) بغداد میں چھتیس سرکاری لائبریریاں تھیں۔ اور ہر تعلیم یافتہ کے پاس بھی کُتب کا خاصہ ذخیرہ تھا۔

۲۱ - اسلام کے مشہور[3] مورِخ اَلوَاقِدی (۸۲۲ء) کے گھر سے اس کی وفات پر کتابوں کے چھ سو صندوق نکلے تھے۔

عیسائیوں کے کُتب خانے

یہ تو تھی[4] مسلمانوں کی حالت۔ رہے عیسائی تو ۱۳۰۰ئہ میں ان کی سب سے بڑی لائبریری کینٹربری میں تھی۔ جس میں صرف پانچ ہزار کتابیں تھیں۔ دوسری کلُونی (فرانس) میں جہاں پانچ سو ستر کتابیں تھیں۔ یورپ کی کسی اور لائبریری میں سو سے زیادہ کتابیں نہیں تھیں۔ بارھویں[5] صدی کے ایک پادری عالم برنارڈ (۱۱۵۳ء) کی وفات پر اس کی لائبریری کو کھولا گیا۔ تو اس میں سے صرف چوبیس کتابیں نکلیں۔

کتابوں کی کمیابی کی ایک وجہ تو یہ تھی۔ کہ عیسائیوں میں لکھنے والے بہت کم تھے۔ اور دوسری یہ کہ ان کے ہاں کاغذ نہیں تھا۔ وہ چمڑے کی جھلی پہ لکھتے

---

[1] معرکۂ مذہب وسائنس ص۱۶۴

[2] ایج آف فیتھ ص۲۳۶

[3] " " "

[4] " " ص۹۰۹

[5] " " ص۹۰۰

تھے۔ جو اس حد تک مہنگی تھی۔ کہ ایک معمولی کتاب دو سو ڈالر (ہزار روپیہ) میں آتی تھی[1] اسی دور کا واقعہ ہے کہ یورپ کی ایک امیر خاتون کو پند و نصائح کی ایک کتاب دو سو بھیڑیں اور پانچ من غلہ دے کر خریدنا پڑی۔

اِن تفاصیل کا ماحصل یہ کہ عیسائی یورپ نے بارہ سو برس میں اندازاً دو سو کتابیں لکھیں اور ساٹھ لاکھ سے زیادہ جلا دیں۔

اِسلامی تہذیب کا اثر یورپ پر

اسلامی تہذیب نے حیاتِ مغرب کے ہر پہلو پہ اثر ڈالا۔ اُن لوگوں کے لباس بدل گئے۔ طور طریقے تبدیل ہو گئے۔ تعمیرات میں مشرقیت آ گئی۔ عورتوں کا احترام بڑھ گیا۔ اور انہوں[2] نے حریص نگاہوں سے بچنے کے لیے نقاب اوڑھ لیے۔ باقی کیا کچھ ہوا؟ تفاصیلِ ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ گو سسلی[3] کا پہلا نارمن بادشاہ راجر اول (۱۰۹۱ - ۱۱۰۱ء) مسلمانوں کا شدید دشمن تھا۔ لیکن اُس کا لباس اسلامی تھا۔ اس کے دربار میں مسلم علما و حکما بھرے ہوئے تھے۔ اور اس کے احکام عربی۔ یونانی اور لاطینی میں نکلتے تھے۔

یورپ میں کاغذ پہ پہلی تحریر راجر اول کی بیوی کا ایک حکم تھا۔ جو ۱۱۰۹ء

---

[1] ایج آف فیتھ ص ۹۰۰

[2] رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۲

[3] تمدنِ عرب ص ۲۸۰

میں عربی اور یونانی میں جاری ہوا تھا۔

۲۔ راجر دوم (۱۱۰۵ - ۱۱۵۴ء) کے اسلامی لباس پر عربی آیات و امثال لکھی ہوئی تھیں۔ مشہور جغرافیہ دان اَلادریسی (۱۱۶۶ء) اسی کے دربار میں رہتا تھا۔ مسلم سلاطین کی طرح اس کے ہاں بھی ایک حرم تھا۔ جس میں متعدد بیویاں اور کنیزیں تھیں۔ اِس کے سِکّے پر[1] یہ عبارت کندہ تھی :

اَلمُعْتَز بِاللهِ الملِك المُعَظَّم رجار الثانی

لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَشَرِيكَ لَهُ

راجر دوم کے بعد ولیم اوّل (۱۱۵۴ - ۱۱۶۶ء) تخت نشین ہوا۔ اس کے سکّے پر یہ عبارت لکھی تھی۔

اَلهَادُونُ بِاَمْرِ اللهِ الملِك المُعَظَّم

۳۔ سپین کا مشہور جغرافیہ دان ابنِ جُبیر (۱۲۱۶ء) ۱۱۸۴ء میں سِسلی پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ کے متعلق لکھتا ہے[2]۔

"سِسلی کا بادشاہ (ولیم۔ دوم) حیرت انگیز انسان ہے۔
اِس کے خواجہ سرا، باورچی، تمام خدمت گار، وُزرا اور دربان
سب کے سب مسلمان ہیں۔ اِس کا سرکاری نشان

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ حَقَّ حَمْدِهٖ

ہے۔ اور اس کے باپ (ولیم اوّل) کا

[1] تاریخ صقلیہ ج ۲ ص ۱۱۷ نیز رحلۃ ابن جُبیر ص ۳۳۲

[2] رحلۃ ابن جُبیر ص ۳۳۰

اَلحَمدُ لِلّٰہِ شُکرًا لِاَنعُمِہٖ

(خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے ہم اس کی حمد کرتے ہیں)

تھا۔ اُس کے محل کے زرکار (کپڑے پہ طلائی کام کرنے والا)
یحییٰ بن نتیان نے مجھے بتایا۔ کہ جو عیسائی لڑکیاں شاہی محل
میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ مسلم کنیزوں کی نیکی، پاکیزگی اور نماز
سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتی ہیں۔" (ملخص)[1]

۴۔ انگلستان (برطانیہ) کے ایک بادشاہ آفا (Offa) (۷۵۷-۷۹۶ء)
کا ایک سکہ اسلامی دینار کی شکل کا تھا۔ جس پر عربی حروف میں ایک عربی مثل کندہ
تھی۔ یہ سکہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔[2]

۵۔ اسی میوزیم میں نویں صدی کی ایک صلیب رکھی ہے۔ جس پر کوفی
خط میں لکھا ہے:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

۶۔ میلان (اٹلی) کے ایک کلیسا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر
کے گرد عربی حروف کا ایک ہالہ بنا ہوا ہے۔ اور پطرس و پال کی تصاویر
میں اُن کے لباس پر عربی عبارات ہیں۔[3]

۷۔ جرمنی کے ایک شہر نرنبرگ میں شاہانِ سسلی کی ایک ایسی
ریشمی چادر موجود ہے۔ جس پر ایک کتبہ کوفی حروف میں درج ہے۔ یہ چادر

۱۔ میراثِ اسلام ص۱۱۳
۲۔ " ص۱۱۳
۳۔
۴۔ تمدنِ عرب ص۴۸۶

۱۱۲۶ء میں تیار ہوئی تھی۔ یہ زنگین ہے۔ اور اس حقیقت پہ واضح شہادت ہے کہ مسلمان زنگ بنانا بھی جانتے تھے۔

۷۔ پوئی (فرانس) کے کلیسا کا دروازہ عربی کتبے سے آراستہ تھا۔ اور ناربون (فرانس) کی فصیل پر عربی تاج بنی ہوا تھا۔ عربوں کے کنگرے۔ چھجے اور مینار فرانس کے قلعوں، برجوں اور فصیلوں پہ آج بھی نظر آتے ہیں۔[1]

۸۔ جرمن امپرر فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء۔ ۱۲۵۰ء) کا دربار مشرقی طرز کا تھا وہی حرم، حاجب، خواجہ سرا۔ عربی لباس، دربار میں عرب علما کا ہجوم منقش ہال، باغات۔ فوارے۔ چڑیا گھر۔ علمی مسائل پہ بحثیں، اور عربی راگ عربی سازوں کے ساتھ۔ اگر کسی بادشاہ نے یورپ کو وحشت و بربریت سے نجات دلائی ہے تو وہ شارلیمان نہیں بلکہ فریڈرک تھا۔ اس نے مختلف مقامات پہ یونیورسٹیاں قائم کیں۔ سکرنو میں عربی طب کا مدرسہ کھولا۔ اور اپنے ایک درباری مائیکل سکاٹ کو ابنِ رشد کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا۔ اور ان کی نقول ہر درسگاہ میں رکھوائیں۔[2]

۹ - چودھویں صدی میں آکسفورڈ اور پیرس میں عربی لازمی قرار دی گئی -

۱۰ مسلمانوں کی علمی مساعی کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ میں جا بجا علمی مجالس قائم ہوگئیں۔ ان میں سے ایک لندن کی رائل سوسائٹی[3] تھی۔ جس کی بنیاد

---

[1] تمدنِ عرب ص ۵۱۶

[2] تشکیلِ انسانیت ص ۲۷۸ ۔ ص ۲۷۹

[3] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۶

...ک عالم میں پیدا ہو گئی۔ عوام پاپا کے مظالم کے خلاف مزار بن گئے۔ اور مارٹن لُوتھر نے جنم لیا۔

مارٹن لُوتھر

لُوتھر جرمنی کے ایک شہر ائزلیبن میں ۱۴۸۳ء کو پیدا ہُوا تھا۔ اس کے والدین غریب تھے۔ اس کا باپ سلیٹیں بناتا اور بیچتا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پہلے پادریت کی تربیت لی۔ اور پھر وٹن برگ یونیورسٹی میں لکچرار بن گیا۔ ۱۵۱۷ء میں پوپ نے وٹن برگ کے پادری کو جنت و مغفرت کے پروانے برائے فروخت بھیجے۔ تو لُوتھر نے نہ صرف اس "تجارت" کا مضحکہ اُڑایا۔ بلکہ اُس پادری کو مباحثہ کی دعوت بھی دی۔ پادری کے پاس اتنا علم کہاں کہ وُہ ایک "باغی" کو مطمئن کر سکتا۔ چنانچہ وہ مباحثہ سے بھاگنے لگا۔ اس پر لُوتھر نے پچانوے سوالات کا ایک پوسٹر تیار کیا۔ اور ۳۱۔ اکتوبر ۱۵۱۷ء کو گرجے کے دروازے پہ چسپاں کر دیا۔ اس پر پوپ بگڑا۔ اسے کافر و ملحد قرار دیا۔ نیز چند ایک غنڈے اس کی جان لینے کے لیے بھیجے۔ لیکن سیکسنی کے ایک سردار نے اُسے اپنے قلعہ میں رکھ لیا اور یوں اُس کی جان بچ گئی۔

لُوتھر کے عقاید یہ تھے:

۱۔ کہ ہدایت کے لئے صرف بائبل کافی ہے۔ اور روایات و پاپائی تفسیرات بیکار و گمراہ کُن ہیں۔

۲۔ کہ بائبل سے ہر شخص براہِ راست ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اور پادریوں کی وساطت محض تجارت ہے۔

۳۔ کہ پوپ کا منصب اِلحاد و لادینی ہے۔ اسے ختم کرنا چاہیئے۔

۴۔ کہ پروانۂ جنّت اور اسی قسم کے دیگر عقائد محض اباطیل وخرافات ہیں۔

۵۔ کہ فلاطون، ارسطو اور ابنِ رشد گمراہوں کے اِمام ہیں۔

۶۔ کہ پادریوں کا شادی نہ کرنا، سنتِ انبیا (ابراہیم۔ اسحاق۔ داؤد وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے خلاف ہے۔

۷۔ کہ رُہبانیت (یعنی ایذائے نفس، فاقہ کشی، کانٹوں اور میخوں پہ سونا، برف پہ مہینوں چلّہ کشی) خلافِ مذہب ہے۔

لُوتھر کی یہ سیدھی سادی باتیں لوگوں کو پسند آئیں اور وہ فوج درفوج اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ جب پوپ نے اپنے اِقتدار کو خطرے میں دیکھا۔ تو اُس نے حکومتِ فرانس کو گانٹھا۔ اور ۲۴ر اگست ۱۵۷۲ء کو فرانس میں پچاس ہزار پیروان لُوتھر قتل کر دیئے گئے۔ با ایں ہمہ یہ تحریک بڑھتی گئی۔ آج یورپ میں پروٹسٹنٹس کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہے اور پوپ کی حیثیت محض ایک نمائشی پروہت کی ہے و بس۔

لُوتھر ۱۸ر فروری ۱۵۴۶ء کو فوت ہوا۔ اور اُسی گرجے میں دفن ہوا۔ جس کے دروازے پر اُس نے پوسٹر لگایا تھا۔ وہ سوالات اس گرجے کے آہنی دروازے پر مستقلاً کندہ کر دیئے گئے ہیں۔ اور جس مقام پر لُوتھر نے پوپ کا فرمان پھاڑ کر پھینکا تھا۔ وہاں آج شاہ بلُوط کا ایک درخت ہے۔ لوتھر کے علمی کارنامے یہ ہیں:

۱۔ بائبل کا ترجمہ کیا۔

۲۔ چند مذہبی گیت لکھے۔

۳۔ ایک کتاب عیسائیوں کے فرائض پہ لکھی۔

۴۔ ایک کتاب میں، شرفا و امرا کو مخاطب کیا۔

۵۔ اور ایک میں یہودیوں کی بابل میں اسیری، کے حالات قلمبند کیے۔

سوال یہ ہے۔ کہ لوتھر میں یہ آزاد خیالی اور معقولیت کہاں سے آئی؟ اس کے دل میں رہبانیت اور پاپائیت کے خلاف کیسے نفرت پیدا ہوئی؟ اس کا جواب ایک ہی ہے۔ کہ اسلامی اثرات سے۔ اسلام ان تمام خرافات کا دشمن ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جرمنی کے تین بادشاہ ہنری ششم فریڈرک دوم اور مینفرڈ ۱۱۹۴ء سے ۱۲۶۶ء تک سسلی پہ حکمران رہے۔ جو اسلامی تہذیب کا گہوارہ تھا۔ فریڈرک عربی کا عالم اور اسلامی تہذیب کا گرویدہ تھا۔ اسی فریڈرک نے، لوتھر کی پیدائش سے سوا دو سو سال پہلے سلطان الکامل سے کہا تھا:۔

"سلطان کتنا خوش قسمت ہے کہ اُس کا کوئی پوپ نہیں۔"

پھر سات سو برس سے اسلامی علوم و فنون سپین۔ فرانس، اٹلی اور جرمنی کی درسگاہوں میں پڑھائے جا رہے تھے۔ لوتھر ان اثرات سے کیونکر بچ سکتا تھا۔ اس لیے اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔ کہ لوتھر کی اصلاحی تحریک اسلامی اثرات کا نتیجہ تھی۔ درست کہا تھا فرانس کے فلسفی وکٹر ہیوگو (۱۸۰۲ء ۱۸۸۷ء) نے:۔

"پہلے تمام دنیا یونانی تھی۔ اور اب عربی ہے"

۱؎ ۔ مراۃ الاسلام ص ۲۰۶

عربی کا اثر یورپی زبانوں پر !

عربی کا اثر جرمنی، اطالوی، یونانی، لاطینی اور فرانسیسی زبانوں پہ کیا اور کس حد تک پڑا۔ میں اس سے ناآشنا ہوں۔ کیونکہ ان زبانوں سے ناواقف ہوں۔ لیکن جب سپین سے ایک ہزار میل دُور کی زبان یعنی انگریزی میں عربی کے سینکڑوں لفظ دیکھتا ہوں۔ تو یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ کہ قریب کی زبانیں یعنی اسپینی، اطالوی، فرانسی اور جرمن زیادہ متاثر ہوئی ہوں گی۔ انگریزی کی چند مثالیں دیکھیے :

انگریزی	عربی	اُردو
جبرالٹر	جبل الطارق	جبل الطارق
اِنفلوئنزا	اِنزالُ الاَنف	ناک بہنا۔
اَرتھ	اَرض	زمین
بیس (Base)	بِئس	بُرا۔ خراب
کافن	کفن	کفن
سَیفران	زعفران	زعفران
شاؤٹ	صَوت	آواز
ماکری	مَکر	مکر
ایڈ	اَید	مدد۔ ہاتھ
ایڈمرل	اَمیرالبحر	سمندری فوج کا افسرِ اعلیٰ
اَالکیمی	الکیمیا	علم کیمیا

شاک	شق	صدمہ۔ ناگوار
کَیمَل	جَمَل	اونٹ
سورڈ	سیف	تلوار
لانس	نصال	نیزہ
ہارس	فرس	گھوڑا

ہسپانوی زبان میں پہاڑوں۔ دریاؤں اور وادیوں کے نام کے ساتھ عربی کا اَلْ آج بھی موجود ہے۔ مثلاً

عربی	ہسپانوی
وادیُ الرّملہ	Quďltar Roma
اَلْبُحَیرہ	Albucra
اَلْبرکہ (حوض)	Alverca
وادی الحجارہ	Quadal Ajara
وادی الکبیر	Quďdal Quivir

چند دیگر الفاظ

عربی	ہسپانوی	اردو
فندق	Fonda	ہوٹل
طاحونہ	Tahona	چکی
تجارت	Tarifa	تجارت
جَبَل	Jabalcus	پہاڑ
المنارہ	Almenara	مینار
اَلمرئیہ	Almeria	مینارِ روشنی

مالٹا میں مسلمان سنہ ۸۷۰ء میں پہنچے اور دو سو برس تک رہے۔ وہاں کی زبان میں آج بھی عربی کے ہزاروں الفاظ موجود ہیں۔ چند مثالیں :-

عربی	مالٹی	اُردو
خُبز	خُبز	روٹی
نبیذ	اِمبیت	شراب کی قسم
ماء	ماء	پانی
زَیت	زیت	تیل
مِلح	مِلح	نمک
طِفل	طِفل	لڑکا
دقیق	تفیق	باریک، مشکل
خیاط	حیاط	درزی

ہالینڈ[1] کے ایک فاضل موسیو ڈوزی (۱۸۸۳ء) نے اُن اندلسی اور پرتگالی الفاظ کا لغات تیار کیا تھا۔ جو عربی سے مشتق ہیں۔ یہی مصنف لکھتا ہے۔ کہ فرانسی اور اطالوی زبانوں میں لاتعداد عربی الفاظ داخل ہیں۔ انگریزی کے علم ہیئت اور اطالوی علم جہاز رانی کی اکثر اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں۔

عیسائیوں میں عربی علوم کا شوق

اہلِ یورپ عربوں کے شاندار علوم اور تابدار تہذیب سے اس حد تک

---

[1] تمدنِ عرب ص ۲۰۳

متاثر ہوئے۔ کہ عربی بولنے اور لکھنے پہ فخر کرنے لگے۔ سسلی کے فرمانروا ولیم دوم (۱۱۶۶ - ۱۱۸۹ء) اور فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) عربی کے عالم تھے۔ ولیم عموماً عربی میں گفتگو کیا کرتا تھا اور فریڈرک نے طول و عرض سلطنت میں ایسے مدارس کھول دیئے تھے۔ جہاں عربی لازمی تھی۔ جرمنی کی دو راہبات یعنی بل ڈی گراڈ (۱۱۷۹ء) اور یُوراس وِیٹا نے بڑی تعداد میں ایسے سکول کھولے۔ جن میں عربی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ اِن میں سے دو مدارس خاصے مشہور رہے۔ اوّل۔ فنجش سکول اور دوسرا ناربون (فرانس) کا بن عذرا سکول۔[1]

ولیم[2] فاتح برطانیہ (۱۰۶۶ - ۱۰۸۷ء) کے ہمراہ یہودیوں کی ایک خاصی تعداد فرانس سے برطانیہ میں پہنچی تھی۔ یہ لوگ عربی کے عالم تھے۔ انہوں نے انگلینڈ میں عربی مدارس کھولے۔ ایک آکسفورڈ میں جاری کیا۔ جہاں دو سو سال بعد راجر بیکن (۱۲۹۴ء) بحیثیتِ طالب العلم داخل ہوُا تھا۔ راجر بیکن بعد میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر مقرر ہوُا۔ یہ اپنے طلبہ سے کہا کرتا تھا کہ حقیقی علم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ عربی زبان ہے۔

ابراہیم[3] بن عذرا طُلَیطلہ کا ایک یہودی تھا۔ جو ۱۱۵۸ء میں لنڈن پہنچا۔ اور برسوں وہاں عربی میں درس دیتا رہا۔

---

۱ تشکیلِ انسانیت ص ۲۶۰

۲ " " "

۳ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

سپین[1] میں ریمنڈ نام کے دو عالم تھے۔ ایک ریمنڈ لل (۱۲۳۵-۱۳۱۵ء)
جس نے اسلامی علوم کی ایک درسگاہ قائم کی تھی۔ یہ عربی بولتا اور لکھتا
تھا۔ اس نے ایک کتاب عربی میں اسمائے الٰہیہ پہ لکھی تھی۔ اس پر عربوں
کا اتنا اثر تھا۔ کہ وہ عرب معلوم ہوتا تھا۔ دوسرا ریمنڈ مارٹن، جو طلیطلہ کے سکول
آف اورینٹل سٹڈیز کا تعلیم یافتہ تھا۔ یہ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ فلسفہ وغیرہ کا
فاضل تھا۔ اس نے امام غزالی (۱۱۱۱ء) کی کتاب تہافۃ الفلاسفہ کا خلاصہ
اپنی کتاب Pugio Fidei میں پیش کیا تھا۔ مارٹن کی اس کتاب
اور سینٹ طامس کی کتاب سُمّہ (Summa) کے موضوع و دلائل
میں اس قدر مشابہت ہے۔ کہ ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتی ہیں۔ خدا
روح، نظامِ کائنات اور آخرت کے متعلق طامس کے سارے دلائل غزالی
سے ماخوذ ہیں۔

ہسپانوی خلیفہ[2] الحکم۔ دوم (۹۶۱-۹۷۶ء) کے زمانے میں بشپ گوبماد
نے عربی زبان میں تاریخ یورپ لکھی۔ اور پادری ہیرب نے ایک عربی تقویم
کا ترجمہ کیا۔ ان دونوں نے اپنی کتابیں خلیفہ الحکم کے نام منسوب کی تھیں۔
سپین[3] کا بادشاہ الفونسو۔ دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۴ء) عربی علوم کا بڑا سرپرست
تھا۔ یہ خود بھی مصنف تھا۔ اس نے حضور صلعم کے سوانح حیات لکھے۔ لعل وگہر
کے خواص اور شطرنج پر بھی ایک ایک کتاب لکھی۔ نیز ہسپانوی شاعری کا
ایک مجموعہ تیار کرایا جو اسکوریل کے کتب خانے میں موجود ہے۔

---

[1] میراث ص۲۷۲
[2] تشکیلِ انسانیت ص۲۷۳
[3] میراث ص۲۱

ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ ۱۲۲۴ء میں فریڈرک دوم نے نیپلز میں ایک یونیورسٹی بنائی تھی۔ جس میں ابنِ رُشد کا فلسفہ اور ارسطو کے عربی تراجم بطورِ نصاب پڑھائے جاتے تھے۔ اور اس کے دار الکتب میں عربی کی کتابیں بڑی تعداد میں تھیں۔ اسی طرح[1] کا ایک ادارہ ۱۱۳۰ء میں طلیطلہ کے بشپ ریمنڈ نے قائم کیا۔ اس میں عربی و لاطینی کے بڑے بڑے عالم جمع کیے۔ ان کا کام تدریس کے علاوہ ترجمہ بھی تھا۔ یہ ادارہ تین صدیوں تک جاری رہا۔ ان علماء نے ابنِ رُشد، رازی، سینا، وغیرہ کے علاوہ ارسطو، بقراط، جالینوس اُقلیدس، اَرشمیدس اور بطلیموس کے عربی تراجم لاطینی میں منتقل کیے۔ ان تراجم کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی۔

پُرتگال کے پرنس ہنری[2] (۱۳۹۴ - ۱۴۶۰ء) نے ایک عظیم بحری اکاڈمی قائم کی تھی۔ جس میں تدریس و تربیت کے لیے عرب اور یہودی علماء مقرر ہوئے تھے۔ اسی درس گاہ سے واسکوڈی گاما (۱۵۲۴ء) نے تعلیم حاصل کی تھی۔ جو پرتگال سے چل کر ہندوستان میں پہنچا تھا اور غالباً یہ پہلا یورپی ملاح ہے۔ جس نے یورپ سے ہندوستان جانے کا راستہ معلوم کیا تھا۔

موسیو لیبان[3] لکھتا ہے۔

"یورپ میں پندرھویں صدی میں کوئی ایسا مصنف نہیں تھا جو عربوں کا ناقل نہ ہو۔ راجر بیکن، پادری طامس، البرٹ

---

[1] تمدنِ عرب ص۵۱۴

[2] تشکیلِ انسانیت ص۳۶۳

[3] تمدنِ عرب ص۵۱۵

بزرگ اور الفونسو دہم وغیرہ یا تو عربوں کے شاگرد تھے۔ یا ناقل۔ البرٹ بزرگ نے جو کچھ پایا، ابنِ سینا سے پایا۔ اور سینٹ طامس نے اپنا فلسفہ ابنِ رُشد سے لیا۔"

(تلخیص)

پانچواں باب

اِسلامی عُلوم و فنون

ہر چند کہ ہمارے باہمت اَسلاف نے تصانیف کے انبار لگا دیئے
تھے۔ کتنے ہی ایسے تھے۔ جنہوں نے سو یا سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔
امام غزالی (١١١١ء) دو سو ابنُ العَربی (١٢٤٠ء) اڑھائی سو ابنِ تیمیہ پانچ سو۔
جلال الدین سیُوطی (١٥٠٥ء) ساڑھے پانچ سو اور ابنِ طُولون دمشقی (١٥٤٦ء)
ساڑھے سات سو کتابوں کے مُصنّف تھے۔ لیکن آج ہمیں ان کتابوں کے نام
تک معلوم نہیں۔ دوسری طرف یورپ کی لائبریریوں میں ان کتابوں کے انبار
لگے ہوئے ہیں۔ ہالینڈ کی ایک فرم ای جے۔ بَرل کی فہرستوں میں کئی ہزار
عربی کتابوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہزار کے قریب صرف تاریخ پر ہیں۔
پاکستان میں شاید ابنِ قُتَیبہ کے نام سے بھی کوئی آشنا نہ ہو۔ لیکن بَرل کی
فہرست میں۔ اس کی دس کتابیں درج ہیں۔ مثلاً کتابُ المعارف، کتابُ المَیسر،
عُیونُ الاَخبار، کتابُ الاَنواع وغیرہ۔ اسی فرم نے غزالی کی چوبیس، فارابی
کی بارہ، رازی کی چار، ثَعلبی کی چھ، جلال الدین، سُیوطی کی چودہ، بوُعلی سینا
کی سترہ، ابنِ تیمیہ کی سات، مشہور مؤرخ طَبَری کی تین، ثابت بن قُرّہ کی دو،
شَعرانی کی چھ، ابنِ رُشد کی بارہ، اَلقزوینی کی چھ، اَلقِفطی کی دو، ابنِ حَزم
کی گیارہ، الجاحظ کی دس۔ علامہ ذہبی کی چھ، اَلبِشیری کی سات اَلبیرُونی کی

چار اور ابنؒ العربی کی سات کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت کس قدر افسوسناک ہے۔ کہ وہ مسلمان جو ساری کائنات کے لیے معلّمِ کتاب و حکمت بن کر آیا تھا۔ آج جہالت کی دَلدل میں تا بفرق ڈوبا ہوا ہے، عراق۔ شام۔ جارڈن۔ یمن۔ سوڈان۔ لیبیا۔ تونس۔ الجیریا۔ مراکش، ترکی۔ ملایا۔ افغانستان اور انڈونیشیا میں آج ایک بھی مُفکّر اور کام کا مصنّف موجود نہیں۔ ایران، مصر اور پاکستان میں چند اہلِ قلم موجود ہیں۔ لیکن ابنائے زمانہ کی ناقدری اور حکومتوں کی بے اعتنائی کی وجہ سے ان کی حالت بے حد قابلِ رحم ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہو جاتا کہ کوئی اِسلامی حکومت اپنے اسلاف کے علمی ذخائر ہی جمع کر لیتی۔ تو پھر اُن سے استفادہ کے مواقع بھی نِکل سکتے تھے۔ لیکن بُرا ہو اِس مغربی تہذیب کا۔ جس نے نہ صرف ہمیں اپنے بزرگوں کے علوم سے بیگانہ بنا دیا۔ بلکہ مذہب تک سے متنفر کر دیا ہے۔

ہمارے بزرگوں کی کتابیں کتنی تھیں۔ اور کس کس موضوع پہ تھیں۔ ہمیں تفصیلاً معلوم نہیں۔ اور معلوم بھی کیسے ہو۔ کہ تاتاری اور عیسائی درندوں نے ہماری کئی کروڑ کتابیں جلا دیں۔ اور جو بچ گئیں۔ وہ آج لنڈن، پیرس ہالینڈ۔ جرمنی۔ سپین اور اٹلی میں مُقفّل ہیں۔ یورپ سو برس تک اِسلامی ممالک پر مُسلّط رہا۔ اِس دوران میں وہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہر مُلک سے کتابیں نکال کر اپنی لائبریریوں میں بھرتا رہا۔ ۱۹۲۸ء کا ذکر ہے۔ کہ میں نے ایک ہندو بزّاز سے کپڑا خریدا۔ جب قیمت ادا کرنے لگا۔ تو وہ بول اٹھا: "برق صاحب! اگر آپ عربی یا فارسی کی قلمی کتابیں مُہیّا کر سکیں، تو ایک، روپیہ فی کتاب کے حساب سے کپڑے کی رقم کم کر دوں گا۔" میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ عربی کتابیں تمہارے کس کام کی ہیں؟ کہنے لگا کہ "میں انگلستان سے براہ راست کپڑا منگاتا ہوں۔

ایجاد و صنعت

کاغذ: یورپ پر عربوں کا سب سے بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے۔ کاغذ کے اصلی موجد چینی تھے۔ انہوں نے کاغذ کا ایک کارخانہ سمرقند میں بھی قائم کیا تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سمرقند کو فتح کیا۔ تو وہاں سے یہ صنعت لے لی۔ اہلِ چین ریشمی کیڑے کے خول سے کاغذ بناتے تھے۔ عرب پرانے کپڑوں اور کپاس کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ ۷۹۴ء کو بغداد میں قائم ہوا۔ یہ ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد یہ صنعت سلطنت کے دیگر بڑے شہروں مثلاً دمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز خراسان، مراکش۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔ سسلی وغیرہ میں پہنچی۔ یہ صنعت کس ملک میں کب پہنچی۔ جدول ذیل دیکھیے:

ملک	کب پہنچی	ملک	کب پہنچی
۱۔ چین۔ موجد	۱۰۵ء	۲۔ بغداد	۷۹۴ء

۸۔ ایج آف فیتھ — ول ڈیورانٹ

۹۔ المامون — شبلی

۱۰۔ میراث عرب — امین فارس

۱۱۔ فلسفہ و تہذیب — چارلس۔ اے۔ مور

۱۲۔ ہسٹری آف دی مورش امپائر — ایس۔ پی۔ سکاٹ

۱۳۔ تاریخ صقلیہ — سید ریاست علی ندوی

اور وہاں کے ڈیلرز نقدی کی جگہ ایسی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں"۔
تو یُوں ہماری بچی کھچی کتابیں یورپ میں چلی گئیں۔ اور ہم اُن سے یوں محروم ہو گئے۔ کہ آج پاکستان جیسی وسیع سلطنت میں ان کتابوں کا ایک فیصد بھی موجود نہیں۔ وُہ لوگ ہمارے علوم کو اساس بنا کر علم و حکمت کے آفتاب بن گئے۔ اور ہم اُن سے کٹ کر جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے۔ اور ستم یہ۔ کہ ہم اِس حال پہ قانع ہیں۔

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں وُہ اِک جلوۂ شرر کے لیے

(اقبال بہ ترمیم)

اِن حالات میں تفصیلاً یہ بتانا ناممکن ہے۔ کہ ہمارے اَسلاف نے کیا کچھ لکھا تھا۔ ان کی کتنی تخلیقات یورپ میں پہنچیں۔ اور کس کس زبان میں کتنے تراجم ہوئے۔ تاہم مختصراً چند معروضات[1] پیش کرتا ہوں۔

---

[1] یہ تفاصیل اِن مآخذ سے لی گئی ہیں۔

۱۔ معرکۂ مذہب و سائنس ۔ ڈاکٹر ڈریپر
۲۔ تشکیلِ انسانیت ۔ رابرٹ بریفالٹ
۳۔ تمدّنِ عرب ۔ موسیو لیبان
۴۔ دی عربس ۔ فلپ ہٹی
۵۔ تہذیبِ اسلامی ۔ پکتھال
۶۔ تاریخ ادبِ عربی ۔ پروفیسر نکلسن
۷۔ میراثِ اسلام ۔ پروفیسر آرنلڈ و الفریڈ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایجاد و صنعت

کاغذ : یورپ پر عربوں کا سب سے بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے۔ کاغذ کے اصلی موجد چینی تھے۔ انہوں نے کاغذ کا ایک کارخانہ سمرقند میں بھی قائم کیا تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سمرقند کو فتح کیا۔ تو وہاں سے یہ صنعت لے لی۔ اہلِ چین ریشمی کیڑے کے خول سے کاغذ بناتے تھے۔ عرب پرانے کپڑوں اور کپاس کو بھی اِس مقصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ ۷۹۴ء کو بغداد میں قائم ہوا۔ یہ ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد یہ صنعت سلطنت کے دیگر بڑے شہروں مثلاً دِمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز خراسان ، مَراکُش۔ قُرطُبہ۔ غرناطہ۔ سسلی وغیرہ میں پہنچی۔ یہ صنعت کِس مُلک میں کب پہنچی۔ جدول ذیل دیکھیے :

مُلک	کب پُہنچی	مُلک	کب پُہنچی
۱۔ چین۔ مُوجد	۱۰۵ء	۲۔ بغداد	۷۹۴ء

۸۔ ایج آف فیتھ — وِل ڈیورَان

۹۔ المامون — شبلی

۱۰۔ میراثِ عرب — ابن فارس

۱۱۔ فلسفہ و تہذیب — چارلس۔ اے۔ مُور

۱۲۔ ہسٹری آف دی مُورش امپائر — ایس۔ پی۔ سکاٹ

۱۳۔ تاریخ صقلیہ — سید ریاست علی ندوی

۳۔ مصر	۸۰۰ء	۶۔ اٹلی	۱۱۵۴ء
۴۔ سپین	۹۵۰ء	۷۔ جرمنی	۱۲۲۸ء
۵۔ قُسطَنطِنیہ	۱۱۰۰ء	۸۔ برطانیہ	۱۳۰۹ء

عرب تاجروں کی بدولت مکّہ میں کاغذ ۷۰۰ء سے بھی پہلے پہنچ گیا تھا۔

یورپ میں کاغذ سے پہلے کتابیں چمڑے کی جھلی پہ لکھی جاتی ہیں۔ اور وُہ اس قدر مہنگی ہوتی تھیں۔ کہ اٹلی کی ایک امیر خاتون کو ایک چھوٹی سی کتاب کے لیے دو سو بھیڑیں اور پانچ من غلّہ دینا پڑا تھا۔ اسی طرح جب فرانس کے بادشاہ لُوئیس یازدہم (۱۴۶۱ - ۱۴۸۳ء) کو پیرس کی یونیورسٹی سے رازی کی چند طبی تصانیف عاریتہً لینا پڑیں۔ تو اُس نے ایک امیر کو ضامن بنایا۔ نیز ایک بہت بڑی رقم جمع کرائی۔

یورپ میں کاغذ پہ پہلی تحریر راجر اول کی بیوی کا ایک حکم ہے۔ جو ۱۱۰۹ء میں جاری ہُوا تھا۔ لیکن موسیو لیبانؔ لکھتا ہے۔ کہ کاغذ پہ پہلی تحریر ایک کتاب تھی جو ۱۰۰۹ء میں لکھی گئی تھی اور جو اِسکوریل کے کتب خانے میں محفوظ ہے یہ کاغذ عربوں سے خرید اگیا تھا۔

قطب نما

قطب نما عربوں کی ایجاد ہے۔ یہ آلہ قرونِ اُولیٰ کے تمام تجارتی و جنگی جہازوں میں لگا ہُوا تھا۔ یہ اسی کے رہنمائی کا کرشمہ تھا کہ ہمارے جہاز جدہ سے چین تک جاتے تھے۔ جب ہم نے یہی چیز یورپ کو دی۔ تو اُس کا کولمبس بحرِ اطلس کی لہروں کو چیر کر امریکہ جا پہنچا۔ اور واسکو ڈی گاما ہندوستان تک نکل گیا۔

۱؎ تمدنِ عرب صفحہ ۴۳۸

بارُود مسلمان صدیوں سے بارود استعمال کر رہے تھے۔ سسلی اور سپین کی صنعت گاہوں میں دیگر اسلحۂ جنگ کے ساتھ ایک مسالہ بوتلوں میں بھرا جاتا تھا۔ جنہیں سنگ انداز مشینوں کی مدد سے دشمن پر پھینکا جاتا تھا اہلِ چین آتش باری کے لیے شورے سے کام لیتے تھے۔ لیکن عرب بارود استعمال کرتے تھے۔ یہ توپیں بھی بنا سکتے تھے۔ توپ[1] کو سب سے پہلے افریقہ کے ایک سردار یعقوب نے ۱۲۰۵ء میں استعمال کیا تھا۔ ۱۲۷۳ء میں ابو یوسف یعقوب سلطانِ مَرّاکُش (۱۲۵۸ - ۱۲۸۶ء) نے بھی مراکش کے ایک شہر سجلماسہ کے محاصرے میں توپوں سے کام لیا تھا۔ یورپ کے تاریخ نگار راجر بیکن کو بارُود کا موجد سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ دعوےٰ سراسر بے بنیاد ہے۔ بیکن[2] نے بارود سازی ایک کتاب اَلنِّیرانُ المُحْرِقَۃُ (جلانے والی آگیں) سے سیکھی تھی۔ جو کسی عرب نے لکھی تھی۔

کلاک اور گھڑیال ہارون الرشید (۷۸۶ - ۸۰۹ء) اور شارلیمان (۷۶۸ - ۸۱۴ء) کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔ ایک دفعہ ہارون نے شارلیمان کو چند تحائف بھیجے۔ جن میں ایک کلاک بھی تھا۔

آپ صفحاتِ گزشتہ میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ جب فریڈرک دوم (۱۲۱۲-۱۲۵۰ء) صلیبی افواج کو لے کر فلسطین پہنچا۔ اور سلطان الکامل (۱۱۹۹ - ۱۲۱۸ء) کے خلاف صف آرا ہوا۔ تو الکامل نے اِس بنا پر کہ فریڈرک اسلامی تہذیب کا دِل دادہ ہے۔ اِس کا بڑا احترام کیا۔ اور واپسی پر بیش قیمت تحائف سے

---

[1] تمدنِ عرب صـ۴۴۰

[2] " " صـ۴۴[illegible]

نوازا۔ جن میں ایک کلاک بھی تھا۔ اس میں شمس و قمر حرکت کرتے اور طلوع و غروب کا منظر دکھاتے تھے۔ نیز ہر گھنٹے کے بعد ٹن ٹن کی آواز آتی تھی۔

دِمشق کی مسجد میں ایک ایسی گھڑی آویزاں تھی۔ جس کے ڈائل پہ تانبے کے دو شاہباز بنے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی ایک پیالی میں تانبے کی گولیاں رکھی تھیں۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہوتا۔ تو یہ باز حرکت میں آتے۔ جُھک کر چونچ سے گولی اٹھاتے۔ اور باری باری ایک اور پیالی میں ڈالتے جاتے۔ جس سے ٹن ٹن کی آواز پیدا ہوتی۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہ باز سو جاتے اور چند نئے پرزے کام کرنے لگتے۔ اس گھڑی پر نیم دائرہ کی شکل میں بارہ سوراخ تھے۔ جن پر شیشہ لگا ہوُا تھا۔ اور اوپر ایک سے بارہ تک ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ اندر ایک چراغ گھومتا رہتا تھا۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہو جاتا۔ تو وہ ایک سوراخ کے سامنے آکر تھوڑے سے وقت کے لیے رک جاتا۔ کمال کی بات یہ ہے۔ کہ وُہ ہمیشہ صحیح سُوراخ کے سامنے رُکتا۔ اور وقت بتانے میں کبھی غلطی نہ کرتا۔

پَلرمو (سسلی) میں مسلمانوں نے ایک چشمے پر ایک ایسا گھڑیال بنایا تھا۔ جو صرف اوقاتِ نماز پہ بجتا تھا۔ اور اس کی آواز کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔

ایران کے ایک فاضل ابنِ رضوان نے ۱۲۰۳ء میں ایک کتاب لکھی جس میں ایک ایسی پَن گھڑی کا ذکر کیا ہے جو اس کے والد نے دمشق میں بنائی تھی۔ ۱۲۰۶ء میں ایک اور فاضل اَلجزری نے گھڑیوں اور مشینوں پہ پوری کتاب لکھی تھی۔

دارُالصناعۃ مسلمانوں نے سسلی۔ سپین۔ دمشق اور تُونس میں ایسے کارخانے قائم کیے تھے۔ جن میں تیر سے توپ تک تمام اسلحہ

بنتا اور سمندری جہاز تیار ہوتے تھے۔ امیر معاویہ کا سمندری بیڑہ بارہ سو اور اغالبہ کا کئی ہزار جہازوں پہ مشتمل تھا۔ اور ان کی اجازت کے بغیر کسی سلطنت کا کوئی جہاز بحیرۂ روم میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

عینک۔ طیّارہ اور میزان الوقت

ول ڈیوران[1] لکھتا ہے۔ کہ سپین کے ایک مُسلم سائنس دان ابن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دُنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اوّل عینک کا شیشہ۔ دوم وقت بتانے والی گھڑی جو کھیلوں اور دوڑوں میں استعمال ہوتی ہے۔ سوم ایک مشین جو ہوا میں اُڑ سکتی تھی۔

متفرّق ایجادات

خلیفہ المقتدر عباسی کے حوض میں مصنوعی سنہری درخت پر ایسی چڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ جو ہوا چلنے پہ گاتی تھیں۔ الحمرا میں ایسے فوارے تھے۔ جن سے پانی کے ساتھ گیت بھی نکلتے تھے۔ سپین میں ایک پریس[2] تھا۔ جس پر عبدالرحمان۔ اوّل (۷۵۶ - ۷۸۸ء) کے احکام چھپتے تھے۔ اموی خلفا نے پہاڑی چشموں کا پانی دِمشق کے ہر گھر میں پونچا دیا تھا۔ سسلی میں ایسی مشینیں تھیں۔ جو کنوئیں کا پانی بلندی پہ پہنچاتی تھیں۔ وہ لوگ دریاؤں پہ پُل بھی باندھ سکتے تھے۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں دریائے دجلہ پہ جو سات سو پچاس فٹ چوڑا ہے۔ تین پُل تھے[3]۔ انہوں نے معادن کو پگھلانے کے لیے بھٹیاں اور حمام بائی کے لیے گرم

ا۔ ایج آف فیتھ صفحہ ۲۹۸

۲۔ دی عربس صفحہ ۱۳۷

۳۔ ایج آف فیتھ صفحہ ۲۲۶

لگائے۔ ہر قسم کی مٹھائیاں، مشروبات اور ادویہ بنائیں۔ زمین سے مختلف ستاروں کا فاصلہ معلوم کرنے کے لیے خاص آلات ایجاد کیے۔ بھاری چیزوں کو بلندی تک پہنچانے کے لیے کلیں بنائیں۔ شیشہ سازی، قالین بافی، چمڑا رنگنے، چینی کے رنگین برتن اور فانوس بنانے میں کمال حاصل کیا۔ موسیو لیبان لکھتے ہیں کہ سسلی میں ایک نارمن امیر رابرٹ وِسکرڈ کو ایک ایسی مورتی ملی۔ جو سنگ مرمر کے چبوترے پر نصب تھی۔ اس کے سر پہ کانسی کا تاج تھا۔ اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "یکم مئی کو غروبِ آفتاب کے وقت میرے سر پہ سونے کا تاج ہوگا۔" کوئی شخص اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ جب یہ بات ایک مُسلم قیدی تک پہنچی۔ تو اس نے پیغام بھیجا۔ کہ اگر مجھے چھوڑ دو تو میں اس مُعمہ کو حل کر دوں گا۔ رابرٹ نے اُسے آزاد کرا لیا۔ اُس نے کہا۔ کہ یکم مئی کو وہ جگہ کھودی جائے۔ جہاں وقتِ غروب اس مورتی کے سر کا سایہ پڑ رہا ہو۔ وہاں سے خزانہ نکلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہاں سے زر و جواہر کے صندوق برآمد ہوئے۔

اُس دَور میں چند شہر اپنی مصنوعات کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ موصل کی ململ، دمشق اور طلیطلہ کی تلواروں، عدن کے اُونی کپڑے، حلب کے شیشے رے کے رنگین برتنوں، رَقہ کے صابن، ایران کے قالینوں اور نیشاپور کے عِطر کا دُور دُور تک چرچا تھا۔ بعض کاریگر ایسی اعلیٰ چیزیں بناتے تھے۔ جنہیں بڑے بڑے امرا بھی نہیں خرید سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید کا وزیرِ اعظم یحییٰ بن خالد برمکی (۸۰۵ء) بازار سے گذر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک چھوٹے

لہ تمدنِ عرب ص ۳۰۲

سے مُرصع صندوقچے پر پڑی۔ اُسے بے حد پسند آیا اور خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قیمت پہ اتفاق نہ ہو سکا۔ یحیٰی ستر لاکھ[1] درم دیتا تھا اور دکاندار زیادہ مانگتا تھا۔

مسلمانوں نے صنعت وحرفت پہ کافی کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن آج ان کا نام ونشان تک موجود نہیں۔ صرف چند نام باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً الوالفیض اسمٰعیل بن الرزاق کی الکتابُ فی معرفۃ حِیَلِ الہندسیّۃ۔ جو ۱۲۰۶ء میں لکھی گئی تھی۔ اَلخازنی (۱۲۰۰ء) کی میزانُ الحکمۃ اور الخوارزمی (۹۴۸ء) کی کتاب الصنائع جس میں ایک سو صنعتوں کا ذکر ہے۔

مہِ نَخشَب

ہمارے شعری ادب میں مہِ نخشب کا ذکر بار بار آتا ہے۔ نَخشب ترکستان میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ جہاں حکمؔ بن ہاشم نے دعوائے نبوّت کے بعد ڈیرے جالیے تھے۔ اس نے ایک چاند بنایا۔ جو غروبِ آفتاب کے معاً بعد نخشب کے ایک کنویں سے نکلتا۔ اندازاً سو مربع میل رقبے کو رات بھر مُنوّر کرتا اور طلوعِ آفتاب سے عین پہلے ڈوب جاتا۔ کمالِ صنعت یہ تھا۔ کہ موسم کوئی ہو۔ جونہی سورج کا آخری حصّہ نہاں ہوتا۔ وُہ چاند نکل آتا تھا۔ آدھی رات کو عین سر پہ آجاتا۔ اَور پھر رفتہ رفتہ اِس رفتار سے واپس جاتا۔ کہ آخری کِنارہ غائب ہوتے ہی سُورج نکل آتا۔ جب تک یہ چاند باقی رہا۔ سورج سے کبھی اس کا سامنا نہ ہُوا۔ غالب کیا مزے کا شعر کہتے ہیں۔

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اُس کے برابر نہ ہُوا تھا

---

[1] ایج آف فیتھ ص ۲۰۸

مطلب یہ کہ دستِ قضا یعنی خدا نے سورج کو حکم دے دیا۔ کہ جاؤ۔ مہِ نخشب کی طرح نکلو اور ڈوبو اور صورت یہ تھی۔ کہ ابھی وہ حُسن و جمال میں میرے محبوب کے برابر نہ ہُوا تھا۔

حکَم بن ہاشم کے منہ پر زخمِ تیغ کا ایک گہرا نشان تھا۔ جسے چھپانے کے لیے وہ برقع اوڑھتا تھا۔ اور اسی لیے اَلمُقنّع (برقع پوش) کے نام سے مشہور تھا۔ جب اس کا فتنہ حد سے بڑھ گیا۔ تو خلیفہ مہدی عباسی (۷۷۵ - ۷۸۵ء) نے مُسَیّب بن زُہَیر کی کمان میں ایک فوج ترکستان کی طرف بھیجی۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ بچنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہی تو اُس نے اپنے تمام اہل و عیال کو شراب میں زہر پلا دیا۔ اور خود تیزاب کے مٹکے میں غوطہ لگا کر تحلیل ہو گیا۔ تیزاب اتنا تیز تھا۔ کہ اس کی ہڈیاں بھی گل گئیں اور مٹکے میں صرف بال رہ گئے۔ یہ واقعہ ۷۸۳ء کا ہے۔

مقنّع دعوائے نبوّت سے پہلے بغداد میں سرکاری ملازم تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس نے بغداد ہی میں سائنس پڑھی ہو گی۔ غور فرمائیے۔ کہ اُس دور میں، جب یورپ والے کھالیں پہنتے، پتّے کھاتے اور جنگلی وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے مسلمان علم و فن کی کن بلندیوں پر فائز تھے۔

عُلومِ طبیعی

(سائنس)

ہم نے علومِ طبیعی یونانیوں سے لیے تھے۔ اور یونانیوں نے مصر و بابِل سے۔ اہلِ بابِل فلکیات کے اور مصری تعمیرات کے ماہر تھے۔ مصریوں کے اہرام اُن کے

کمال فن پہ زندہ شہادت ہیں۔ رہے بابلی[1]۔ تو فلکیات اور چند دیگر انکشافات میں ان کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بطلیموس کے پاس ایک ایسا بابلی جدول تھا۔ جس میں ۷۴۷ قم سے اس کے اپنے عہد تک کے فلکی مشاہدات درج تھے۔ وہ لوگ کسوف و خسوف کے اسباب سے آگاہ اور دھوپ گھڑی۔ پن گھڑی، محدب شیشے اور اصطرلاب کے موجد تھے۔ طباعت اور ابتدائی ریاضی سے بھی آشنا تھے۔ ارسطو (۳۸۴-۳۲۲ قم) کا بھتیجا لیکستھنیز (۳۶۰-۴۲۸ قم) مطالعہ فلکیات کے لیے یونان سے بابل گیا تھا اور اس نے بابلی ہیئت دانوں کے دو ہزار سالہ مشاہدات ارسطو کو بھیجے تھے۔

یونانی علم کی خامیاں

یہ درست ہے کہ یونانیوں نے ہیئت اور طبیعات پہ چند کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن ان میں تلاش و تحقیق، باریک بینی، تفصیل مشاہدات اور اس یقینی علم کی کمی تھی، جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ ارسطو نے طبیعات پہ کتاب تو لکھ دی۔ لیکن تجربہ ایک بھی نہ کیا۔ اور کتنی باتیں غلط کہہ دیں مثلاً کہ مرد[2] کے دانت عورت سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ اور شیر کی گردن میں ایک ہڈی ہوتی ہے۔ جالینوس کا قول ہے کہ انسان کے نچلے جبڑے میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ یونانی صرف ریاضی کے استاد تھے۔ لیکن اس سے کوئی عملی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس علم سے ان کی دلچسپی صرف منطق اور موسیقی کے لیے تھی۔ جب یونان کے ایک عالم آرچی طاس[3] نے ریاضی کے چند پیمانے

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۱۵

[2] تشکیل انسانیت ص ۲۵۵

[3] 〃 〃 ص ۱۸۸

اور پرکاریں ایجاد کیں۔ تو افلاطون نے اسے ملامت کی، کہ تم نے ریاضی کے حسن کو تباہ کر دیا ہے۔ یونان کا ایک ڈرامہ نگار ارسطوفین (۳۸۵ ق م) فلکیات، طبیعات اور ریاضی کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا۔ اقلیدس (۳۰۰ ق م) یونان میں ریاضی کا امام سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کی حیثیت محض ایک جامع کی ہے جس نے اسلاف کا علمِ ریاضی یک جا کر دیا تھا۔ ہپاقوس (۱۲۷ ق م) یونان کا منجمِ اعظم تصور ہوتا ہے لیکن اس کی تصانیف اوہام و خرافات سے لبریز ہیں۔ یہ چیزیں کاپرنیکس (۱۴۷۳ء) کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ وہ[1] لکھتا ہے۔ کہ تاروں کو فرشتے دھکیلتے ہیں۔ جرمنی کا منجم کیپلر (۱۶۳۰ء) جنم پتریاں بنایا کرتا تھا۔

مسلمانوں کے مطالعۂ کائنات کا انداز یونانیوں سے مختلف تھا۔ یہ لوگ ہر چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتے۔ تجربہ کرتے، تجربات کو دُہراتے اور پھر پورے وثوق کے بعد نتائج قلم بند کرتے تھے۔ درست کہا تھا رابرٹ برلیفالٹ[2] نے:

> "سائنس سے مراد تحقیق کی نئی روح، تفتیش کے نئے طریقے اور پیمائش و مشاہدہ کے نئے اسلوب ہیں...... جن سے یونانی بے خبر تھے۔ یورپ میں اس روح اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا شہرہ عربوں کے سر ہے" (ملخص)

یونانیوں کی یہ غیر تجرباتی سائنس ان کے کوئی کام نہ آئی اور وہ اپنے پانچ سو سالہ دورِ عروج میں ایک سڑک، ایک پل اور ایک نہر یا کاریز تک نہ بنا سکے۔

۱؎ تشکیل انسانیت ص ۲۵۶

۲؎ ص ۲۴۷

مسلمانوں کے طبیعی کارنامے مسلمانوں کے طبیعی کارناموں کی فہرست کافی طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ انھوں نے روشنی، نظر، کسوف وخسوف، زلازل، باد وباراں، حیوانات، نباتات اور خواص اشیاء پہ لاتعداد کتابیں لکھیں، گندھک اور شورے کا تیزاب بنایا معادن پگھلانے کے آلات ایجاد کیے۔ الکحل سے کام لیا۔ جرِ ثقل کے قوانین پہ روشنی ڈالی، مائعات معادن اور سیماب وغیرہ کا وزن معلوم کیا۔ نیز پہاڑوں اور سمندروں کے ذخائر پہ بحث کی۔

عرب علمائے طبیعی

جابر بن حیان (۸۳۰ء) کوفے کا رہنے والا۔ علم الکیمیا کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے۔ اس نے سو کتابیں لکھیں تھیں۔ لیکن آج ناپید ہیں۔ اس نے یورپ کے علمِ کیمیا پہ گہرا اثر ڈالا۔ اس کی کتاب الکیمیا کا لاطینی ترجمہ ایک انگریز رابرٹ آف چیسٹر نے ۱۱۴۴ء میں کیا تھا اور اس کی ایک اور کتاب السبعین کو کریمونہ کے عالم جیرارڈ ۱۱۸۷ء نے لاطینی میں منتقل کیا تھا۔ ۱۶۷۲ء میں اس کی ایک کتاب فرانسیسی میں ترجمہ ہوئی۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا نے لفظ "جابر" کے تحت ایک ایسے یورپی جعلساز کا نام لکھا ہے، جو جابر کی تصانیف کو لاطینی میں منتقل کرنے کے بعد انھیں اپنی تخلیقات بنا لیتا تھا۔ کیمیائے جدید میں بعض ایسی اصطلاحات بدستور موجود ہیں، جو جابر نے وضع کی تھیں۔ ۱۸۹۲ء میں مسٹر آؤ۔ ہُوڈس نے جابر کی نو کتابوں کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

رازی ۹۲۵ء پورا نام محمد بن زکریا ابوبکر۔ رے میں پیدا ہوا۔ طب میں لازوال

شہرت کا مالک ہے اور تقریباً دو سو کتابوں کا مصنف جن میں سے نصف سے زیادہ طب پر ہیں۔ بارہ علم الکیمیا پر۔ چند ایک فلسفہ و روحانی علاج، نظر، برف اور غروبِ شمس و نجوم پر ہیں۔ ایک کتاب میں زمین کی ساخت پر بحث ہے۔ نام ہے۔

رسالة فی البحث عن الارض الطبیعیة هی الطین ام الحجر

اور ایک میں بتایا ہے کہ فضا میں زمین کیسے معلق ہے۔ عنوان ہے۔

کتاب سبب وقوفِ الارض فی وسط السماءِ

اس کی ایک کتاب چیچک اور خسرے پر تھی۔ جو پہلے لاطینی اور پھر دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ۱۴۹۸ء میں ہوا۔ اور ۱۸۶۶ء تک چالیس مرتبہ چھپا۔ اس کی کتاب الحاوی بیس جلدوں میں ہے۔ جس کی متفرق جلدیں یورپ کی آٹھ لائبریریوں میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے اس کا ترجمہ سسلی کے ایک یہودی طبیب فَرَج بن سالم نے ۱۲۷۹ء میں کیا تھا۔ ۱۴۸۶ء کے بعد یہ ضخیم کتاب چھپن برس کے عرصے میں (۱۵۴۲ء تک) پانچ مرتبہ شائع ہوئی۔ تیرھویں صدی کے نصف آخر میں فَرَج بن سالم نے رازی کی بعض دیگر کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا۔ اور جیرارڈ نے اس کی کتاب الاسرار کا لاطینی ترجمہ پیش کیا۔ رازی نے یورپ کی طب پر گہرا اور پائیدار اثر ڈالا۔ راجر بیکن اپنی تصانیف میں رازی کا بار بار حوالہ دیتا ہے اور پیرس یونیورسٹی میں رازی و سینا کی تصاویر آج بھی آویزاں ہیں۔

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی ۹۸۳ء — ۱۰۴۸ء

گو البیرونی مورخ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ لیکن وہ ایک قابل طبیب، منجم، جغرافیہ دان اور طبیعی بھی تھا۔ طب پر کتاب الصیدلہ، ہیئت پر

تفہیم وقانون اور جواہر و معادن پر الجواہر فی الجواہر لکھی جس میں بیس معادن اور تمام جواہر کے اوزان وخواص پر بحث کی۔ اس کی بیشتر کتابیں ابھی تک طبع نہیں ہوئیں۔ ان میں سے اکثر اسکوریل کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس نے معدنیاتی[1] نمونے جمع کرنے اور ان کے مطالعہ پر بیس سال لگائے تھے۔

علی بن حسین المسعودی بغدادی ۹۵۶ء مسعودی مورخ وجغرافیہ دان تھا۔ اس کی مشہور تصنیف مُرُوجُ الذہب میں سمندری لہروں، دریائی سانپوں، موتیوں، زلزلوں بحیرۂ مردار کے پانی، ہوائی چکی اور نظریۂ ارتقاء پر بھی طویل بحثیں ملتی ہیں۔

اخوانُ الصفا یہ فلسفیوں کی ایک جماعت تھی جس نے دسویں صدی عیسوی میں پچاس رسائل لکھے۔ ان میں سے سترہ طبیعات پر ہیں۔ ان میں معادن کی تکوین، زلزلوں، امواجِ بحر، عناصر اربعہ، باد و باراں اور افلاک پر بحث کی گئی ہے۔

ابن الہیثم ۹۶۵ء بصرے کا رہنے والا۔ پورا نام حسن بن حسن ابنُ الہیثم دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔ ان میں سے بیشتر ریاضی ہیئت، روشنی اور روایت پر ہیں۔ اس نے ایسے شیشوں پہ بحث کی ہے۔ جن سے اشیاء صاف اور بڑی نظر آتی ہوں (عینک)۔ اس نے شفق، قوسِ قزح، ہالہ اور خسوف وکسوف پر بھی کتابیں لکھیں۔ اس نے پہلی دفعہ اعلان کیا کہ روشنی شفاف چیز سے گزر کر ایک طرف کو مڑ جاتی ہے۔ اس نے اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریہ کی کہ رویت اس شعاع سے ہوتی ہے جو آنکھ سے نکل کر شئی

---

[1] تشکیل ص ۲۳۰

تک جاتی ہے کی تردید کی۔ اور کہا کہ مرئی کا عکس آنکھ تک آتا ہے۔ اور اسی کا نام دیکھنا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ طلوع وغروب کے وقت سورج کیوں بڑا نظر آتا ہے اور اشیاء کے وزن پر ہوا کا کیا اثر پڑتا ہے۔ راجر بیکن نے اسی کے مشاہدات سے کام لے کر دوربین ایجاد کی۔ یہ اپنی تصانیف میں بار بار ابن الہیثم کا حوالہ دیتا ہے۔ کیپلر اور لیونارڈو (تیرھویں صدی) نے بھی اسی کے نظریات پر مطالعۂ روشنی کی بنا ڈالی تھی۔ راجر بیکن طبیعات میں بڑا مقام رکھتا ہے لیکن بقول ول ڈیوران[۱]:

"Without Ibn ul Haitham Roger Bacon would have never been heard of"

(ابن الہیثم کے بغیر راجر بیکن کا نام و نشان تک نہ ہوتا)

ابن الہیثم کی چند تصانیف:-

۱۔ تربیع الدائرہ	ریاضی
۲۔ الہالۃ وقوسِ قزح	موسمیات
۳۔ مسئلہ ہندسیہ	انجینئرنگ
۴۔ اصول الکواکب	نجوم
۵۔ ضوء القمر	چاند کی روشنی
۶۔ کتاب المناظر	رویت
۷۔ ہیئۃ العالم	کائنات

---

[۱] ایج آف فیتھ

ان میں سے ایک کتاب المناظر کا لاطینی اور اطالوی میں ترجمہ ہوا تھا۔[1]

الکندی یعقوب بن اسحاق ۸۵۰ء

اسلام کا مشہور فلسفی، منجم طبیب اور طبیعی۔ جس کی ساری زندگی لکھنے میں گزری۔ القفطی نے اس کی دو سو پچیس کتابوں کی فہرست دی ہے، تقسیم یہ ہے۔

فلسفہ ۲۲، منطق ۹، حساب ۱۱، موسیقی ۷، ہیئت ۱۹، طب ۲۲، نفسیات ۵، سیاست ۱۲، طبعیات ۱۴، متفرق ۳۲ ۔ میزان ۲۲۵۔

الکندی کے طبعی موضوعات یہ تھے۔

عناصر اربعہ کی ماہیت، زمانہ کیا ہے؟ گرمیوں میں فضا کیوں خنک ہوتی ہے؟ پیری میں سردی لگنے کی وجہ، جواہرات، پتھروں کی اقسام، رنگ، فولاد، شہد کی اقسام، عطر سازی، الکیمیا، مدوجزر، آئینہ، حشرات، زلزلوں کا سبب، کڑک چمک، بارش اور اولوں کی حقیقت وغیرہ۔

چند طبعی کتابوں کے نام:۔

۱۔ کتاب فی ماهیة الزمان والحین والدهر۔ زمانے پر۔

۲۔ کتاب فی الکواکب الذی یظهر آیاما و یضمحل۔ چند روزہ ستاروں پر جو غائب ہو جاتے ہیں۔

۳۔ کتاب فی استخراج بُعدِ مرکز القمر من الارض۔ چاند اور زمین کی مسافت پر۔

۴۔ کتاب معرفة ابعاد قُلَل الجبال (پہاڑوں کی چوٹیوں کا فاصلہ

---

[1] تمدن عرب ص۳۳۳

معلوم کرنے کا طریقہ۔

۵۔ کتاب فیما یُصبغُ فَیُعطی لو ناً۔ رنگوں پر

۶۔ کتاب کیمیا لعطر۔ عطر سازی پر

۷۔ کتاب فی الخیل۔ گھوڑوں پر۔ وغیرہ وغیرہ

الکندی آج سے سوا گیارہ سو سال پہلے کا آدمی ہے۔ عربستان کے ایک گوشے یمن کا رہنے والا۔ جہاں آج بھی کوئی کالج یا اس سے ملتی جلتی درسگاہ موجود نہیں۔ نہ جانے اُس تاریک زمانے میں وہاں اتنا بڑا فاضل کیسے پیدا ہو گیا۔ اور اس نے حساب، فلسفہ اور ریاضی جیسے ٹھوس مضامین پر درجنوں کتابیں کیسے لکھ لیں؟

فارابی، ابو نصر محمد بن محمد (۹۵۱ء)

فاراب چینی ترکستان میں ایک شہر کا نام ہے۔ یہ حکیم وہیں پیدا ہوا۔ اور بعد میں بغداد چلا گیا۔ یہ اسلام کے عظیم فلسفیوں میں شمار ہوتا ہے ساتھ ہی منجم، طبیب اور طبیعی بھی تھا۔ کشف الظنون میں اس کی ایک سو چودہ تصانیف کے نام درج ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ کتاب النجوم — ہیئت

۲۔ کتاب الردّ جالینوس — طب

۳۔ کتاب الاخلاق — اخلاق

۴۔ کتاب فی العلم الالٰہی — الٰہیات

۵۔ کتاب السیاست المدنیہ — سیاست

۶۔ کتاب الموسیقی — موسیقی

۷۔ کتاب فی الجن — جنات کی حقیقت پر

۸۔ کتاب التاثیر العلویہ ستاروں کا اثر زمین اور اہل زمین پر۔

۹۔ کتاب شرح السماء العالم آسمان وزمین

عبداللطیف بغدادی ۱۱۶۲-۱۲۳۲ء

یہ نحو، حدیث، فقہ، کیمیا، طب اور علومِ طبیعی کا بہت بڑا فاضل تھا۔ اس نے اپنی تصانیف میں قحط اور زلزلوں پہ بھی بحث کی ہے۔ اس کی تصانیف اب ناپید ہیں۔ صرف ایک باقی ہے۔ جس میں مصر کے حالات ہیں۔ نام ہے:-

اَلاِفَادَۃُ والاِعْتِبَار

یہ لاطینی۔ فرانسیسی اور جرمنی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

ابوالعباس شہاب الدین تِفاشی (وفات در مصر ۱۲۵۴ء)

یہ جواہرات کے پہچاننے اور پرکھنے میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ اس فن پر ان کی ایک کتاب اظہار الافکار فی جواہر الاسجار (الاحجار) علمی حلقوں میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔

الخازنی ۱۲۰۰ء

یہ ایک یونانی غلام تھا۔ جو مَرو میں آباد ہو گیا تھا۔ اس نے ایک کتاب کششِ ارضی اور پانی کے وزن وحجم پہ لکھی۔

شہاب الدین القرافی ۱۲۸۵ء

قاہرہ کا فقیہہ وقاضی، جس میں فریڈرک دوم کے اِن تین سوالات کا جواب لکھا تھا:-

اول: لاٹھی کا وہ حصہ جو پانی میں ڈوبا ہوا ہو۔ کیوں ٹیڑھا نظر آتا ہے؟

ے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

دوم۔ کبھی کبھی آنکھوں کے سامنے شعلے سے اڑتے نظر آتے ہیں۔ کیوں؟

سوم:۔ سورج طلوع و غروب کے وقت کیوں بڑا دکھائی دیتا ہے؟

نیز چشم و نظر پر ایک کتاب لکھی۔ جس میں پچاس مسائل پہ بحث تھی۔

ابن العوام ۱۱۹۰ء اشبیلیہ کا ایک حکیم جس نے بارھویں صدی کے آخر میں زراعت پہ ایک کتاب لکھی۔ اس میں پانچ سو پچاسی نباتات کا ذکر ہے زمین کی اقسام بتائیں۔ بیج کو ترقی دینے، فصلوں کے امراض اور ان کے علاج پہ روشنی ڈالی۔ پچاس پھلدار درختوں کو لگانے اور پالنے کے طریقے بھی لکھے۔

ابن البیطار، ابو محمد عبد اللہ بن احمد ضیاء الدین ۱۲۴۸ء نباتات کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے مطالعۂ نباتات کے لیے افریقہ، شام اور چند دیگر ممالک کا سفر کیا اور پھر اپنی مشہور کتاب "الجامع فی الادویۃ المفردات" مرتب کی جس میں چودہ سو بوٹیوں کے خواص و کوائف اور ڈیڑھ سو اطبائے عالم کی آراء درج ہیں۔ یورپ کے[1] ایک فاضل میئر نے اپنی کتاب:

میں الجامع کو محنت و مطالعہ کا ایک یادگاری مینار قرار دیا ہے۔

الجاحظ، عمرو بن بحر، البصری ۸۶۹ء یہ علم حیوانات کا امام سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کتاب الحیوان یورپ

---

[1] میراث ص ۲۴۳

میں صدیوں بطورِ نصاب رائج رہی ۔ اس کی تصانیف کی فہرست کافی طویل ہے ۔ اہم ترین یہ ہیں۔

۱۔ کتاب الزرع والنخل	نباتات پر
۲۔ کتاب المعادن	معادن پر
۳۔ کتاب السودان والبیظان	سیاہ و سفید نسلوں پر۔
۴۔ کتاب النساء	عورتوں کی نفسیات پر۔
۵۔ کتاب الفتیان	نوجوانوں کی نفسیات پر۔
۶۔ کتاب الجواری والغلمان	غلاموں اور کنیزوں پر
۷۔ کتاب القیان	گانے والی لڑکیوں پر
۸۔ کتاب البُخلاء	کنجوسوں پر
۹۔ کتاب اخلاق الملوک	شاہوں کے اخلاق پر
۱۰۔ کتاب البیان والتبیین	شعراء وادبائے عرب کا تذکرہ

چند دیگر علماء

زکریا قزوینی (۱۲۸۳ء) بھی حیوانات، نباتات اور جواہرات کا عالم تھا۔ محمد الدمیری کی کتاب الحیوانات بھی خاصی مقبول ہے ۔ اشبیلیہ کا ایک عالم ابوالعباس (۱۲۱۶ء) مطالعۂ نباتات کے لیے اطلس سے قلزم تک گیا۔ اور پھر ایک کتاب لکھی۔ مشہور جغرافیہ دان آلاَدریسی ۱۱۶۶ء نے تین سو ساٹھ پودوں پر بحث کی۔ کسی عرب نے شہبازداری پہ ایک کتاب لکھی تھی، جس کا لاطینی ترجمہ فریڈرک دوم نے کرایا تھا۔ میڈرڈ کے ایک عالم مسلمہ بن احمد نے سیماب سے مرکیورک آکسائڈ بنایا تھا۔

---

[۱] ایج آف فیتھ ص۳۵

کہاں تک لکھوں - یہ داستان بہت طویل ہے - ابن القفطی (۱۲۴۸ء)
نے تاریخ الحکمار میں چار سو گیارہ اور ابن ابی اُصَیبَعہ نے طبقات الاطبار میں چھ
سو حکمار کے حالات لکھے ہیں - ان میں سے بیشتر طبیعی تھے - اگر ان حضرات کی
تصانیف یورپ نہ پہنچتیں تو اس کی حیاتِ ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی، درست
کہا تھا یورپ کے ایک فاضل نے :-

The Arabs must be considered
The real creators of Physical
Science. (Alexander Von Humbold)

میڈیکل سائنس یا طِب

چونکہ درسِ نظامی میں تمام علوم شامل ہیں اور ہر طالب العلم کو نحو، منطق
فلسفہ، فقہ، حدیث، ریاضی، ہیئت، تفسیر، طب، بدیع و معانی، عروض، کلام
مناظرہ اور دیگر اصنافِ علم لازماً پڑھنا پڑتی ہیں - اس لیے اس درس کا فارغ التحصیل
سب کچھ ہوتا ہے - لیکن بعد از تحصیل کوئی طبیب بن جاتا ہے - کوئی منجم، کوئی محدث
اور کوئی فلسفی - اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں - جن کی شہرت کئی پر لگا کر اڑتی ہے -
عمر خیام شاعر بھی تھا اور محاسب بھی، سینا و رازی طبیب بھی تھے اور فلسفی بھی -
یاقوت حموی مورخ بھی تھا اور جغرافیہ دان بھی، البیرونی طبیعی بھی تھا اور
مورخ بھی - وقِس علیٰ ہٰذا - اسلام نے ہزار ہا علمار و حکمار پیدا کیے یہ سب
کے سب طبیب تھے لیکن ان میں سے اکثر طب کو پیشہ نہ بنا سکے ہم یہاں چند

لہ فلسفہ و تہذیب مشرق و مغرب میں - از چارلس اے مُور ص۱۷۶

ایسے حکماء کا ذکر کریں گے۔ جنہوں نے طب میں نام پیدا کیا۔ اور اس فن پہ کتابیں بھی لکھیں۔

دنیا یونانی علوم کو بھول چکی تھی۔ صدیوں بعد ان کے احیاء کی پہلی کوشش ان حکماء نے کی، جو جندیشاپور میں جمع ہو گئے تھے اور پھر بعض شامی علماء اس طرف متوجہ ہوئے۔ سرجیس (۵۳۶ء) پہلا شامی عالم تھا جس نے جالینوس کے بعض تراجم شامی میں کیے۔ اسکندریہ کے ایک پادری آہرن (ساتویں صدی) نے طب پہ ایک کتاب لکھی۔ جسے دورِ اُمیّہ میں عُمر بن عبدالعزیز (۷۱۷-۷۲۰ء) کے حکم سے ماسرجویہ یہودی نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ اسلامی دور کی یہ پہلی طبی کتاب تھی۔ ۷۶۵ء میں المنصور عباسی (۷۵۴-۷۷۵ء) نے جندیشاپور کے ایک طبیب جرجیس کو علاج کے لیے بلایا اور کچھ مدت کے لیے دربار ہی میں رکھ لیا۔ اس کی پشت سے جبریل بن بختیشوع، بختیشوع بن جبریل اور بیسیوں دیگر بلند پایہ اطباء پیدا ہوئے۔ انہی اطباء کی وجہ سے عباسیوں کو یونانی طب کے ترجمے کا شوق پیدا ہوا۔ ہارون الرشید، مامون و معتصم کا طبیب خاص یوحنا بن ماسویہ (۸۵۷ء) اُن طبی کتابوں کے ترجمے پر مامور ہوا جو بلادِ روم سے ملی تھیں۔ یہ خود بھی مصنف تھا۔ القفطی نے اس کی اٹھائیس طبی کتابوں کے نام دیے ہیں۔

۱۔ کتاب الجذام

۲۔ کتاب الاسہال

۳۔ کتاب علاج الصُّداع۔

لہ ایک روایت یہ ہے کہ مروان بن حکم (۶۸۳-۶۸۵ء) نے یہ ترجمہ کرایا تھا۔

۴۔ کتاب ماء الشعیر

۵۔ کتاب القولنج

۶۔ کتاب التشریح

۷۔ کتاب الحمام وغیرہ

یوحنا کا ذکر چل پڑا ہے تو ایک لطیفہ بھی سن لیجئے۔ ایک مرتبہ ابن حمدون الندیم نے خلیفہ متوکل (۸۴۷ء - ۸۶۱ء) کے بھرے دربار میں یوحنا سے مذاق کیا۔ یوحنا نے جواباً کہا۔ کہ اگر تم میں بجائے جہالت عقل ہوتی اور بمقدار جہالت ہوتی، اور اس عقل کو ایک سو بھونڈوں (ڈھانگوں) میں بحصہ برابر تقسیم کر دیا جاتا۔ تو ہر بھونڈا ارسطو سے زیادہ عقلمند بن جاتا۔

حُنین بن اسحاق ۸۷۷ء

حنین بن اسحاق (۸۰۹ - ۸۷۷ء) نے جالینوس کی ایک سو تیس کتابیں عربی میں منتقل کی تھیں۔

اس کے بیٹے اسحاق (۹۱۰ء) اور بھتیجے حُبَیش نے نوّے تراجم کیے۔ حنین کے نوّے شاگرد بیت الحکمتہ میں ترجمہ پہ مامور تھے۔ اس کے رفقاء میں سے ثابت بن قرۃ (۸۲۵ - ۹۰۱ء) اور قسطا بن لُوقا (۹۰۰ء) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ القفطی نے قسطا کی بائیس کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے پانچ طب پر ہیں۔ باقی ریاضی، نجوم، سیاست، تاریخ وغیرہ پر۔ ثابت بن قرۃ نے ایک سو چھ کتابیں لکھی تھیں۔ ان میں سے بارہ طب پر، دس ریاضی پر، نو ہئیت پر، دو سیاست پر، تین طبیعات پر اور ایک موسیقی پر ہے۔

حنین نے ایک سو تین تراجم کیے۔ اور تقریباً تین درجن کتابیں لکھیں۔ بیشتر طب پر اور کچھ طبیعات پر۔ چند نام یہ ہیں:۔

۱۔ کتاب الاغذیہ — غذا پر

۲۔ کتاب الاسنان واللثہ — دانتوں پر
۳۔ کتاب الحمام — غُسل پر
۴۔ کتابُ عِللَ العین — امراضِ چشم پر
۵۔ اوجاع المعدۃِ وعلاجہا — معدے کی امراض پر
۶۔ کتاب تولّد الحِصات — گگری پر
۷۔ کتاب القرحْ — سوزاک
۸۔ کتاب المدوالجزر — سمندر کے مدوجزر پر۔
۹۔ کتاب السبب الذی صارت لہٗ میاہُ البحر مالحۃً — سمندر کا پانی کھاری کیسے ہوا؟
۱۰۔ کتاب الالوان — رنگوں پر۔

الکندی ۸۵۰ء الکندی ہر فن مولا تھا۔ اس نے طب پر چوبیس کتابیں لکھیں۔ چند نام یہ ہیں۔

۱۔ کتاب الطب الرّوحانی
۲۔ الطب البقراطی
۳۔ فی الغذار والدوار
۴۔ الادویۃُ المشفیۃ من الروائحِ الموذیۃ
۵۔ کتاب کیفیت الدماغ
۶۔ فی اقسام الحُمیّات
۷۔ علاج الطحال
۸۔ فی وجَعِ المعدۃِ والنقرس
۹۔ فی عِلّۃ نفثِ الدّم

۱۰۔ فی علۃِ الجذام

رازی ۹۲۵ء

رازی دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی بعض کتابیں ترجمہ ہو کر یورپ کی درسگاہوں میں مدتوں بطورِ نصاب استعمال ہوتی رہیں۔ راجر بیکن بار بار رازی کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے یورپ کی طب پر گہرا اور پائیدار اثر ڈالا۔ رازی نے ایک کتاب چیچک پر بھی لکھی تھی، جو یورپ میں بہت مقبول ہوئی۔ ۱۵۰۹ء میں رازی کی بعض کتابوں کا لاطینی ترجمہ وینس (اٹلی) میں ہوا۔ بعض دیگر کتب کا ترجمہ ۱۵۲۸ء میں چند فرانسیسی علماء نے کیا تھا۔ لووان (بلجیم) کا کالج ۱۷۱۶ء میں قائم ہوا تھا۔ وہاں، سینا، رازی کی تصانیف داخلِ نصاب تھیں۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ کتاب الشکوکِ علیٰ جالینوس

۲۔ کتاب کیفیۃِ الابصارِ

۳۔ کتاب الباہ

۴۔ کتاب الحاوی فی الطب

۵۔ کتاب الطبِ الملوکی

۶۔ کتاب الفالج

۷۔ کتاب اللقوۃِ

۸۔ کتاب ہیئتِ القلب

۹۔ کتاب اَوجاعِ المفاصل

۱۰۔ کتاب القولنج

۱؎ تمدن عرب ص ۴۳۵

دنیائے اسلام

ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا (۹۸۰-۱۰۳۷ء) کا یہ عظیم فیلسوف اور طبیب، جسے مورخ "الشیخ الرئیس" کے نام سے یاد کرتا ہے، تقریباً ایک سو پندرہ کتابوں کا مصنف تھا۔ کچھ طب پر اور باقی ہیئت، ادب، منطق، فلسفہ و ریاضی پر۔ اس کی چند طبی کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔	القانون	۱۴ جلدیں
۲۔	کتاب الشفاء	۱۸ "
۳۔	کتاب القولنج	
۴۔	کتاب الحواشی علی القانون	
۵۔	کتاب الادویۃ القلبیۃ	

چند غیر طبی کتابیں

۱۔	کتاب الحاصل والمحصول	۲۰ جلدیں
۲	کتاب الانصاف	۲۰ "
۳۔	کتاب لسان العرب	۱۰ "
۴۔	کتاب النجات	۳۰ " (تیس)
۵۔	کتاب البر والاثم	۲ " (دو)
۶۔	کتاب المعاد	
۷۔	رسالۃ القضاء والقدر	
۸۔	کتاب عیون الحکمت	
۹۔	مختصر اقلیدس	
۱۰۔	کتاب الاشارات	

سینا[۱] کی القانون طب کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ بارھویں صدی میں جیرارڈ نے اسے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ پندرھویں صدی کے آخری تیس برس یہ سولہ مرتبہ شائع ہوئی۔ پندرہ ایڈیشن لاطینی تھے۔ اور ایک عبرانی۔ سولھویں صدی میں اس کے بیس ایڈیشن نکلے اس کا ایک جزوی ترجمہ انگریزی میں بھی ہوا۔ یورپی علماء نے اس کی اس قدر شرحیں لکھیں۔ اور چھوٹے چھوٹے حصوں کے اس قدر ایڈیشن نکالے۔ کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ یہ کتاب صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں میں بطورِ نصاب رائج رہی۔ مائیکل سکاٹ نے (۱۲۲۲ - ۱۲۳۶ء) کے درمیانی عرصے میں ارسطو کی وہ کتابیں، جو حیوانات و نباتات پر تھیں، سینا کے حواشی کے ساتھ لاطینی میں منتقل کیں۔ ڈاکٹر ولیم آسلر القانون کو طب کی بائبل کہا کرتا تھا۔

اِسحاق مِصری (۸۵۵ - ۹۵۵ء) یہ فاطمی خلفاء[۲] کا درباری طبیب تھا۔ اس کی دو کتابیں قارورہ اور ہادی الاطباء صدیوں یورپ کی درسگاہوں میں رائج ہوں۔ ان کا لاطینی ترجمہ قسطنطین افریقی نے ۱۰۸۰ء میں کیا تھا۔ رابرٹ برٹن (۱۶۴۰ء) اپنی کتاب

Anatomy of Melancholy

میں اِس اِسحاق کا بار بار حوالہ دیتا ہے۔

۱؎ میراث ص ۳۲۹

۲؎ 〃 ص ۳۲۵

ابن الجزّار (۱۰۰۹ء) یہ اسحاقؒ کا شاگرد تھا۔ اِس کی ایک کتاب زادُ المسافر یونانی۔ عبرانی اور لاطینی میں ترجمہ ہوئی۔ لاطینی ترجمہ قسطنطین افریقی نے کیا تھا۔ لیکن بددیانتی کی انتہا دیکھیے کہ ترجمہ کو اصل بنا کر اس پر اپنا نام بطورِ مصنّف جڑ دیا۔

علی عبّاس (۹۹۴ء) ایران کا ایک طبیب، جس کی الکتابُ الملکی دو مرتبہ لاطینی میں ترجمہ ہوئی اور یورپ کی درسگاہوں میں بطورِ نصاب استعمال ہوتی رہی۔ جب سینا کی القانون وہاں پہنچی تو اس کی تدریس ختم ہوگئی۔ اِس کا پہلا لاطینی ترجمہ اِٹینی (انطاکیہ کا رہنے والا) نے ۱۱۲۷ء میں کیا تھا۔

ابو القاسم بن عباس (۱۰۱۳ء) میراث میں اس کی تاریخِ وفات ۱۰۱۳ء اور تمدّنِ عرب میں ۱۱۰۷ء درج ہے۔ یہ قرطبہ کا درباری طبیب تھا۔ اور فنِ جراحی میں اتنی شہرت رکھتا تھا کہ دُور دُور سے مریض اپریشن کے لیے اس کے ہاں آتے تھے۔ اس کی کتاب[1] التصریفُ لمن عجز عن التالیف کا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۷ء میں ہوا۔ فرانس[2] کے ایک سرجن Guy De Chauliac (۱۳۶۸ء) نے اِس ترجمے کو اپنی ایک تصنیف کے ساتھ بطورِ ضمیمہ شامل کیا۔

حسدے بن شپروت (۹۹۰ء) عبدالرحمان سوم (۹۱۲ - ۹۶۱ء) اور الحکم دوم (۹۶۱ - ۹۷۶ء) کا درباری

۱؎ میراث ص۲۲۶

۲؎ تمدنِ عرب ص۴۵۱

۳؎ میراث ص۲۳۰

طبیب، جس نے ایک یونانی طبیب[1] ڈیاسکرائڈ (۵۰ء) کی کتاب "میٹیریا میڈیکا" کا عربی ترجمہ کیا تھا۔ اور بعد میں ابنِ جُلجُل اندلسی نے اس کی شرح لکھی۔

ابنِ زُہر (۱۱۶۲ء) اشبلیہ کا رہنے والا، ابنِ رُشد کا دوست اور کتاب التیسیر کا مصنف۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ ۱۲۸۰ء میں پیتراوِ تیسیس نے کیا۔ ول ڈیوران لکھتا ہے[2]۔ کہ ابنِ زُہر جالینوس کے بعد سب سے بڑا طبیب تھا اور تپ دق، ناسُور اور فالج کے علاج میں ماہر تھا۔

داؤد الانطاکی (۱۵۹۹ء) اس کی طبّی تصانیف کے لاطینی تراجم[3] مدتوں یورپ میں استعمال ہوتے رہے۔

ابنُ الخطیب (۱۳۱۳-۱۳۷۴ء) غرناطہ کا طبیب جو ساٹھ کتابوں کا مصنف تھا۔ ایک مرتبہ سپین میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ اور پادریوں نے اسے سزائے گناہ سمجھا۔ تو ابن الخطیب نے طاعون پر ایک کتاب لکھی۔ اس میں اسبابِ طاعون پہ بحث کی۔ نیز بتایا۔ کہ یہ ایک متعدی مرض ہے۔ اس کی تائید میں اس کے ایک ہم عصر و ہم وطن ابن الخاتمہ (۱۳۶۹ء) نے بھی ایک کتاب لکھی۔ اور طاعون کو متعدی مرض قرار دیا۔ تعدی کا نظریہ یونانی طب میں موجود نہ تھا۔ اس لیے یہ انکشاف اچھوتا تھا۔ ان دونوں[4] کی تصانیف چودھویں اور سولھویں صدی کے درمیان یورپ میں بار بار چھپیں۔

---

[1] میراث صفحہ ۳۳۰

[2] ایج آف فیتھ صفحہ ۳۳۰

[3] میراث صفحہ ۳۳۹

[4] " صفحہ ۳۴۰

ابنِ رُشد (۱۱۹۸ء)

سپین کا یہ عظیم فلسفی طبیب بھی تھا۔ اس کی[1] کُلیات فی الطب کو ۱۲۵۵ء میں ایک یہودی بناقوسہ نامی نے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس نے طب پر دس کتابیں لکھی تھیں

چند دیگر لاطینی تراجم

چند اور اطبا جن کی بعض کتابیں لاطینی میں ترجمہ ہوئیں یہ ہیں:[2]

۱- علی بن رضوان مصری (۱۰۶۷ء)

۲- ابنِ بُطلان بغدادی (۱۰۶۳ء)

۳- ماسویہ ماردینی بغدادی (۱۰۱۵ء)

۴- علی بن عیسیٰ بغدادی، ماہر امراضِ چشم (۱۰۰۰ء)

۵- ابوریحان البیرونی (۱۰۴۸ء)

چیچک کا ٹیکہ

ڈاکٹر ڈریپر[3] لکھتے ہیں کہ چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ ۱۷۲۱ء میں وسطِ یورپ کی ایک لیڈی میری ورٹلی مانٹیگ نے قسطنطنیہ میں پہنچی، وہاں اس ٹیکے کا طریقہ سیکھا، لیکن جب اپنے وطن میں واپس آئی تو پادریوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔

اسحاق بن حنین (۹۱۱ء)

متعدد یونانی کتابوں کا مترجم اور چند طبی کتابوں کا مصنف بھی تھا۔ مثلاً

۱۔ کتاب الادویۃ المفردہ

---

1. عرب اینڈ صفحہ ۳۴۰
2. ایضاً صفحہ ۳۳۱-۳۳۲
3. مذہب و سائنس صفحہ ۲۸

۲ - کتاب کناش الخف۔

۳ - کتاب تاریخ الاطبا۔

ثابت بن قرّہ (۸۳۶ - ۹۰۱ء) حرّان (شام) میں پیدا ہوا۔ اور بغداد میں رہائش اختیار کر لی۔ اس کی طبی تصانیف یہ ہیں۔

۱ - کتاب فی النبض

۲ - فی وجع المفاصل والنقرس

۳ - کتاب فی البیاض الذی یظہر فی البدن

۴ - کتاب فی اوجاع الکُلی والمثانہ

القفطی نے تاریخ الحکما میں اس کی ایک سو چھ کتابوں کی فہرست دی ہے۔ جن میں سے تیرہ طب پر ہیں۔

ابن سہل الطبری خلیفہ متوکل (۸۴۷ - ۸۶۱ء) کا مصاحب اور تین طبی کتابوں کا مصنّف :-

۱ - کتاب کناش الحضرۃ

۲ - منافع الاطعمۃ والاشربۃ والعقاقیر

۳ - کتاب تحفۃ الملوک

الفخر الرازی (۱۲۱۰ء) عظیم مفسّر و فلسفی، جس نے ابن سینا پہ سخت تنقید کی۔ تاریخ الحکماء میں اس کی اکسٹھ تصانیف کے نام دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ طب پر بھی ہیں۔ مثلاً :

۱ - الجامع الکبیر فی الطب

۲ - کتاب النبض

۲ - شرح کلیات القانون

مزید تفصیل کے لیے ابنِ ابی اُصَیبعہ کی طبقات الاطبا اور حکمائے عالم (تاریخ الحکما کا اُردو ترجمہ از ڈاکٹر برق) ملاحظہ فرمائیے۔

فَلسفہ

اِسلام کے عہدِ زرّیں میں اِسلامی فلسفہ جہاں بھر میں پھیل گیا۔ اور اس قدر فلسفی پیدا ہوئے کہ انہیں گِننا دُشوار ہے۔ یہ فلسفی لایعنی مسائل پہ نہیں سوچتے تھے۔ بلکہ اُس اساس و صداقت پہ بحث کرتے تھے۔ جس پہ نظمِ کائنات قائم ہے اِسلامی فلسفے کے موضوعات یہ تھے۔

۱ - خدا و کائنات

۲ - صفاتِ الٰہیہ کی حقیقت

۳ - انسان مجبور ہے یا مختار؟

۴ - خیر و شر کی تشریح

۵ - لذّت و اَلم کی حقیقت

۶ - تلاشِ مَسرّت

۷ - شخصیت پہ اعمال کا اثر

۸ - حیات کی منزل

۹ - زمین راہگذرِ حیات ہے یا مَسکن؟

۱۰ - تقدیر، رضا و تسلیم، کائنات کی خُفیہ طاقتیں، اعمال و جزائے اعمال، اقوام کی بقا و فنا، وحدتِ انسان۔ وغیرہ

چند فلسفیوں کے نام یہ ہیں :

ابن طفیل، ابوبکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن طفیل ۱۱۸۵ء :

غرناطہ کے طبیب جو بعد میں وزارت کے منصب پہ فائز ہوئے۔ ان کی تمام تصانیف پادریوں نے جلا دی تھیں۔ صرف ایک فلسفیانہ ناول باقی رہ گیا ہے۔ نام ہے۔ حی بن یقظان ۔ یہ پہلی فلسفیانہ کتاب ہے۔ جو داستان کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے دیباچے سے ابن طفیل نے تاریخ فلسفہ لکھنے کے بعد امام غزالی ابنِ سینا اور ابنِ ماجہ کی بہت تعریف کی ہے۔ اور داستان میں یہ بتایا ہے۔ کہ انسانی فکر کی منتہا ، ذاتِ خداوندی ہے۔ اور حیات کی آخری منزل اللہ سے اتحاد ہے۔ اس کتاب کو ۱۶۷۱ء میں ایڈورڈ پوکاک نے لاطینی میں منتقل کیا تھا۔ اس کا ڈچ ترجمہ ۱۶۷۲ء میں رُوسی ترجمہ ۱۹۲۰ء میں اور سپینی ترجمہ ۱۹۳۴ء میں نکلا۔

الکندی (۸۵۰ء)

کی چند فلسفیانہ تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی مادون الطبیعیات و التوحید۔

۲۔ کتاب فی الفلسفۃ الداخلۃ

۳۔ کتاب فی انّ افعال الباری کلّہا عدلٌ

۴۔ رسالۃ فی ماہیۃ العقل

۵۔ کتاب الحثّ علیٰ تعلّم الفلسفۃ

۶۔ فی ماہیۃ العلم و اقسامہٖ

۷۔ فی ماہیۃ الشیّ الّذی لانہایۃ لہٗ۔

القِفطی نے اس کی بیس فلسفیانہ کتابوں کے نام دیئے ہیں، اس کی متعدد تصانیف کا لاطینی ترجمہ جیرالڈ نے کیا تھا۔

فارابی (۹۵۱) فلسفی بھی تھا۔ اور طبیب بھی، اس کی چند تصانیف کے لاطینی تراجم بھی ہوئے۔ اس کی بعض فلسفیانہ کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ کتابٌ فی اَغراضِ ارسطا طالیس۔

۲۔ کتابٌ فی العقل

۳۔ کتابٌ الواحد والوحدۃ

۴۔ کتابٌ فی اِسم الفلسفۃ

۵۔ کتابٌ الرّد علی الرازی

۶۔ کتابٌ فی اتفاقِ آراءِ ارسطاطالیس و اَفلاطون

۷۔ کتابٌ فی الفلسفۃ وسبب ظہورہا۔

تاریخ الحکما میں اس کی تہتّر کتابوں کے نام دیئے ہوئے ہیں۔ جن میں سے تقریباً پچاس فلسفہ و منطق پر ہیں۔

ابن سینا (۱۰۳۷): اس حکیم کی چند فلسفیانہ کتابیں طلیطلہ کے بشپ ریمنڈ نے ۱۱۳۰ - ۱۱۵۰ کے درمیان لاطینی میں منتقل کرائی تھیں۔ بعض کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ کتاب البِرّ والاثم

۲۔ بعض الحکمۃ والشرقیہ

۳۔ رسالۃ القضاء والقدر

۴۔ اقسام الحکمۃ

۵ ۔ النهایۃ و اللانهایۃ

۶ ۔ کتاب فی انّ علم زیدٍ غیر علم عمرٍو ۔

۷ ۔ کتاب عیون الحکمۃ

۸ ۔ کتاب الاشارات (منطق)

اثیر الدین مفضّل بن عمر (۱۲۴۶ء) اپنے وقت کے عظیم فلسفی تھے۔ ان کی تصانیف میں سے صرف دو کتابیں باقی رہ گئی ہیں :-

ایساغوجی اور ہدایۃُ الحکمت۔ پہلی منطق پر ہے اور دوسری طبیعیات و الٰہیات وغیرہ سے بحث کرتی ہے۔

فخر الرازی (۱۲۱۰ء) المعروف بہ ابن الخطیب، مفسّر، طبیب، محاسب فلسفی سب کچھ تھا۔ اس کی چند فلسفیانہ تصانیف کے نام یہ ہیں :

۱ ۔ المباحثُ الشرقیۃ

۲ ۔ مباحث الوجودِ وَالعَدَم

۳ ۔ کتاب القضاءِ والقدر

۴ ۔ رسالۃ الحدوث

۵ ۔ تعجیز الفلاسفہ

۶ ۔ کتاب الخلق والبعث

لِسانُ الدین ابن الخطیب (۱۳۷۴ء) غرناطہ کے ایک فاضل، جو ساٹھ کتابوں کے مصنف تھے۔ یہ کتابیں، تاریخ، جغرافیہ، ادب، فلسفہ، طِب اور تصوّف پر تھیں۔

آج ان میں سے صرف آٹھ دس باقی رہ گئی ہیں۔ جن میں سے دو تاریخ کی ہیں اور باقی متفرق۔ فلسفہ کی کوئی کتاب باقی نہیں رہی۔

ابن الخمّار بغدادی (ولادت ۹۴۲ء)

پورا نام حسن بن سوار بن بابا بن بہرام ابوالخیر۔ اس کی اکثر دس کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے آٹھ منطق پر ہیں اور دو یعنی کتاب الوفاق بین الفلاسفۃ والنصاریٰ اور سیرۃ الفیلسوف فلسفے پر ہیں۔

عیسیٰ بن زُرعہ بغدادی (۹۴۳-۱۰۰۸ء)

فلسفۂ ارسطو کا مترجم اور شارح تھا۔ اس کی دس کتابوں کے نام تذکروں میں ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک اخلاق پر، دو حیوانات پر اور باقی منطق و فلسفہ پہ ہیں۔ چند نام:

۱۔ کتابٌ فی العقل
۲۔ اختصار کتاب ارسطو فی المعمور من الارض
۳۔ کتاب سوفسطیقا لارسطو
۴۔ کتابُ خمس مقالات من کتاب نیقو لاؤس فی فلسفۃ ارسطو

ابو زکریا یحییٰ بن عدی بغدادی (۹۷۵ء)

فارابی کا شاگرد۔ تقریباً اسی کتابوں کا مصنف۔ جن کے نام تاریخ الحکما میں دیے ہوئے ہیں۔ بیشتر منطق سے، انچاس فلسفہ پر، چند یہ ہیں، ادبیہ:

۱۔ التبیین... کتاب نقضِ حُججِ القائلین۔ بانّ الافعالَ خلق اللہ و اکتساب

مقالۃ فی انّ الافعالَ خَلقُ اللہ

۳ - مقالۃ فی ضلالۃ من یعتقد انّ علم الباری بالامور الممکنۃ قبل وجودہا۔

۴ - رسالۃ کتبہا لابی بکر الآدمی العطار -

ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم (۱۲۶۳-۱۳۲۷ء)

حرّان (شام) کے رہنے والے محدث، مفسّر، فلسفی اور متکلم۔ پانچ سو کتابوں کے مصنف اور بدعت کے شدید دشمن تھے۔ اِن کی تفسیر، البحر المحیط پچاس جلدوں میں ہے۔ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا تھا۔ وفات تک پانچ سو کتابیں لکھیں۔ جنہیں سے دو۔ چار۔ سات۔ دس، بیس جلدوں میں ہیں۔ اور ایک پچاس جلدوں فہرستِ تصانیف میری کتاب۔ سیرتِ امام ابنِ تیمیہؒ میں ملاحظہ فرمائیے۔

چند فلسفیانہ کتابوں کے نام یہ ہیں -

۱ - رسالۃ فی القضاء و القدر

۲ - رسالۃ فی درجات الیقین

۳ - الواسطۃ بین الخلق والحق

۴ - رسالۃ فی الارادۃ والامر

۵ - السیاسۃ الالٰہیۃ والآیات النبویہ

۶ - المنقذ من الضلال

۷ - رسالۃ فی الاحتجاج بالقدر

۸ - رسالۃ فی مراتب الارادۃ

۹ - الکلام علی حقیقۃ الاسلام والایمان

ابوحیان التوحیدی (۱۰۱۰ء میں زندہ) نیشا پور کے رہنے والے۔ بعد میں بغداد چلے گئے۔ یاقوت نے معجم الادباء میں ان کی سترہ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے الاشارات الالٰہیہ اور اخبارُ القدماء و ذخائرُ الحکماء، فلسفے سے تعلق رکھتی ہیں۔

تفتازانی، علامہ سعدُ الدین مسعودُ بن عمر (۱۳۲۲-۱۳۸۹ء) اپنے دور کے فاضلِ اجل علم البیان و المعانی کے امام اور دیگر علوم رائجہ کے ماہر تھے۔ علامہ سیوطی نے بُغیۃُ الوُعاۃ میں اور فصیحی نے مجمل میں ان کی اٹھارہ کتابوں کے نام دیئے ہیں جن میں سے صرف فضیحۃُ الملحدین یک گونہ فلسفیانہ ہے۔ اس میں ابنُ العربی کے عقیدۂ وحدت الوجود کی تردید ہے۔

عُمر خیّام، ابوالفتح عمر بن ابراہیم (۱۰۳۸-۱۱۱۲ء) خیام کی شہرت بحیثیت شاعر و ریاضی دان ہے۔ نظامی عروضی سمرقندی لکھتا ہے۔ کہ وُہ اکیس کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں "رسالۃ الوجود" اور "رسالۃ فی الکون و الوجود" فلسفیانہ ہیں

شہرستانی، محمد بن عبدالکریم (۱۰۷۶-۱۱۵۳ء) مشہور مورخ، فقیہہ اور متکلم تھے۔ فلسفہ پر ان کی دو کتابیں ملتی ہیں۔ "مُصارعۃ الفلاسفہ" اور "تاریخ الحکما" ان کی مشہور ترین کتاب الملَل و النحَل ہے۔ جس میں اسلامی فرقوں کا ذکر ہے۔

اَلغزالی، ابوحامد محمد بن محمد طُوسی (۱۰۵۸-۱۱۱۱ء) مشہور مفکر جنہوں نے اپنی تصانیف میں صحیح اسلامی فلسفہ پیش کیا۔ اور "تہافۃ الفلاسفہ" میں فلسفہ یونان کی تردید کی۔

ان کی پچیس تصانیف ہند، ایران اور یورپ میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کتب ذیل کا تعلق یا تو فلسفیانہ مسائل سے ہے۔ اور یا ان کا انداز فلسفیانہ ہے

۱۔ احیاءُ العلوم

۲۔ الحکمۃُ فی مخلوقاتِ اللہ

۳۔ مقاصد الفلاسفہ

۴۔ تہافۃ الفلاسفہ

۵۔ کیمیائے سعادت

چند دیگر تصانیف :-

۱۔ کتاب الوجیز

۲۔ علم الاصول

۳۔ معیار العلم

۴۔ محک النظر

۵۔ القسطاس المستقیم

۶۔ رسالۃ القدسیہ

۷۔ قواعد العقائد

۸۔ مشکوٰۃ الانوار

۹۔ جواہر القرآن

۱۰۔ ایُّہا الوَلَد

۱۱۔ مُکاشفۃ القلوب

۱۲۔ میزان العمل

• ریمنڈ مارٹن جو طلیطلہ کے سکول آف اورینٹل سٹڈیز کا فارغ التحصیل تھا۔

اپنی تصانیف میں غزالی کا کاروبار حوالہ دیتا ہے اور اپنی ایک کتاب
Pugio Fidei میں تہافۃ الفلاسفہ کا خلاصہ[1] بھی پیش کیا ہے۔ الفریڈ
گیلام لکھتا ہے[2]۔

"الغزالی نے یورپ کو بے حد متاثر کیا، وہ ایک عظیم فلسفی
متکلم، محدث اور صوفی تھا . . . . اس کی منطقی۔ طبیعی
اور مابعد الطبیعی تصانیف بارھویں صدی میں طلیطلہ کے
مترجمین کی وساطت سے یورپ میں پھیلیں گو غزالی کے
مابعد الطبیعی فلسفے کی گرفت اوِس براں[3] کے فلسفے سے کم تھی
تاہم یہ فلسفہ دماغوں پہ چھا گیا۔ یہاں تک کہ بعد میں ابن رُشد
اور سینٹ تھامس کے فلسفے نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

سُہروردی شہاب الدین یحییٰ بن حبش (۱۱۵۳-۱۱۹۱ء) سینا و ارسطو کے متبع تھے۔ انہوں نے فلسفہ، مذہب اور تصوف کو ملا کر اک نیا نظام مذہب اخلاق پیش کیا۔ جو فلسفۂ اشراق کے نام سے مشہور ہے اور جس کی پوری تفصیل ان کی کتاب حکمۃ الاشراق میں ملتی ہے۔

نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد بن حسن طوسی (۱۲۰۱-۱۲۷۴ء) ہلاکو خان کے

---

[1] میراث ص ۲۷۲

[2] ؍ ؍ ص ۲۷۹ - ۲۷۸ [3] سپین کا ایک یہودی، جو فلسفہ و تصوف میں ابن مسرہ اندلسی (۹۳۱ء) کا پیرو تھا۔ اس نے Fons Vitae کے عنوان سے ایک عربی میں کتاب لکھی تھی جو بعد میں لاطینی میں ترجمہ ہوئی۔

وزیر تھے۔ فلسفہ، منطق اور دیگر علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے سینا کی کتاب الاشارات کی شرح لکھی۔ جس میں فخر الرازی کی مخالفت اور سینا کی حمایت کی۔ المجسطی، کا عربی میں ترجمہ کیا۔ عربی کی ایک کتاب ' الطہارۃ فی الحکمۃ' کو فارسی میں منتقل کیا۔ اور اس کا نام اخلاقِ ناصری، رکھا۔ اس میں فلسفۂ اخلاق پر تفصیلی بحث ہے۔

علامہ محمد بن اسعد جلال الدین دوانی (۱۴۲۷-۱۵۰۱ء) | ان کی شہرت فلسفہ و منطق میں تھی۔ ان کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حاشیۂ تہذیب المنطق والکلام
۲۔ رسالۃ الزوراء
۳۔ اثباتِ واجب
۴۔ حاشیۂ شمسیہ
۵۔ انوارِ شافعیہ
۶۔ شرحِ عقائد
۷۔ اخلاقِ جلالی (فلسفۂ اخلاق پر شہرۂ آفاق کتاب جس کے کئی تراجم یورپی زبانوں میں ہو چکے ہیں)۔

موسیٰ بن میمون اندلسی (۱۲۰۴ء) | سپین کا ایک اسرائیلی۔ جس نے ایک کے سوا باقی تمام کتابیں عربی میں لکھیں تقریباً سب کی سب عبرانی و لاطینی میں ترجمہ ہوئیں۔ اس کے فلسفیانہ افکار سے اسپینوزا (۱۶۷۷ء) اور کانٹ (۱۸۰۴ء) بھی متاثر ہوئے۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱- شرحِ تلموذ (تلموذ تورات کی شرح ہے)

۲- ابطال المعاد (حیاتِ بعد الموت کا انکار)

۳- مختصر (جالینوس کی اکیس کتابوں کا اختصار)

۴- تہذیب کتاب الاستکمال لابن افلح الاندلسی (ہیئت)

۵- تہذیب کتاب الاستکمال لابنِ ہوُد (ریاضی)

ابنِ رُشد، ابوالولید محمد بن احمد بن محمد (۱۱۲۶-۱۱۹۸ء) سپین کا فلسفیِ اعظم جس کی تصانیف

چھ سو برس تک یورپی درس گاہوں میں نصاب رہیں۔ اِن کتابوں میں سے چند ایک یورپ میں تو ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں کوئی نہیں۔ صرف چند نام رہ گئے ہیں۔ مثلاً :-

۱- تہافۃ التہافۃ (غزالی کی کتاب تہافۃ کا جواب)

۲- کشف المناہج (فلسفہ)

۳- فصلُ المقال فی موافقۃ الحکمۃ والشریعۃ۔ (فلسفہ)

۴- ہدایۃ المجتہد (فقہ)

۵- کلّیات (طب)

۶- ارسطو کی پوئے ٹکش (کتاب الشعر) کی شرح

۷- ارسطو کی ری ٹارِکش (خطابت) کی شرح

۸- افلاطون کی ری پبلک (جمہوریت) کی شرح

ابنِ رُشد، مذہب، کائنات، رُوح، بقائے روح، آخرت اور دیگر مسائل پر عام علما سے اختلاف رکھتا تھا: اٹلی کے مشہور فلسفی، پادری طامس ایکوناس نے اپنی کتاب سُمّہ میں ابنِ رُشد کی تردید کی ہے۔ لیکن راجر بیکن اُسے

ارسطو اور سینا کے بعد کائنات کا تیسرا بڑا فلسفی قرار دیتا ہے۔ پیرس کی یونیورسٹی اپنے فارغ التحصیل طلبہ سے حلف لیا کرتی تھی۔ کہ وہ ارسطو کی صرف وہ شرحیں پڑھائیں گے۔ جو ابنِ رُشد کی تیار کردہ ہیں۔ ابنِ رُشد نے کُتب ارسطو پر تین قسم کی کتابیں لکھی تھیں۔

۱۔ ہر کتاب کا خلاصہ

۲۔ ہر کتاب کی مختصر شرح درمیانی طلبہ کے لیے۔

۳۔ ہر کتاب کی مفصل شرح انتہائی طلبہ کے لیے۔

مُوسیٰ بن میمون (م ۱۲۰۴ء) ابنِ رُشد کی تصانیف کی شرحیں لکھا کرتا تھا۔ یہود[1] کی دینی مجلس کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور اس کی تمام کتابیں جلا دیں۔ عیسائیوں کا فرانسِسکن[2] فرقہ ابنِ رُشد کے فلسفے کا مُبلّغ تھا۔ ۱۲۲۴ء میں فریڈرک دوم (م ۱۲۵۰ء) نے ارسطو اور ابنِ رُشد کی تصانیف کو نیپلز یونیورسٹی میں بطور نصاب رائج کیا۔ نیز ان کے لاطینی تراجم برون (فرانس) یونیورسٹی کو بھیجے۔ ۱۴۷۳ء میں لوئیس یازدہم (م ۱۴۸۳ء) نے حکم دیا[3] کہ فرانس کی تمام درسگاہوں میں ابنِ رُشد کی وہ کتابیں پڑھائی جائیں۔ جن کا تعلق ارسطو سے ہے۔

فریڈرک دوم بڑا ہی علم دوست تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ سپین میں ایک یہودی گھرانہ علم و فضل میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ تو اُسے جرمنی

۱۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص ۳۰۲

۲۔ فرانسس اٹلی کا ایک پادری تھا (۱۱۸۲ - ۱۲۲۶ء) جس کے کوڑھیوں اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے ۱۲۱۰ء میں ایک فرقے کی بنا ڈالی۔ جو فرانسسکن کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ تاریخ ہیڈرز آف ہسٹری ص ۵۵

بُلالیا۔ اِن میں سے ایک یہودؔ بن سلیمان نے طلبُ الحکمۃ لکھی۔ جو ابنِ رُشد کے افکار کا آئینہ تھی۔ اسی گھرانے کے ایک اور عالم یعقوب بن مَرْیَم نے فرنڈرک کے حکم سے ابنِ رُشد کی کئی تصانیف کا ترجمہ کیا۔ ایک اور فاضل کالونیمَ (پ ۱۲۸۷ء) نے اس کی چند تصانیف عبرانی میں منتقل کیں۔ اُسی دَور کے ایک یہودی لاوِی بن حَرْشُون نے اس کی بعض کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ ۱۳۲۸ء میں کسی نے اس کی تہافہ کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اور فرنڈیک دوم کے دوست اور درباری مائیکل سکاٹ نے اس کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں نیز تراجم کیے۔ اس کی کتاب فصل المقال کا فرانسی ترجمہ ایل۔ گیتھیَر نے شائع کیا تھا۔[۱] طلیطلہ کا ریمنڈ مارٹن اپنی تصانیف میں غزالی و ابنِ رُشد کے عربی اقتباسات بکثرت پیش کرتا ہے۔

مورخینِ یورپ اس امر پر مُتَّفِق ہیں۔ کہ اس فلسفی نے اہلِ یورپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اس کی تصانیف چھ سو برس تک یورپی درسگاہوں میں نصاب رہیں۔ اور آج بھی فلسفہ، یورپ کی ذہنی بیداری اور حیاتِ ثانیہ کی تمام تواریخ ابنِ رُشد کے ذکر سے لبریز ہیں۔

فلسفیانِ اسلام کی فہرست اس قدر طویل ہے۔ کہ اسے قلم بند کرنے کے لیے کئی برس چاہئیں۔ ایک مصری عالم محمد لطفی نے "فلاسفۃ الاسلام" کے نام سے سوا تین سو صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے۔ لیکن وہ بہت مختصر ہے۔ لاہور کے ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے ڈائرکٹر پروفیسر ایم۔ ایم شریف فلسفۂ اسلام کی

---

[۱] میراث ص ۲۷۵-۶

[۲] " ص ۲۷۱

تاریخ گزشتہ کئی برس سے قلم بند کر رہے ہیں۔ آج سے چار برس پہلے (۱۹۶۰ء) مجھے اس تاریخ کا نامکمل مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ تاریخ کئی جلدوں میں نکلے گی۔

ریاضی

ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں :

"الجبرا[1] کے لیے ہم عربوں کے ممنون ہیں۔ ریاضی کی اِس شاخ کا نام تک انہی کا رکھا ہوا ہے۔ اِس فن کے جو بچے کھچے اجزا دار العلم اِسکندریہ سے اُن تک پہنچے تھے۔ اُن میں انہوں نے اُن معلومات کا اضافہ کیا۔ جو ہندوستان سے حاصل کی تھیں۔ اور ترتیب و تنسیخ کے بعد اِس اِصلاح یافتہ مجموعے کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدوّن کیا۔ تیرھویں صدی میں عربوں کا یہ فن اِٹلی میں پہنچا . . . . ."

"کلیسا[2] نے بارہ سو برس کی آمرانہ حکومت میں ایک بھی ریاضی دان پیدا نہیں کیا۔"

عرب جیومیٹری اور ٹرگ نومیٹری کے موجد تھے۔ یونانیوں کی ریاضی انہی کی معرفت یورپ تک پہنچی۔ مسلم ریاضی دانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے۔ کہ

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۳

[2] " " " ص ۲۱۵

پوری فہرست شاید چار سو صفحات کی کتاب میں بھی نہ سما سکے۔ یہاں چند مشہور علمائے ریاضی (محاسبین) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خیام (۱۰۳۸-۱۱۲۳ء) وِل ڈیوران لکھتا ہے[1] کہ قرونِ وسطیٰ میں عمر خیام سے بڑا ریاضی دان موجود نہیں تھا۔ اس کا الجبرا جس کا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۵۱ء میں F. Woepckes. نے کیا تھا، یونانیوں نیز الخوارزمی کی سطح سے بلند تر تھا۔ ریاضی پہ اس کی تمام تحریرات ضائع ہو گئی ہیں صرف چند اجزا یورپ کے علمی خزائن میں باقی ہیں۔

خوارزمی، ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ (۸۴۴ء) عہدِ مامون کا منجم و محاسب (ریاضی دان) جس کی کتاب اَلجبر و المقابلہ کا لاطینی ترجمہ اٹلی کے ایک ریاضی دان لیو نارڈ فیبو ناچی نیز جیرارڈ نے کیا تھا۔ اس کا انگریزی ترجمہ الیف روزن نے ۱۸۳۱ء میں کیا۔ یہ کتاب ایک ہزار سال تک یورپ کی درسگاہوں میں بطورِ نصاب رائج رہی۔ یورپ میں ریاضی کا پہلا رسالہ ۱۴۹۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں صرف لیونارڈ فیبوناچی (۱۲۲۲ء میں زندہ) کا کچھ ترجمہ تھا۔ وبس۔

ثابت بن قرہ (۸۲۶-۹۰۱ء) ثابت نے ہر فن پہ کتابیں لکھیں۔ ریاضی پہ اس کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱- کتابٌ فِی اَنَّ الْخَطَّیْنِ الْمُسْتَقِیْمَیْنِ اِذا اخرجا علیٰ اَقَلَّ مِن زاوِیَتَینِ قائِمَتَینِ اِلتَقَیا فِی جِہَۃِ خُرُوجِہا۔

۲- کتاب فی اِستِخراجِ مسائلِ الہندسیۃ

---

[1] ایج آف فیتھ ص ۳۲۱

۳ - فی مَساحَتِ الاَشکالِ المُسَطَّحَۃ

۴ - کتابُہٗ فی الاَعداد

۵ - کتابٌ فی عملِ شکلٍ مُجَسّمٍ ذی اَربَعَ عشَرۃَ قاعِدَۃٍ

۶ - کتابٌ فی مساحتِ الاَجسام المُتَکافۃ

۷ - کتابٌ فی قطعِ المخرُوطِ

۸ - اُقلیدس کے دو مقالوں کی شرح -

اس کی بعض تصانیف جیرارڈ نے لاطینی میں منتقل کیں -

ابوالوفا، محمد بن محمد بن یحییٰ البُوزجانی (۹۴۰-۹۹۹ء) بوزجان، نیشاپور کا

ایک قصبہ ہے - جہاں یہ حکیم ۹۴۰ء میں پیدا ہوا تھا - ریاضی میں کمال حاصل کرنے کے بعد یہ مختلف درسگاہوں میں مُعلّم رہا - اور بغداد میں فوت ہوا - اس کی کتب ریاضی کی فہرست یہ ہے :

۱ - کتابُ المنازل فی الحساب

۲ - تفسیرُ الخوارزمی فی الجبرو المقابلہ

۳ - تفسیرُ کتاب دیوفنطس فی الجبر

۴ - تفسیرُ کتاب ابرخس فی الجبر

۵ - اَلمُدخَل اِلی الاَرثما طیقی

۶ - کتابٌ فی ما ینبغی ان یُحفَظَ قبلَ کتابِ الارثماطیقی

۷ - البراہین علی القضایا فیما استعملہٗ دیوفنطس

۸ - کتاب استخراجِ مبلغ المکعب

۹ - کتاب الکامل

۱۰۔ کتاب العمل بالجدول الستینی

اس کی تصانیف آٹھ صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں میں استعمال ہوتی رہیں۔

پیرس[1] کی یونیورسٹی میں ابوالوفا کے علم اور بعض نظریات پر ۱۸۳۶ء سے ۱۸۷۱ء تک بحث ہوتی رہی۔ جس میں پروفیسر بیاٹ (Biot) اراگو (Arago) اور جوزف برٹرنڈ جیسے فضلائے حصّہ لیا تھا۔

نصیر الدین محقق طوسی (۱۲۰۱-۱۲۷۴ء) | اس نے حساب[2] اور جیومیٹری کے متعلق اسلاف کی سولہ کتابوں پر حواشی لکھے۔ اِن میں سے چار عربوں کی تھیں۔

احمد بن محمد بن مروان بن الطیب السرخسی (۹۰۰ء) | خلیفہ معتضد (۸۹۲-۹۰۲ء) کا درباری تھا۔ اس کی چوبیس کتابوں کے نام تاریخ الحکما میں دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب الارثماطیقی والجبر والمقابلہ ریاضی پر ہے۔

احمد بن عمر الکرابیسی | اس کی صرف پانچ کتابوں کے نام باقی رہ گئے ہیں۔ ایک (کتاب الوصایا) کے سوا باقی چار حساب پر ہیں۔

۱۔ شرحِ اقلیدس

۲۔ کتاب الحساب الہندی

---

[1] میراث ص۳۹۰

[2] " ص۳۹۵

۳۔ کتاب مساحۃ الحلقۃ
۴۔ کتاب مساحۃ الدّور

ابنُ الہَیثم (۱۰۳۹ء)

یہ ہر فن مولیٰ تھا۔ ریاضی پر اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ مصادراتِ اقلیدس
۲۔ الشکوک علیٰ اقلیدس
۳۔ مساحۃُ الجسم المتکافی
۴۔ العدد والجسم
۵۔ قِسمۃ الخطّ الذی استعملہٗ ارشمیدس فی الکرۃ
۶۔ استخراجُ مسئلۃٍ عددیۃٍ
۷۔ مقدمۃ ضلع المُسبّع
۸۔ تربیع الدائرہ
۹۔ اصول المساحۃ
۱۰۔ اعدادُ الوفق
۱۱۔ مسئلۃ فی المساحۃ
۱۲۔ اعملۃ المثلثات
۱۳۔ عمل المسبّع فی الدائرہ
۱۴۔ حَلُّ شَکٍّ مِنَ الجُسّم
۱۵۔ حَلُّ شکٍّ من اقلیدس
۱۶۔ اِستخراجُ الضلع المکعّب
۱۷۔ عِلَل الحساب الہندی

۱۸ - خطوط الساعات

۱۹ - الکُرَۃُ اَوسَعُ اَشکالِ المجسمۃِ

۲۰ - مساحۃُ الکُرَۃ

۲۱ - حسابُ المعاملات

۲۲ - مسئلۃٌ ھندسیّۃ

۲۳ - شرحُ قانونِ اقلیدس

۲۴ - اِستخراجُ خطِ بِنصفِ النّھار بظلٍ واحدٍ -

۲۵ - بوکارُ الدوائرِ العظام

۲۶ - جمعُ الاجزا

۲۷ - قِسمۃُ المقدارین

۲۸ - التحلیل والترکیب

۲۹ - شکلُ بنی موسیٰ

۳۰ - اِستخراجُ اربعۃ خطوطٍ

۳۱ - سمتُ القِبلۃِ بالحساب

۳۲ - اِرتفاعُ القُطر

۳۳ - تعلیق فی الجبر

حَبَش الحاسب | مَرو کا رہنے والا۔ بغداد میں رہائش اختیار کی۔ مامون و مُعتصم کا زمانہ دیکھا۔ بحیثیتِ منجّم شہرت پائی۔ اور ایک کتاب "کتاب الدوائر" ریاضی پر لکھی۔

سَمَوأل بن یہودا اُندلسی (۱۱۷۵ء) | ریاضی پر اس کی دو کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

۱۔ کتاب المثلث القائم الزاویہ
۲۔ منیر فی مساحۃ اجسام الجواہر

عباس بن سعید الجوہری مامون (۸۱۳ - ۸۳۳ء) کا درباری عالم جس نے ریاضی پہ دو کتابیں لکھیں :

۱۔ کتاب تفسیر اقلیدس
۲۔ کتاب الاشکال التی فی المقالۃ الاُولیٰ من کتاب اقلیدس۔

ابوالفضل اُبو محمد عبدالحمید بن واسع الجبلی گیلان کا ایک فاضل جس نے حساب پہ دو کتابیں چھوڑیں۔

۱۔ کتابُ الجامع فی الحساب
۲۔ کتابُ نوادرِ الحساب وخواصِ الاعدادِ

علی بن احمد العمرانی الموصلی موصل کا یہ عالم شرح کتاب الجبر والمقابلہ لِاَبی کامل المصری، کا مصنف تھا۔

ابوالقاسم علی بن احمد الانطاکی (۹۸۷ء) انطاکیہ کو چھوڑ کر بغداد میں آ گیا۔ اور عضدالدولہ دیلمی (۹۸۲ء) کا مُصاحب بن گیا۔ اس کی تمام تصانیف ریاضی پہ تھیں۔ چھ کے نام یہ ہے۔

۱۔ کتاب التخت الکبیر فی الحساب الہندی
۲۔ کتاب الحساب علی التخت بلا محوٍ
۳۔ تفسیر الارثماطیقی
۴۔ شرحِ اقلیدس

۵ - الموازین العددیہ

۶ - کتاب الحساب بالتخت۔

ابوبکر رازی (۹۲۵ء)

رازی نے بھی ریاضی پر کچھ کتابیں لکھی تھیں۔ مثلاً:

۱ - کتابٌ فی قطرِ المُربّع

۲ - رسالۃٌ فی الجبر

محمد بن لُرَّۃ الاصفہانی

اپنے عہد کا مشہور ریاضی دان تھا۔ اس کی کتاب "الجامعُ فی الحساب" کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔

مُوسیٰ بن شاکر

عہدِ مامون کا منجم و ریاضی دان تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ محمد، احمد اور حسن۔ یہ تینوں ہیئت، موسیقی، حساب وغیرہ میں ماہر تھے۔ تذکرہ نگار "اَبناءِ مُوسیٰ" کے تحت اِن تینوں کا ذکر یکجا کرتے ہیں۔ محمد سب سے بڑا تھا۔ اس کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی تھی۔ باقی بھائیوں اور اِن کے والد کی تاریخ وفات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

ان بھائیوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ القفطی نے تاریخ الحکماء میں دس کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ اِن میں چار ایسی ہیں، جن کے سامنے مصنف کا نام درج نہیں۔ اور جب تک اصل کتاب سامنے نہ آئے مصنف کا پتہ نہیں چل سکتا۔ اِس فہرست میں تین ریاضی پر ہیں:

۱ - کتاب الشکل المُدوّر المُستطیل۔ حسن بن موسیٰ

۲ - کتاب الشکل الہندسی ... بتثلیث ... اقسام ...

۱ - کتاب المثلث القائم الزاویہ
۲ - منیر فی مساحۃ اجسام الجواہر

عباس بن سعید الجوہری مامون (۸۱۳ - ۸۳۳ء) کا درباری عالم جس نے ریاضی پہ دو کتابیں لکھیں:

۱ - کتاب تفسیر اقلیدس
۲ - کتاب الاشکال التی فی المقالۃ الاولیٰ من کتاب اقلیدس۔

ابوالفضل ابومحمد عبدالحمید بن واسع الجیلی گیلان کا ایک فاضل جس نے حساب پہ دو کتابیں چھوڑیں۔

۱ - کتاب الجامع فی الحساب
۲ - کتاب نوادر الحساب وخواص الاعداد

علی بن احمد العمرانی الموصلی موصل کا یہ عالم شرح کتاب الجبر والمقابلہ لابی کامل المصری، کا مصنف تھا۔

ابوالقاسم علی بن احمد الانطاکی (۹۸۷ء) انطاکیہ کو چھوڑ کر بغداد میں آ گیا۔ اور عضدالدولہ دیلمی (۹۸۲ء) کا مصاحب بن گیا۔ اس کی تمام تصانیف ریاضی پہ تھیں۔ چھ کے نام یہ ہے۔

۱ - کتاب التخت الکبیر فی الحساب الہندی
۲ - کتاب الحساب علی التخت بلا محو
۳ - تفسیر الارثماطیقی
۴ - شرح اقلیدس

۵ - الموازین العددیہ
۶ - کتاب الحساب بلاتخت۔

ابوبکر رازی (۹۲۵)
رازی نے بھی ریاضی پر کچھ کتابیں لکھی تھیں۔ مثلاً:

۱ - کتابٌ فی قُطرِ المرُبّع
۲ - رسالۃٌ فی الجبر

محمد بن لُرّۃ الاصفہانی
اپنے عہد کا مشہور ریاضی دان تھا۔ اس کی کتاب "الجامعُ فی الحساب" کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔

مُوسٰی بن شاکر
عہدِ مامون کا منجّم و ریاضی دان تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ محمد، احمد اور حسن۔ یہ تینوں ہیئت، موسیقی، حساب وغیرہ میں ماہر تھے۔ تذکرہ نگار "ابناءُ مُوسٰی" کے تحت ان تینوں کا ذکر یکجا کرتے ہیں۔ محمد سب سے بڑا تھا۔ اس کی وفات ۸۷۳ء میں ہوئی تھی۔ باقی بھائیوں اور ان کے والد کی تاریخ وفات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

ان بھائیوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ القِفطی نے "تاریخ الحکما" میں دس کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ ان میں چار ایسی ہیں۔ جن کے سامنے مصنّف کا نام درج نہیں۔ اور جب تک اصل کتاب سامنے نہ آئے مصنّف کا پتہ نہیں چل سکتا۔ اِس فہرست میں تین ریاضی پر ہیں۔

۱ - کتاب الشکل المُدَوَّرِ المُستطیل۔ حسن بن مُوسٰی
۲ - کتاب الشکل الھندسی
۳ - کتاب مساحۃِ الکُرۃِ وقسمۃ الزاویۃ بثلثۃِ اقسامٍ متساویۃ

دوسری اور تیسری کتب کے مصنف کا نام درج نہیں۔

ابُو سَہل وِیجَن بن رُستم الکوہی (۹۰۹ میں زندہ)

دَیلمیوں کا درباری منجم جس نے بغداد میں ایک رصدگاہ بنائی تھی۔ یہ اُس زمانے میں سب سے بڑا محاسب و منجم تھا۔ اس کی نو تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے ایک ہیئت پر اور باقی ریاضی پر ہیں۔

۱۔ کتاب مراکز الاکر
۲۔ کتاب الاصول علیٰ تحریکاتِ اقلیدس
۳۔ کتاب البرکار التام
۴۔ کتاب مراکز الدوائر
۵۔ کتاب اِخراجُ الخطّین علیٰ نسبۃ
۶۔ کتاب الدوائر المتماسۃ
۷۔ کتاب استخراجُ ضلع المسبّع
۸۔ کتاب الزیادات علی ارشمیدس
۹۔ کتاب صنعۃ الاصطرلاب

صرف آخری کتاب ہیئت پر ہے اور باقی تمام ریاضی پر۔

الکِندی (۸۵۰ء)

الکندی نے ریاضی پہ بتیس کتابیں لکھی تھیں۔ اِن میں سے گیارہ حساب پر اور بائیس جیومیٹری پہ ہیں۔ مکمل فہرست کشف الظنون یا القفطی میں دیکھیے۔ چند نام یہ ہیں:

۱۔ رسالۃ فی الحساب الہندی
۲۔ رسالۃ فی الکمیۃ المضافۃ

۳ - رسالۃ فی الحِیَلِ العددیۃ
۴ - کتاب فی تالیفِ الاعداد
۵ - رسالۃ فی المدخل الی الارثما طیقی
۶ - کتاب اَغراض کتاب اَقلیدس
۷ - کتاب فی وتر الدائرہ
۸ - کتاب فی تقریب وتر التسع
۹ - کتاب تقسیم المثلث والمربّع
۱۰ - کتاب قسمۃِ الدائرہ ثلثۃِ اقسام

سینا (۱۰۳۷ء)

بوعلی سینا کی بھی ایک کتاب ریاضی پر بھی موجود ہے۔ نام ہے :

مُختصر اقلیدس

ہمارے ریاضی دانوں نے قرُونِ وسطیٰ کو کیا کچھ دیا۔ اس کی تفصیل ، میراثِ اسلام (آرنلڈ) کے آخری باب " ریاضی و ہئیت " میں ملاحظہ فرمائیے :

علمِ ہئیت

قرونِ وسطیٰ کے عرب حکما و علما کو شمار کرنا مشکل ہے۔ القفطی نے چار سو گیارہ ، ابن ابی اُصَیبَعہ نے چھ سو ، اور ابن خلکان نے آٹھ سو پینسٹھ علما و مشاہیر کا ذکر کیا ہے۔ آج سے ساڑھے چھ سو برس پہلے کمال الدین

عبدالرزاق ابن الفوطی (۱۳۲۲ء) نے مسلم مشاہیر کا ایک معجم پچاس جلدوں میں
تیار کیا تھا۔ نام تھا: "مجمع الآداب فی معجم الالقاب" اس کی ایک جلد میرے
پاس بھی موجود ہے۔ یہ ۷۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پچپن "کافی" پچپن
"الکامل" ستر "الکریم" اڑتیس "کاظم، کاتب" وغیرہ اور چار سو چونتیس "کمال الدین"
ہیں۔ میزان ۶۴۷۔ اس زمانے میں علم ہیئت، نصاب تعلیم کا حصہ تھا۔ اور
اس لیے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ اس عہد کا ہر عالم ہیئت دان بھی تھا۔ صفحات
گزشتہ میں جتنے علما کا ذکر آیا ہے۔ وہ سب کے سب ہیئت دان تھے۔ اور تقریباً
ہر مصنف نے ہیئت پر کوئی نہ کوئی کتاب لکھی تھی۔ یورپ کے ایک فاضل
کرینلینو نے عرب ہیئت دانوں کے حالات چار جلدوں میں لکھے تھے۔ جس کا
ترجمہ "علم الفلک عند العرب فی القرون الوسطیٰ" کے عنوان سے ایک
مصری نے کیا ہے۔ موضوع اتنا وسیع ہو تو اختصار و اشارات کے سوا چارہ
نہیں ہے۔

عربوں نے پہلا کام یہ کیا کہ یونانیوں کا سارا علم ہیئت عربی میں منتقل
کیا۔ اس کے بعد جا بجا رصدگاہیں بنائیں۔ طویل مشاہدے کیے۔ ستاروں
کی فہرستیں تیار کیں۔ ان کے نام تجویز کیے۔ ان کی رفتار کا اندازہ لگایا
آفتاب و ماہتاب کی روشنی، حرکت، زمین سے دوری وغیرہ پر روشنی ڈالی۔
سال و ماہ کی مدت معین کی۔ کسوف و خسوف کے اسباب بتلائے۔ زرقیال (۱۰۸۰ء)
نے اعلان کیا۔ کہ سیاروں کے مدار بیضوی ہیں۔ یعنی وہ حرکت کرتے وقت انڈے
کی شکل کا دائرہ بناتے ہیں۔ علی بن یونس مصری (۱۰۰۹ء) نے وقت کی پیمائش
کے لیے پنڈولم سے کام لیا۔ عمر خیام[1] (۱۱۱۲ء) نے ۱۰۷۴ء میں ایران کے

۱؎ ایج آف فیتھ ص ۳۲۱

کیلنڈر میں ایسی اصلاح کی۔ کہ وہ دنیا بھر کے کیلنڈروں سے بہتر بن گیا۔ عیسوی کیلنڈر میں تین ہزار تین سو تیس سال کے بعد ایک دن کا فرق پڑتا ہے۔ اور خیام کے کیلنڈر میں ایک دن کا فرق تین ہزار سات سو ستر برس کے بعد ہوتا ہے۔ خیام جوتشی بھی تھا۔ ایک مرتبہ سلجوقی سلطان ملک شاہ دوم (۱۱۰۴ء) نے اُسے کہا۔ کہ میں شکار کے لیے جنگل میں جانا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسا ہفتہ انتخاب کرو کہ اس میں بادوباراں کا اندیشہ نہ ہو۔ خیام نے زائچہ بنا کر ایک ہفتہ منتخب کیا۔ جب شاہی سواری دو تین فرسنگ کا فاصلہ طے کر چکی۔ تو یک دم مغرب سے آندھی اُٹھی۔ اور بادل گرجنے لگے۔ ملک شاہ نے عمر خیام سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہا۔ ظلّ الٰہی! فکر نہ کیجیے۔ یہ سب کچھ نیم ساعت میں ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد سات دن تک آسمان صاف رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

ابوالعباس احمد بن محمد فرغانی | عہدِ مامون کا ایک منجم جس نے ہیئت پہ کئی کتابیں لکھی تھیں۔ مثلاً :

۱۔ اصول علم النجوم
۲۔ جوامع علم النجوم
۳۔ المدخل الی علم ہیئت الافلاک
۴۔ کتاب الفصول الثلاثین

اس کی المدخل، کا لاطینی ترجمہ جیرارڈ نے کیا تھا جو ۱۵۲۷ء میں طبع ہُوا۔

محمد بن موسیٰ خوارزمی (۸۴۴ء) | اس کی تین کتابیں ہیئت پر بھی ہیں :-

۸ - کتاب اثبات علم النجوم

۹ - زیج القرانات

۱۰ - کتاب الاختیارات علی منازل القمر

اس کی چار کتابیں ایڈلرڈ اور جوہانس ڈی لیونز نے لاطینی میں منتقل کیں۔[1]

البتانی، محمد بن جابر بن سنان الحرانی (۹۲۹ء) اس نے بیالیس برس تک آسمانی مشاہدات کیے پھر کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے چار یہ ہیں:

۱ - کتاب الزیج

طالع البروج

۳ - شرح الاربعۃ لبطلیموس

۴ - اقدار الاتصالات

نلینو[2] نے اس کی کتاب الزیج کا لاطینی ترجمہ معہ متن ایڈیٹ کر کے ۱۹۰۳ء میں شائع کیا۔ اس کی ایک کتاب کا ترجمہ پلیٹو آف ٹوالی نے کیا۔ راجیو مان طنس (Ragiomontanus) نے البتانی کی الواح کی مدد سے وہ نقشہ ہائے ہیئت تیار کیے۔ جن کے سہارے کولمبس امریکہ تک پہنچا۔

زرقالی، ابو اسحاق، ابراہیم ابو یحییٰ علی (۱۰۸۷ء) سپین کا ایک منجم جو ایک خاص قسم کے اصطرلاب کا موجد تھا۔ جس کا نام صفیحہ تھا۔ اس پر ایک کتاب بھی

---

[1] میراث صـ ۳۸۷

[2] میراث حاشیہ صـ ۳۸۸

لکھی۔ جس[1] کا لاطینی ترجمہ ایک یہودی نے کیا اور ہسپانوی ترجمہ سپین کے بادشاہ الفونسو دہم (۱۲۵۲ - ۱۲۸۴ء) نے۔ پندرھویں صدی میں ایک یورپی منجم (Ragiomontanus) نے "صفیحہ" پر ایک مستقل کتاب لکھی۔ کاپرنیکی (پ ۱۴۷۳ء) اپنی کتابوں میں زرقالی کا بار بار حوالہ دیتا ہے۔

ابواسحاق بطروجی غرناطہ کے مشہور حکیم ابن طفیل (۱۱۸۵ء) کا شاگرد جس کی کتاب الہیئۃ کا عبرانی[2] ترجمہ موسیٰ بن طبّن اور لاطینی ترجمہ گیلو ہیمش نے کیا تھا۔

نصیرالدین طوسی (۱۲۷۴ء) نے مراغہ میں ایک رصدگاہ بنائی تھی۔ جو ایل خانی رصدگاہ کے نام سے مشہور ہوئی اس نے طویل مشاہدات کے بعد ایک زیچ تیار کی۔ جو یورپ میں بہت مقبول ہوئی۔

اُلغ بیگ (۱۴۴۹ء) تیمور کا پوتا۔ جس نے سمرقند میں ایک رصدگاہ بنوائی۔ اور ۱۴۳۷ء میں چند ہیئت دانوں کو مشاہدۂ فلک پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے ستاروں کی اَلواح (نقشے۔ چارٹ) تیار کیں۔ جو اَلواحِ اُلغ بیگ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۶۵۰ء میں جے گریوز اور ٹی۔ ہائیڈ نے اِن الواح کو ایڈٹ کیا اور پھر لاطینی ترجمہ سمیت لنڈن سے شائع کیا۔ ۱۸۴۶ء میں موسیو سیدی لاط (Sedillot) نے اِن الواح کا دیباچہ فرانسی میں ترجمہ کیا۔

---

[1] میراث ص ۲۹۴

[2] " ص ۲۹۵

ابراہیم بن حبیب الفزاری

اس نے پہلی مرتبہ اصطرلاب استعمال کیا تھا۔ اس کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱۔ کتاب الزیج

۲۔ العمل بالاصطرلاب ذوات الحلق

۳۔ العمل بالاصطرلاب المسطح

۴۔ القصیدۃ فی علم النجوم

ابن الہیثم (۱۰۳۹) کی تصانیف :۔

۱۔ صورۃ الکسوف

۲۔ اختلاف منظر القمر

۳۔ رویۃ الکواکب

۴۔ الشکوک علی بطلیموس

۵۔ ضوء القمر

۶۔ ارتفاعات الکواکب

۷۔ کتاب البرہان علی مایراہ الفلکیون فی احکام النجوم

حبش الحاسب المروزی کی تصانیف :

۱۔ زیج المعروف بالممتحن

۲۔ الزیج الصغیر

۳۔ العمل بالاصطرلاب

۴۔ الزیج الدمشقی

۵۔ الزیج المامونی

سنان بن ثابت ثرہ (۹۴۳ء)

خلیفہ القاہر کا درباری طبیب، جس نے مختلف عنوانات پہ اٹھارہ کتابیں لکھیں۔ ان میں سے دو نجوم پر ہیں۔

۱۔ رسالۃ فی النجوم

۲۔ رسالۃ فی قسمۃ ایام الجمعۃ علی الکواکب السبعۃ۔

عبداللہ بن اماجور القاسم الہروی

ہرات کا منجم جس نے ہیئت پہ چھ تصانیف چھوڑیں۔

۱۔ الزیج، الخالص

۲۔ الزیج۔ المزنرہ

۳۔ الزیج البدیع

۴۔ زیج السندہند

۵۔ زیج المرات

۶۔ زیج المرنج

عبیداللہ بن الحسن ابوالقاسم، غلام زحل (۹۸۴ء)

بغداد کا محاسب و منجم جس نے ہیئت پر احکام النجوم کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔

ابوالحسین عبدالرحمان بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی الرازی (۹۸۷ء)

رے کا رہنے والا اور عضد الدولہ دیلمی (۹۴۹ - ۹۸۲ء) کا ندیم و مشیر ان کتابوں کا مصنف تھا۔

۱۔ الکواکب الثابتۃ

۲ - الآرٔ جوزۃ فی الکواکب الثابتہ

۳ - کتابُ التذکرۃِ ومطارحِ الشعاع

الفضل بن حاتم النیریزی

ایران کے ایک شہر نیریز کا رہنے والا جس نے کُتبِ ذیل ہیئت پہ لکھیں۔

۱ - الزیج الکبیر

۲ - الزیج الصغیر

ابوسہل، الفضل بن نوبخت

ہارون کا درباری حکیم جو فارسی کتب کو عربی میں منتقل کیا کرتا تھا۔ نجوم پر اس کی تصانیف یہ ہیں۔

۱ - کتاب الفال النجومی

۲ - کتاب تحویل سنی الموالید

۳ - اُلمنتحل من اقاویل المنجمین

الکندی (۸۵۰ء)

القفطی نے ہیئت پر کندی کی تینتیس تصانیف کے نام دیے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ تفصیل کے لیے تاریخ الحکما کی طرف رُجوع فرمایئے۔

۱ - کتاب ظاہریات الفلک

۲ - کتابٌ فی المناظرۃِ الفلکیۃ

۳ - فی ماثیۃ الفلک

۴ - کتابٌ فی امتناعِ مساحۃِ الفلک الاقصیٰ

۵ - رسالۃ فی السوال عن احوالِ الکواکب

۶ - رسالۃ فی کیفیات نجومیۃ

۷۔ رسالۃ فی رجوعِ الکواکب

۸۔ رسالۃ فی الاوضاعِ النجومیۃ

۹۔ رسالۃ فی مطرحِ الشعاع

۱۰۔ کتاب فی انّ طبیعۃَ الفلک مخالفۃٌ لطبائعِ العناصر۔

اُصطرلاب اُصطرلاب آسمان کو دیکھنے کا آلہ ہے۔ یہ یونانی ایجاد ہے جسے مسلمانوں نے کمل کیا تھا۔ پوپ[1] سلوسٹر دوم، جو ۹۹۹ء میں مسندِ پاپائیت پہ جلوہ آرا ہوا تھا، ایک بلند پایہ منجم تھا۔ اور اصطرلاب کا استعمال بطلیموس سے بہتر کر سکتا تھا۔ اِس کا ذاتی اصطرلاب فلورنس (اٹلی) کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ اصفہان کے رہنے والے دو بھائیوں احمد و محمود ابنائے ابراہیم اصطرلابی نے ۹۸۴ء میں ایک اصطرلاب بنایا تھا۔ جو آکسفورڈ کے علمی خزائن میں رکھا ہوا ہے۔ برٹش میوزیم میں متعدد اصطرلاب پڑے ہیں۔ لیکن ۱۲۶۰ء سے پہلے کا کوئی نہیں، برطانیہ میں پہلا اصطرلاب غالباً ۱۲۶۰ء ہی میں تیار ہوا تھا۔ جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ مرٹن کالج (برطانیہ) میں وہ اصطرلاب موجود ہے۔ جسے چاسر (برطانوی شاعر، وفات ۱۴۰۰ء) استعمال کیا کرتا تھا۔ اور جس پر اپنے بچے کی خاطر ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ طلیطلہ کے ایک کاریگر ابراہیم بن سعید نے ۱۰۶۶ء میں اور عبد الحمید ایرانی نے ۱۷۱۵ء میں نہایت خوبصورت اور منقوش اُصطرلاب بنائے تھے۔ پہلا میڈرڈ اور دوسرا انگلستان کے وکٹوریا میوزیم میں محفوظ ہے۔

---

[1] بحوالہ اث ص ۱۱۵

جغرافیہ

عرب جغرافیہ دانوں نے دنیا بھر کی سیاحت کی ۔ چپے چپے کا حال لکھا ۔ ہر ملک کے پہاڑوں ، دریاؤں ، جھیلوں ، قصبوں ، بستیوں اور وادیوں تک کو گن ڈالا ، لوگوں کے تمدن ۔ تہذیب ، زبان ، رسوم اور لباس پہ بحث کی ، بحروبر کے نقشے تیار کیے ، زمین اور کرۂ ہوا کو ناپا ۔ کرّے بنائے ۔ کتابیں لکھیں ۔ اور شہروں کے بڑے بڑے معجم (انسائیکلوپیڈیا) تیار کیے ۔ مامون کی فرمائش پر اس کے جغرافیہ دانوں نے زمین کو ناپا ۔ اور اعلان کیا ۔ کہ زمین گول ہے ۔ اس کا دَور چوبیس ہزار میل اور قطر سات آٹھ ہزار میل کے درمیان ہے ۔ نیز بتایا کہ زمین سے اٹھاون میل کی بلندی تک ہوا ہے اور آگے خلا ۔

عرب جغرافیہ دانوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ۔ مشہور مورّخ ابوالفدا (۱۳۳۱)[1] نے اپنے سے پہلے ساٹھ جغرافیہ دانوں کے نام گنے ہیں ۔ ان میں ایک بدوی عرّام بن الاصبغ السُّلَمی الاعرابی بھی تھا ۔ جس نے عہدِ مامون میں کا جغرافیہ لکھا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ مولانا عبدالعزیز[2] میمن پروفیسر علیگڑھ یونیورسٹی کے پاس موجود تھا ۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں ادارۃ المعارف ہند ، کا ایک اجلاس عربک کالج دہلی میں منعقد ہوا تھا ۔ اس میں اس وقت کے بڑے بڑے

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۱۶۰

[2] مولانا ابھی زندہ ہیں ۔ اس وقت (۱۹۶۳ء) عمر اندازاً ۷۲ ہو گی آجکل کراچی میں مقیم ہیں ۔ عصرِ رواں میں عربی ادب کے سب سے بڑے عالم ہیں ۔ ان کی کئی کتابیں مصر میں چھپ چکی ہیں ۔ آپ ہمیشہ عربی میں لکھتے ہیں ۔

فضلا شامل ہوئے تھے ۔ مثلاً جسٹس شاہ محمد سلیمان نظریۂ اضافیت کے فاضل ، خان بہادر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع پرنسپل اورینٹل کالج لاہور (وفات ۱۹۶۳ء) پروفیسر محمود شیرانی ، پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال ، خواجہ حسن نظامی ، ڈاکٹر پروفیسر ہادی حسن (علی گڑھ) مولانا محمد اسلم جیراجپوری ۔ مولانا عبدالعزیز میمن اور بیسیوں دیگر ۔ مولانا میمن نے ابن العوام کی کتاب جغرافیہ پہ تقریر فرمائی تھی ۔ آج یہ چند سطور حافظہ سے لکھ رہا ہوں ۔ اور اس لیے امکان ہے کہ اس کی کنیت اور زمانہ وغیرہ کے متعلق کوئی لغزش ہو گئی ہو ۔ چند دیگر جغرافیہ دانوں کے نام یہ ہیں :-

ادریسی ، ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ بن ادریس (۱۱۰۰-۱۱۶۶ء)

سپین کا ایک فاضل ، جو بعد میں سسلی کے نارمن فرمانروا ۔ راجر دوم (۱۱۰۵-۱۱۵۴ء) کے دربار سے وابستہ ہو گیا تھا اور اس کے لیے چاندی[1] کا ایک کرہ بنایا تھا ۔ اس میں پہاڑ ۔ دریا ۔ جنگل اور وادیاں تک دکھائی تھیں ۔ آسمان کا بھی ایک کرہ بنایا تھا ۔

۱۱۵۴ء میں جغرافیہ کی وہ مشہور کتاب لکھی ۔ جو یورپ[2] کی درسگاہوں میں تین سو برس تک نصاب رہی ۔ اس کا نام تھا کتاب الرجاری یا نُزْهَة المُشْتَاقِ فِي اِخْتِرَاقِ الآفاق ۔ اس کتاب میں ستر نقشے ہیں ۔ اس کے نسخے آکسفورڈ اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں موجود ہیں ۔ اس کا اطالوی ترجمہ ۱۶۱۹ء

---

[1] تمدن عرب ص ۳۷

[2] " " ص ۳۳۲

میں روما سے شائع ہوا تھا۔

سلیمان بصری | بصرے کا ایک تاجر جس نے نویں صدی میں ہند و مشرقِ بعید کا سفر کیا۔ اور ۸۵۱ء میں ہند و چین کا سفر نامہ

لکھا۔ اس کا[1] فرانسی ترجمہ موسیو رینان نے ۱۸۴۵ء میں کیا۔

المسعودی، ابوالحسن علی بن حسین (۹۵۶ء) | بغداد سکونت، تحصیلِ علم اور سیرِ کائنات کے لیے

ایران، ہند، سیلون، چین اور شام وغیرہ کا سفر کیا۔ اور کئی کتابیں لکھیں مثلاً:

۱۔ مُرُوجُ الذہب و معادنُ الجواہر

۲۔ اَخبار الزمان

۳۔ کتاب الاوصاف

۴۔ کتابُ التنبیہ وَالْاَشراف

ان میں سے مُروج الذہب کو یورپ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کا ایک عمدہ ایڈیشن حال ہی میں لیڈن سے شائع ہوا ہے۔ یہ ہے تو تاریخی کتاب۔ لیکن اس میں جغرافیائی مواد اس قدر ہے۔ کہ تذکرہ نگار مسعودی کو جغرافیہ دانوں میں بھی شمار کرتے ہیں۔

ابنِ حَوقَل، ابوالقاسم مُحمّد بغدادی (۹۶۸ء میں زندہ) | مشہور عرب سیاح اور کتاب

المسالک والممالک کا مصنف۔ اِس کتاب میں متعدد نقشے بھی ہیں

نَضر بن شمیل بصری | خلیل بن احمد بصری (نحوی ۷۱۴ - ۷۹۱ء) کا شاگرد جو چالیس برس تک بدوؤں میں رہا۔ ۸۲۰ء میں

[1] تمدنِ عرب صفحہ ۴۲۷

کتاب الصفات لکھی۔ جس میں عرب کا جغرافیہ تفصیل سے دیا ہے۔

اَلْمَقْدِسی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر (۹۴۶ - ۱۰۰۰ء)

یروشلم کا رہنے والا، جس نے جغرافیہ پہ ایک کتاب "اَحسنُ التقویم فی معرفۃ الاقالیم" کے عنوان سے ۹۸۵ء میں مکمل کی۔

یاقُوت، ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حَمَوِی (۱۱۷۹-۱۲۲۹ء)

ایشیائے صغیر کا ایک غلام جو بغداد میں فروخت ہوا۔ آقا نے اسے بہترین تعلیم دی۔ اور وہ دنیائے اِسلام کا سب سے بڑا جغرافیہ دان بن گیا۔ اس کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ معجمُ البلدان ۶ جلد (جغرافیہ)
۲۔ معجمُ الاُدَباء
۳۔ معجمُ الشعُرا
۴۔ اخبارُ الشعُرا
۵۔ کتابُ الدُوَل
۶۔ کتابُ المبدأ و المآل
۷۔ ارشادُ الاریب

معجمُ البلدان کو ایک جرمن عالم وُسٹن فیلڈ نے ایڈیٹ کر کے لیپ زگ (جرمنی) سے ۱۸۶۶ء میں شائع کیا اور معجمُ الادبا کو پروفیسر مارگولیتھ نے

لہ تاریخ ادب عربی از ڈاکٹر نکلسن صفحہ ۲۵۰

رگب میموریل کی خاطر ایڈیٹ کیا گواسٹے لی سٹرینج (Guy Le Strange) نے اپنی کتاب "فلسطین مسلمانوں کے تحت" کے دیباچے میں مسلم ماہرین جغرافیہ پر عمدہ بحث کی ہے۔ ایک اور فاضل ڈی۔ گوژے (De Goeje) نے ابنِ خلکان، ابن حوقل، مقدسی اور اصطخری کی تصانیف ایڈیٹ کیں۔ جو ۱۸۷۰ء میں لیڈن سے شائع ہوئیں۔

ابنِ بطوطہ، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم ابو عبداللہ (۱۳۰۴-۱۳۷۷ء)

طنجہ (افریقہ) کا مشہور سیاح جو شام، فلسطین، عراق، ایران، موصل، عرب مشرقی افریقہ، ارضِ روم، کریمیا، قسطنطنیہ، بخارا، افغانستان۔ ہند، سیلون اور سیام میں برسوں گھومتا رہا۔ واپس آکر اپنا سفر نامہ

النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار

کے عنوان سے لکھا۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہو چکے ہیں۔

چند دیگر جغرافیہ دان

نام	سال وفات	جغرافیہ پر تصانیف
شیخ زکریا بن محمد القزوینی	(چودھویں صدی)	آثار البلاد و اخبار العباد
ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن باجود	۹۳۳ء	شمالی افریقہ کے حالات لکھے
ابو الفدا اسماعیل بن علی بن محمود الیوبی	۱۳۳۱ء	تقویم البلدان
یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر۔ خراسانی	۸۹۷ء	کتاب البلدان

ابن الفقیہ، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق۔ ہمدانی	(۹۰۲ میں زندہ)	کتاب البلدان
اصطخری، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی	دسویں صدی عیسوی میں زندہ	مسالک الممالک
البکری، عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوب اندلسی	۱۰۹۴ء	کتاب المسالک والممالک
ابن جبیر	۱۱۸۵ میں زندہ	رحلۃ ابن جبیر اس کا فرانسی ترجمہ ۱۸۴۶ء میں شائع ہوا۔
ابن المجاہد	۱۲۳۰ء	تاریخ المستنصر
نباتی	۱۲۳۹	کتاب الرحلہ
آبداری	۱۲۸۹	کتاب الرحلہ
خلیل الظاہری	۱۴۵۰	کشف الممالک
عبدالواحد مراکشی	۱۲۲۴	کتاب المعجب
محمد بن یحییٰ	۱۳۴۷	صور الاقالیم
ابن ماجد	۱۵۰۰	کتاب الفوائد
سلیمان المہری	(سولھویں صدی)	کتاب العمدۃ المہریہ
سیدی علی رئیس	۱۵۵۴	محیط

جغرافیہ کی چند مشہور کتابیں

نزہت القلوب	از	حمد اللہ مستوفی
ہفت اقلیم	از	امین احمد رازی

سفر نامہ	از	ناصر خسرو
عجائب المخلوقات	از	احمد طوسی
عجائب البلدان	از	قزوینی
سیاحت نامہ	از	طیبی
نُخبۃ الدہر	از	دمشقی
جامع الفنون	از	حرّانی (ہرانی)
خریطۃُ العجائب	از	اَلوَردِی
نہایۃ الارب فی فنون الادب	از	النُّوَیرِی
کتاب الجغرافیہ	از	الزُّہری
المسالک والممالک	از	ابن خُردَادبہ

جے۔ ایچ۔ کریمر (Kramer) لکھا ہے۔ کہ مسلمانوں کے پاس سمندروں اور ساحلی ممالک کے مکمل نقشے تھے۔ جب ۱۴۹۸ء میں واسکوڈی گاما ملیندا (مشرقی افریقہ) کے مقام پر پہنچا۔ تو وہاں ایک عرب[1] ملاح احمد بن ماجد (اندازاً ۱۵۰۰) نے اُسے ہندوستان کا راستہ بتایا۔ احمد نے ایک کتاب لکھی تھی۔ کتاب الفوائد جس میں اُن ملاحوں کے لیے مکمل ہدایات تھیں، جو بحرِ ہند، خلیج فارس اور بحر الکاہل میں جہاز رانی کریں۔ اس میں تمام مقاماتِ خطر، اچھے اور برے موسموں۔ نیز پانی کی گہرائی وغیرہ کا ذکر تھا۔ یہی احمد قُطب نما کا موجد سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] میراث ص۹۶

تاریخ

مسلم مورخین کا ایک مختصر سا جائزہ لینے کے لیے بھی طویل فرصت چاہیے حاجی خلیفہ (۱۰۶۸ء) نے عربی تصانیف کی ایک مختصر سی فہرست کشف الظنون کے نام سے تیار کی تھی۔ جس میں چالیس ہزار کتابوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے تیرہ سو صرف تاریخ پر ہیں۔

عرب میں تاریخ کا پہلا سراغ یمن کے ایک داستاں گو عبید بن شریہ کی تحریرات میں ملتا ہے۔ جو روایتی کہانیاں لکھ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ امیر معاویہ (۶۶۱۔۶۸۰ء) کے دربار میں جا نکلا۔ امیر نے اُس سے قدیم عرب بادشاہوں کے متعلق سوالات پوچھے۔ اور اس کے جوابات لکھ لیے گئے۔ یہ تحریر "کتاب الملوک و اخبار الماضین" کے نام سے موسوم ہوئی۔ افسوس کہ آج اس کا کوئی نسخہ کہیں موجود نہیں۔ اُسی دور کا ایک اور داستان گو وہب بن مُنبّہ بھی تھا۔ جس کی تحریرات "کتاب التیجان" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ابوعبداللہ محمد ابنِ اسحاق (۷۶۷ء) پہلا مؤرخ ہے۔ جس نے حضور صلعم کی سیرت کتاب المغازی۔ مورخانہ انداز میں لکھی۔ ابنِ ہشام نے اسی کتاب کا اختصار کیا تھا۔ ان کے بعد اتنے مورخین پیدا ہوئے۔ کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ چند نام یہ ہیں۔

الواقدی، ابوعبداللہ محمد بن عمر (۷۴۷۔۸۲۲ء) | مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور پھر دربارِ ہارون میں جا پہنچے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں۔

۱ - التاریخ والمغازی
۲ - اَخبارُ مکۃ
۳ - طبقات
۴ - فُتوحُ الشام
۵ - فتوح العراق
۶ - اَلجمَل
۷ - مَقتلُ الحُسین
۸ - صِفّین
۹ - امرُ الحبش والفیل
۱۰ - السَّقیفۃُ وبیعۃُ ابی بکر
۱۱ - سیرۃُ ابی بکر
۱۲ - تاریخ الفُقہاء
۱۳ - تاریخ کبیر
۱۴ - ازواجُ النبی
۱۵ - السیرۃ
۱۶ - ضربُ الدنانیر والدراہم
۱۷ - مولدُ الحسن والحسین
۱۸ - وفاتُ النبی

ضربُ الدنانیر کے سوا باقی تمام کتابیں تاریخی یا نیم تاریخی ہیں۔

ابنِ سَعد، ابوعبداللہ البصری (۲۳۵ھ)

ایک جلیل القدر مورخ اور محدث جس نے اپنی طبقات

میں حضورِ پر نور صلعم، صحابہ اور تابعین کے حالات درج کیے ہیں۔ ۱۹۴۰ء
یہ کتاب نو جلدوں میں لیڈن سے شائع ہوئی۔ اس کے مختلف ابواب کو سولہ
یورپی پروفیسروں نے ایڈٹ کیا ہے۔

البلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر (۸۹۲ھ) خلیفہ متوکل اور مستعین کا درباری، جس کی دو
تاریخی کتابیں، فتوحُ البُلدان، اور انسابُ الأشراف اور ایک جغرافیائی
تصنیف کتابُ البُلدان دنیائے علم میں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ آخر الذکر کو پروفیسر
ڈی گوژے نے ۱۸۶۶ء میں ایڈٹ کیا تھا۔

ابنِ قُتَیبَہ، ابوعبداللہ محمد بن مُسلم الکوفی الدِّیناوَری (۸۲۸ - ۸۸۶ھ)
مُحدِّث، مورخ اور ادیب جو مدتوں بغداد میں مُعلّم رہا۔ اِس کی تصانیف یہ
ہیں :-

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (دو جلد)
۲۔ طبقات الشعراء
۳۔ کتاب معانی الشعر (۱۲ جلد)
۴۔ عیونُ الاخبار (لیڈن میں شائع ہوئی)
۵۔ ادبُ الکاتب
۶۔ الجمعُ بَینَ مُختلفِ الحدیث

یعقوبیؔ۔ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر (۸۹۷ھ) طاہری خاندان کا درباری جس کا انتقال سن میں

میں حضورِ پرنورؐ صلعم، صحابہ اور تابعین کے حالات درج کیے ہیں۔ ۱۹۴۰ء
یہ کتاب نو جلدوں میں لیڈن سے شائع ہوئی۔ اس کے مختلف ابواب کو سولہ
یورپی پروفیسروں نے ایڈٹ کیا ہے۔

البلاذُری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر (۸۹۲ء) خلیفہ متوکل اور مستعین کا درباری، جس کی دو
تاریخی کتابیں، فتوحُ البُلدان، اور انسابُ الاَشراف اور ایک جغرافیائی
تصنیف کتابُ البُلدان دنیائے علم میں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ آخر الذکر کو پروفیسر
ڈی گوژے نے ۱۸۶۶ء میں ایڈٹ کیا تھا۔

ابنِ قُتَیبہ، ابوعبداللہ محمد بن مُسلِم الکوفی الدِّیناوَری (۸۲۸-۸۸۶ء)
مُحدِّث، مؤرخ اور ادیب جو مدتوں بغداد میں مُعلِّم رہا۔ اِس کی تصانیف یہ
ہیں:-

۱۔ الاِمامۃ والسیاسۃ (دو جلد)
۲۔ طبقات الشعراء
۳۔ کتاب معانی الشعر (۱۲ جلد)
۴۔ عیونُ الاخبار
۵۔ ادبُ الکاتب (لیڈن میں شائع ہوئی)
۶۔ اَلجمعُ بَینَ مُختلفِ الحدیث

یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب بن جعفر (۸۹۷ء) طاہری خاندان کا درباری جس کا انتقال سر میں

ہوا۔ اس کی کتاب البُلدان جغرافیہ پر ہے۔ اور التاریخ الیعقوبی تاریخ پر۔

ابنِ اَثیر، عزّ الدین ابوالحسن علی بن محمد (۱۱۶۰-۱۲۳۴ء) موصل کے رہنے والے،

بغداد میں تعلیم پائی اور بحیثیتِ مورخ لازوال شہرت حاصل کی۔ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف "الکامل" مصر نے بارہ جلدوں میں شائع کی ہے۔ آپ نے صحابہ کے حالات پر "اُسدُ الغابہ فی معرفتِ الصحابہ" لکھی۔ نیز علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کا ملخص "اللباب" کے نام سے تیار کیا۔

طَبَری، ابوجعفر محمد بن جریر (۸۳۹-۹۲۲ء) طبرستان مولد، بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ اس

کی تاریخ الرُسل والملوک کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس نے ایک تفسیر بھی لکھی۔ اس کی کتابوں کی فہرست ابنِ ندیم میں دیکھیے:

ابنِ خلّکان، احمد بن محمد بن ابراہیم (۱۲۱۱-۱۲۸۲ء) بلخ کا رہنے والا جو کچھ عرصہ

کے لیے شام کا قاضی القضاۃ بھی رہا۔ آپ کی مشہور تصنیف "وفیات الاعیان" ہے۔ جس میں پونے نو سو مشاہیر کے حالات ہیں۔ اس کتاب کے استنبول ایڈیشن (جو ۱۲۹۹ھ میں تیار ہوا تھا) کے حاشیہ پر ایک اور کتاب "الشقائق النعمانیہ" چھپی ہوئی ہے۔ جس میں پانچ سو بائیس مشاہیر ترکی کا ذکر ہے۔

ابنُ الجوزی، جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابوالفرج بغدادی (۱۱۱۶-۱۲۰۱ء) دنیائے اسلام کے عظیم محدّث، مورخ

فقیہ اور مفسّر۔ جن کی تصانیف ایک سو بیس سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے

تاریخی و سوانحی یہ ہیں -

۱ - اخبارُ البرامکہ

۲ - تلقیح فہوم الاثر فی التاریخ والسیر

۳ - سیرۃُ العُمَرَین عمر بن الخطاب و عمر بن عبد العزیز

۴ - سیرۃُ النبی صلعم

۵ - مناقب الامام احمد بن حنبل

۶ - مناقب معروف الکرخی

۷ - اَلمُنتَظَم فی تاریخ الاُمم

۸ - اَللُّقَط ___ حکایات الصالحین

چند غیر تاریخی کتابوں کے نام یہ ہیں -

۹ - الوفا فی فضائل المصطفےٰ

۱۰ - منہاج القاصدین

۱۱ - المذہب فی المذہب

۱۲ - مُجتبیٰ من انواعِ العلوم

۱۳ - اَللّآلی

۱۴ - فضائل المدینۃ المنوّرۃ

۱۵ - عجائب النساء

۱۶ - الطِبُّ الرُّوحانی

۱۷ - رُوح الارواح

۱۸ - تلبیس الابلیس

۱۹ - اَحکامُ النساء

۲۰ - اَسبابُ النُزُول

(۱۴۴۸-۱۳۷۲)

ابنُ الحجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی

شیخ الاسلام، علّامہ، فاضلِ اجل، مورّخ، محدّث اور مفسّر - آپ کی ولادت قاہرہ میں ہوئی - کئی مرتبہ حج کیا - اور مصر ہی میں زندگی کٹی اندازاً ایک سو پچاس تصانیف اُن کے قلم سے نکلیں - ان میں سے سوانحی و تاریخی یہ ہیں :

۱ - اَلاِصابَۃُ فی تمیزِ الصحابہ

۲ - اَلقابُ الرُّواۃِ

۳ - الایناس بمَناقِبِ العَبّاس

۴ - لتعریفُ الفِئَۃِ فیمن عاشَ من ھٰذہِ الاُمّۃِ مِاءَۃً

۵ - اَلدُّرَرُ الکامِنۃ

۶ - اَلزَّھرُ المُطَوَّل فی قِصّۃِ یُوسف علیہ السلام

۷ - اَلفَتحُ الوَھَبِی فی مناقب الشاطِبی

۸ - مَناقِبُ الامام الشافِعی

۹ - مختصر البدایۃ والنھایۃ لابنِ کَثیر

چند دیگر تصانیف :-

۱۰ - فتح الباری

۱۱ - لِسانُ المیزان

۱۲ - نُخبَۃُ الفکر

۱۳ - الدِّرایۃ فی منتخب احادیث الھدایۃ

۱۴ - تجرید التفسیر من صحیح البُخاری -

۱۵ - الانارۃ فی الزیارۃ

۱۶ - الامالی

۱۷ - الاعجاب

۱۸ - اسباب النزول

۱۹ - الاتفاق فی فضائل القرآن

۲۰ - الشمس المنیرۃ

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین ابو الفدا ابن الخطیب الشافعی ۱۳۰۱ء - ۱۳۷۳ء

دمشق کے رہنے والے - امام ابن تیمیہ کے شاگرد، محدث اور مورخ آپ نے البدایہ والنہایہ کے نام سے ایک ضخیم تاریخ عالم لکھی تھی - جو ۱۹۲۵ء میں مصر سے کئی جلدوں میں شائع ہوئی -

ابو عبیدہ، معمر بن المثنی التیمی (۸۲۸ء)

بصرے کا رہنے والا جسے ہارون الرشید نے دربار میں بلالیا تھا - اس نے مختلف مسائل پہ تقریباً دو سو کتابیں لکھیں - ان میں سے تاریخی یہ ہیں -

۱ - ایام بنی مازن واخبارہم

۲ - خوارج البحرین والیمامہ

۳ - کتاب الشعر والشعراء

۴ - الجمل وصفین

۵ - کتاب مآثر العرب

۶ - کتاب مآثر غطفان

۷۔ کتابُ مقتلِ عثمان

۸۔ کتابُ قضاۃِ البصرۃ

۹۔ فتوحُ الاہوازِ

۱۰۔ کتابُ قِصّۃِ الکعبہ

۱۱۔ کتاب الاَوْسِ و الخزرج

چند دیگر کتابیں :

۱۲۔ طبقاتُ الفُرسان (گھوڑوں پر)

۱۳۔ کتاب الخیل ″

۱۴۔ کتاب الفرس ″

۱۵۔ کتاب الاِبل (اونٹوں پر)

۱۶۔ کتابُ الحیات سانپوں پر

۱۷۔ کتابُ العقارب بچھوؤں پر

۱۸۔ کتابُ الزّرعِ زراعت پر

۱۹۔ کتاب السّیف تلواروں پر

۲۰۔ کتاب القبائل عرب قبیلوں پر

سُیُوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین مِصری۔ (۱۴۴۵-۱۵۰۶ء)

مصر کے ایک گاؤں سُیُوط میں ولادت ہوئی۔ مصر ہی میں تعلیم پائی۔ اور وہیں مُعلّم رہے۔ اندازاً پانچ سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں سے سوانحی و تاریخی

یہ ہیں :-

۱ - طبقات الشعراء

۲ - طبقات المفسرین

۳ - طبقات النُحاۃ الکبیر

۴ - طبقات النُحاۃ الصغیر

۵ - طبقات الکُتّاب

۶ - طبقات الخطاطین

۷ - طبقاتُ البیانیین

۸ - طبقاتُ الاصولیین

۹ - اَلاَخبارُ المَرْوِیَّۃُ فِی سَبَبِ وَضعِ عِلمِ العَرَبِیّۃ

۱۰ - بدائع الزُّھور فی وقائع الدُّھور

۱۱ - بذل المجھود (اُن صحابہ پر، جن کی عمر ایک سو بیس سال یا زیادہ تھی)

۱۲ - تاریخ الخُلفا

۱۳ - اَلمُنتقیٰ مِن تاریخ ابنِ عساکر

۱۴ - تَبیِیضُ الصحیفۃ بمناقبِ ابُوحنیفۃ

۱۵ - تحفۃ الکرام باَخبارِ الاَھرام

۱۶ - تحفۃ المجتھدین باَسماءِ المجدّدین

۱۷ - مناقبُ الامام مالک

۱۸ - مناقبُ السیّدۃ فاطمۃ

۱۹ - حُسن المُحاضرۃ (مصر و قاہرہ کے حالات)

۲۰ - مُعجمُ شیُوخِهِ الکبیر (حاطِبُ لیل)

۲۱ - مُعجمُ شیوخِهِ الصغیر (المُنتقٰی)

۲۲ - درُّ السحابۃ فیمن دخل مصر من الصّحابہ

۲۳ - الشّماریخ فی علم التاریخ

۲۴ - طبقاتُ الحُفّاظ

۲۵ - طبقاتُ شعراءِ العرب

۲۶ - عینُ الاصابۃ (ابن حجر کی اِصابہ کا اختصار)

۲۷ - المَثابہ فی آثارِ الصحابہ

۲۸ - مُسنَد الصحابۃ الذین ماتوا فی زمنِ النبیِّ صلعم

۲۹ - المُلتقَط (دُرَرِ کامِنہ کا اختصار)

۳۰ - مختصر محاضرات الأدباء -

ابنِ عساکر، علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ شافعی دمشقی (۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)

مشہور مؤرخ، جن کی "تاریخِ دمشق" اَسی جلدوں میں تھی۔ آج صرف دو جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے اَلمُعجَم میں شافعی مذہب کے تمام اکابر کے حالات درج کیے تھے۔

ابنِ طولون، محمد بن علی بن احمد شمس الدین دِمشقی (۱۴۷۶-۱۵۴۶ء)

اپنے وقت کا بہت بڑا فاضل جس نے ستر برس کی زندگی میں مختلف موضوعات پر سات سو پچاس کتابیں لکھیں۔ اِن کی فہرست کشف الظنون یا جمیل بیگ العظم مصری کی عُقود الجواہر میں دیکھیے۔ اس کی تاریخی و سوانحی تصانیف

یہ ہیں ۔

۱ ۔ اعلام الورٰی (دمشق کے ترک سلاطین پر)

۲ ۔ اخبارُ الاصحاب

۳ ۔ المسامِر (مجنوں کے حالات)

۴ ۔ حور العیُون (احمد بن طولون پر)

۵ ۔ ذَیل (سلاطینِ دِمشق پر)

۶ ۔ ذَیل (عبدالقادرِ اَلقرَشی کی طبقات الحنفیہ پر)

۷ ۔ رایۃُ النصر (نصر، اُستادِ مصنف کے حالات)

۸ ۔ سِلک الجمان (ترکانِ عثمانی کی تاریخ)

۹ ۔ الشمعۃ المضیئۃ (قلعۂ دِمشق کی تاریخ)

۱۰ ۔ عَقد النظام (علاّمہ ابنِ عبدالسلام کے حالات)

۱۱ ۔ العرف العَنبیری (علاّمہ زَمخشری کے حالات)

۱۲ ۔ الَعَوَن (فرِعون کے حالات)

۱۳ ۔ المَرویات

۱۴ ۔ الفلک المشحون (محمد بن طُولون کے حالات)

۱۵ ۔ القلائد (صالحیہ کی تاریخ)

۱۶ ۔ کشف الحال (اولیا و صوفیا کے حالات)

۱۷ ۔ مثیر الغرام (خضر علیہ السلام کے حالات)

۱۸ ۔ النطق المُنبی (مصنف کے ایک استاد کے حالات)

۱۹ ۔ ہدایۃُ المسالک (امام مالک پر)

۲۰ ۔ الھجاج (حلاّج کے سوانح)

سمعانی، ابوسعد بن ابوبکر مروی (۱۱۶۶ء)

بارہویں صدی کا ایک جلیل القدر مورخ اور تذکرہ نگار جس کی تاریخی تصانیف یہ ہیں :

۱ - تاریخ بغداد - ۱۵ جلد

۲ - کتاب الانساب، جس میں پندرہ ہزار اشخاص کے انساب کا ذکر ہے -

۳ - تاریخ مرو - ۲۰ جلد

۴ - معجم الکبیر - ۸ "

۵ - تاریخ القضاۃ ۴ "

۶ - معجم الشیوخ - ۴ "

۷ معجم البلدان - ۳ " (جغرافیہ)

ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان (۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)

امام ابن تیمیہ کا شاگرد، عظیم مورخ و محدث - آپ کی تاریخی تصانیف یہ ہیں :-

۱ - تاریخ الاسلام - بیس جلد

۲ - طبقات الحفاظ - دو جلد

۳ - طبقات القراء - " "

۴ - اختصار تاریخ خطیب " "

۵ - اختصار تاریخ ابن عساکر دس جلد

۶ - تاریخ البلاد بیس جلد

۷ - معجم الشیوخ (تیرہ سو محدثین کے حالات)

۸ - تہذیب التہذیب - ۱۲ جلد (اندازاً بیس ہزار راویانِ حدیث کے حالات

۹ - میزانُ الاعتدال فی نقدِ الرّجال - دو جلد

۱۰ - اَلمُشتَبِہُ فی اَسماءِ الرجال

۱۱ - تجریدُ اَسماءِ الصحابہ

۱۲ - اخبارُ الدُّوَل الاِسلامیہ

۱۳ - تہذیب الکمال فی اَسماءِ الرّجال

جدید علمِ تاریخ

ابنِ خَلدُون، عبد الرحمان، ولی الدین (۱۳۳۲-۱۴۰۶ء) کا بانی،

ابنِ خلدون، تونس میں پیدا ہوا تھا - اس کے والدین اشبیلیہ سے ہجرت کر آئے تھے - اِس کی کتابُ العبرَ، مشرق و مغرب میں ہر جگہ بے حد مقبول ہوئی - اور اس کتاب کے مقدمہ کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی - اِس مقدمہ میں ابنِ خلدون عروج و زوالِ اُمم کے چند اصول بتاتا ہے - مختصراً یہ - کہ زندگی کی بنیاد بلند کردار کی سنگلاخ زمین پہ رکھی جاتی ہے - جب تک کہ کوئی قوم سادہ شعار، راستباز، جفاکش، متحد اور اسبابِ عیش سے دوُر رہتی ہے - وُہ پھلتی پھُولتی ہے - لیکن عیش پسند ہونے کے بعد اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے - قوموں کو دو چیزیں مُتحد کرتی ہیں - اول عصبیّت یعنی جتھہ بندی جس کا جدید نام قومیّت ہے - اور پرانا نام "قبائلیّت" تھا - دوم مذہب جو مختلف گروہوں اور قبیلوں کو ایک کنبہ بنا دیتا ہے - اگر کسی قوم کا اَخلاقی زوال شروع ہو جائے - تو اُس کے افراد - خود غرض، منفعت پرست، عیش کوش اور قومی سُود و زیان سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں - اس کے بعد نہ انہیں عصبیّت مُتحد رکھ سکتی ہے - نہ مذہب -

ابنِ خلدون جب کسی قوم کے عروج و زوال پہ بحث کرتا ہے تو اِس بنیادی اصول کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے۔

یورپ میں کتابُ العِبَر کے مختلف ایڈیشن نکلے۔ اور مُقدّمہ کے کئی تراجم ہوئے۔ مثلاً:

۱۔ مقدمہ انگریزی ترجمہ از الیف روزن تھال ۔ طبع لیڈن

۲۔ " فرانسی ترجمہ از ڈی سلین (De Slane)

جرمنی کے ایک فاضل فان کریمر نے ابنِ خَلدُون کے فلسفۂ تاریخ پہ ایک فاضلانہ مقالہ لکھا تھا۔ جو وی آنہ (آسٹریا) کے ایک رسالہ (Sitz Der Kais) میں ۱۸۷۹ء کو شائع ہوا۔

چند دیگر مؤرخین :-

نام	سالِ وفات	تاریخی تصانیف
ابن الخطیب، لِسان الدین قرطبی	۱۳۷۵ء	۱۔ اَلاِحاطۃُ فی تاریخ غرناطہ
		۲۔ فی اُدباءِ المائۃ الثامنہ
		۳۔ بُستانُ الدُوَل
		۴۔ رقم الحلل فی نظم الدُوَل
		۵۔ طرفۃ العصر فی دولۃِ بنی نصر
ابنِ اَبّار اُندلسی	۱۲۶۰	اَلمُعجَم فی اصحاب الامام ابی علی الصدفی
ابنِ بَشکُوال قرطبی	۱۱۸۳	تاریخ آئمۃ الاُندلس
ابن القاضی، احمد بن محمد بن احمد	۱۶۱۶	۱۔ تاریخ فارس

۲۔ دُرّۃُ الحِجال (اسماء رجال)

۳۔ المنطق المقفور (منصور عباسی پر)

اِبنُ القِفطی، ابوالحسن علی بن یوسف مصری ۱۲۴۸ء تاریخُ الحکما

ابوحیان علی بن محمد التوحیدی الواسطی (۱۰۱۰ء میں زندہ) ۱۔ اخبارُ الصُّوفیہ

۲۔ اخبارُ القُدَما

ابوالفَرَج علی بن حسین اِصفہانی ۹۶۷ء کتاب الاَغانی ۔ ۲۱ جلد

اَلاَنباری ۔ عبدالرحمٰن بن محمد ۱۱۸۱ء فی طبقاتِ الاُدَباء

اَلبیرُونی، ابوریحان محمد بن احمد ۱۰۴۸ء آثار الباقیہ عنِ القُرون الخالیہ

بَیہَقی، ابوالفضل محمد بن حسین ۱۰۷۷ء تاریخِ بَیہَقی

ثَعالبی، عبدالملک بن اسمٰعیل

نیشاپوری ۱۰۳۸ ۱۔ یتیمۃُ الدہر

۲۔ سیرۃُ الملوک

جوزجانی، ابوعمر عثمان بن سراج الدین ۱۲۴۷ء میں زندہ طبقاتِ ناصری

حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ

(کاتب چلپی) تُرکی ۱۶۵۷ ۱۔ کشفُ الظنون

۲۔ تقویم التواریخ

۳۔ طبقات الفُحول

۴۔ رونق السلطنت

(تاریخِ استنبول)

حافظ آبرو، شہاب الدین عبداللہ

الخوافی ایرانی ۱۴۳۰ زُبدۃُ التواریخ ۔ ۴ جلد

حمد اللہ مستوفی بن ابوبکر القزوینی	(۱۳۲۹ میں زندہ)	تاریخ گزیدہ
خطیب بغدادی - ابوبکر احمد بن علی	۱۰۷۱ء	تاریخ بغداد
رشید الدین، فضل اللہ بن عماد الدولہ (غازان کا وزیر)	۱۳۱۸ء	جامع التواریخ
سمہودی، نور الدین ابوالحسن علی بن عبداللہ	۱۵۰۵ء	وفاء الوافی
سیرافی، حسن بن عبداللہ (بغداد کا قاضی)	۹۰۳	اَخبارُ النُّحاۃ
شہرستانی، محمد بن عبدالکریم	۱۱۵۳	۱- تاریخ الحکما ۲- اَلمِلَلُ والنِّحَل
شیرازی، ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی -	۱۰۸۳	طبقاتُ الفقہا
مَسعُودی، علی بن الحسین بغدادی	۹۴۷ء	۱- اخبارُ الزمان - ۳۰ جلد ۲- مُرُوجُ الذہب
مَقرِیزی، تقی الدین، احمد بن علی بن عبدالقادر مصری	۱۴۴۲	۱- اَلخِطَطُ والآثار ۲- السُّلوک لمعرفۃ دُوَلِ المُلوک
اَلمَقَّری، احمد بن محمد بن احمد التلمسانی	۱۶۳۲ء	۱- نَفحُ الطیب ۲- اَزہارُ الریاض
ابنِ ندیم، ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب بغدادی	۹۸۸ میں زندہ -	الفہرست

الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ	۱۱۴۷
طبقات الحنفیہ	۱۴۷۵
طبقات الامم	۱۰۷۰
نہایۃ الارب فی فنون الادب - ۳۰ جلد	۱۳۳۲

مؤرخین کو شمار کرنا آسان نہیں۔ اس لیے میں اِس کہانی کو یہیں ختم کرتا
ہوں۔ مؤرخین کی کون کون سی کتابیں یورپ میں شائع ہوئیں۔ اور کس
زبان میں ترجمہ کیا۔ اتنی ہی طویل داستان ہے۔ یوں تو جرمنی، فرانس
میں اس قسم کی کتابیں مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ لیکن ہمارے علوم
کا بڑا اشاعت گھر لیڈن (ہالینڈ) میں ہے۔ جو ای۔ جے۔ برل
کے نام سے مشہور ہے۔ وہ عموماً عربی کتابیں اور اُن کے تراجم چھاپتے ہیں۔ ان
کی کتابوں کی فہرست ۲۶۰ صفحوں (ہر حصہ ۱۵۰ صفحات) میں پھیلی ہوئی ہے:
حصہ نمبر ۱۹۶۲ء میں عموماً تاریخ کی کتابیں ہیں۔ اس میں سیوطی، واقدی
نصیر الدین طوسی، ابن طولون، ابن طفیل، توحیدی، تفتازانی۔ سبکی۔ ثابت بن
قرہ، طبری، ثعالبی، شیرازی، سینا، شعرانی، ابن رشد، رشید الدین، ابن قتیبہ
الخطیبی، ابن مسکویہ، مقریزی، کندی، ادریسی، خوارزمی، ابن حزم، ابن الحجر
امام غزالی، جاحظ، فارابی، ذہبی، ابن بطوطہ، البلاذری وغیرہ کی متعدد
کتابوں، ان کے یورپی اڈیشنوں اور ترجموں کا ذکر ہے۔

عِلْمُ اللُّغَۃِ

عربی زبان کتنی وسیع ہے، اس کا اندازہ آج تک نہیں ہو سکا۔ جس زبان میں اونٹ کے لیے چار ہزار اور تلوار کے لیے دو ہزار الفاظ موجود ہوں۔ اُس کی وسعت کا اندازہ کون کرے۔ ہمارے باہمت اَسلاف نے بڑی تعداد میں لُغات لکھے۔ لیکن کوئی ایسا لغت موجود نہیں۔ جسے ہم ہر حیثیت سے مکمل کہہ سکیں۔ چند لغات کے نام یہ ہیں :۔

مصنّف	سالِ وفات	عنوانِ لغت	کیفیت
۱۔ مُفَضَّل بن سَلَمہ	۸۴۶	کتاب الفاخر	
۲۔ محمد بن علی عراقی	۱۱۶۶ء	نُزہَۃُ الاَنفُس	
۳۔ احمد ابن فارِس قزوینی	۱۰۰۶	مُجمَل	
۴۔ ابو منصور جوالیقی	۱۱۴۵	اَلمُعَرَّب	
۵۔ ناصرالدین مُطَرِّزی	۱۲۱۴ء	اِقناع	
۶۔ خلیل بن احمد فراہیدی	۷۸۶	کتاب العَین	
۷۔ ابوبکر محمد بن حَسَن	۹۳۳	الجمہرہ	پیرس اور لنڈن میں موجود ہے
۸۔ ابو علی اسماعیل بن قاسم بغدادی	۹۶۷	البارع	دس ہزار صفحات میں
۹۔ ابو نصر اسماعیل بن حمّاد جوہری	۱۰۰۸ء	تاج اللُّغۃ	
۱۰۔ ابو عبداللہ محمد بن جعفر قیروانی	۱۰۲۲ء	جامع	

نام	سنہ	کتاب	جلدیں
١١ - تمام بن غالب	١٠٤٧	موعب	
١٢ - زمخشری	١١٤٦	اساس البلاغہ	دو جلد
١٣ - احمد بن محمد الفیومی	١٣٦٩	المصباح المنیر	دو جلد
١٤ - بستانی	-	البستان	"
١٥ - مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی	١٤١٤ء	القاموس	چار جلد
١٦ - صاحب بن عباد وزیر	٩٩٦ء	محیط	دس جلد
١٧ - ابو منصور محمد بن احمد زہری	٩٨١ء	تہذیب اللغۃ	" "
١٨ - ابو الحسن علی بن اسمٰعیل (نابینا)	١٠٦٦ء	المحکم والمحیط الاعظم	بارہ جلد
١٩ - رضی الدین حسن بن صغانی لاہوری پ	١١٨٢ء	مجمع البحرین	" "
٢٠ - ابنِ سیدہ	١٠٦٦ء	مُخَصَّص	بیس "
٢١ - جلال الدین محمد بن جلال الدین افریقی	١٣١٢ء	لسانُ العرب	" "
٢٢ - سید محمد بن محمد حسینی واسطی المعروف بہ سید مرتضیٰ زبیری (ہردوئی (یوپی) کے رہنے والے	١٧٩١ء	تاج العروس	چوبیس جلد
ابو العلا مَعرّی	١٠٥٧ء	الایکُ والغصون	سو جلد

عربوں نے اشخاص، حیوانات، حشرات، اَشجار، اَنساب وغیرہ کے لغات بھی لکھے۔ جن کا اِصطلاحی نام مُعجَم (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ چند کتابیں ملاحظہ ہوں۔

مصنف	سالِ وفات	کتاب	کیفیت
عبدالبرّ	۱۰۷۱	اِستیعاب	صحابہ پر
ابنِ حبّان	۱۰۷۷	معرفۃ الصحابہ	"
ابنِ اثیر	۱۲۳۴	اُسدُ الغابہ	"
ابنِ حجر	۱۴۴۸ء	اصابہ	"
علّامہ ذہبی	۱۳۴۸ء	تہذیب التہذیب	"
ابنِ نجّار	۱۲۴۶ء	ذیل	مشاہیر پر
ابنِ اَبّار	۱۲۶۰ء	مُعجم	"
ابنِ خلّکان	۱۲۸۲ء	وفیات	"
صَفدی	۱۳۶۳ء	وافی	"
ابن قُطلُوبُغا	۱۴۷۵ء	تاج التراجم	حنفی علما وفقہا پر
سُبکی	۱۳۷۰ء	طبقاتِ کُبرٰے	شافعی " "
ابنِ فرحون	۱۳۹۷ء	الدّیباجُ المذہب	مالکی " "
یاقوت	۱۲۲۹ء	مُعجم الاُدبا	اہلِ قلم پر
قطب الدین عبدالکریم گیلانی	۱۴۲۲ء	النّاموس الاَعظم	تصوف پر چالیس جلد
ابن فضل اللہ دمشقی	۱۳۴۹ء	مسالکُ عبادِ الصلیب۔ یورپ کے تمام ممالک کا معجم، جس کا اطالوی ترجمہ لاماری نے ۱۸۸۳ء میں کیا۔	
اَبُوالفَرَج اِصفہانی	۹۶۷ء	کتاب الاَغانی	شعرا پر اکیس جلد

شہاب الدین احمد نُویری	۷۳۲ھ	نہایۃُ الأرب فی فنونِ الادب	تیس جلد
سمعانی مَرْوَی	۱۱۶۶ء	کتاب الأنساب	پندرہ ہزار اشخاص کے شجرے۔
ابوعمرو شیبانی	۸۲۲ء	مُعجم شعُراپر	اسّی جلد
نامعلوم	-	المشرق	۱۵۰ "
"	-	المغرب	۱۵۰ "
"	-	خطبات قاضی ابویوسف	تین سو جلد
"	-	کتاب الفنوُن	چار سو ستّر جلد

مولانا سعید انصاری اپنے مقالہ[1] "عربی علم اللغۃ کی تاریخ" میں ایک ایسی کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی تالیف میں چھ پشتوں نے ایک سو پندرہ سال صرف کیے تھے۔

اختصار کی خاطر میں اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ ہمارے لُغات، معاجم اور طبقات کا تو کوئی شمار نہیں۔

یہ سب کچھ ایک ایسے زمانے میں ہو رہا تھا۔ جب یورپ، جہالت، وحشت، بربریت اور غلاظت میں تا بفرق ڈوبا ہوا تھا۔

---

[1] راقم نے لغت کے متعلق بیشتر مواد اسی مقالہ سے لیا ہے جو ادارۂ معارف اسلامیہ ہند کی روداد اجلاسِ اول ص ۳۶۶ میں شائع ہوا تھا۔ یہ اجلاس ۱۹۳۳ء میں ہوا تھا۔

عربی ادب اور یورپ

عربوں نے حکایات، خطبات اور مختلف موضوعات پر اس قدر نثری ادب چھوڑا ہے۔ کہ اس کی فہرست تیار کرنے کے لیے بھی سالہا سال چاہئیں۔ اَلفِ لیلہ، کلیلہ دِمنہ، مقاماتِ حریری، مقاماتِ بدیعی، حَیّ بن یقظان وغیرہ وُہ شاہکار ہیں۔ جو یورپ میں بہت مقبول ہُوئے۔ کلیلہ دمنہ۔ دراصل سنسکرت کی کتاب تھی۔ جسے ابنُ المُقفّع (۷۶۰ء) نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ الفونسو دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۴ء) کی فرمائش پر اس عربی ترجمے کا ترجمہ ہسپانوی زبان میں ہُوا۔ پھر اٹلی کے ایک یہودی جان نے اسے لاطینی میں منتقل کیا۔

الفِ لیلہ سولھویں صدی میں یورپ میں پہنچی۔ اور ایک فرانسیسی سیاح و عالم جین گالینڈ (۱۷۱۵ء) نے بارہ جلدوں میں اس کا ترجمہ کیا۔ پہلی سات جلدوں میں اَلفِ لیلہ، سند باد اور قمرالزماں (حکایات) کا ترجمہ ہے۔ آٹھویں جلد میں غانِم، زینُ الاَصنام اور خداداد کے تراجم ہیں۔ غانم کا ترجمہ گالینڈ نے کیا تھا۔ اور باقی دو کا ایک اور فرانسی عالم پیٹائی۔ ڈی۔ لا۔ کرائکس نے۔ گالینڈ عربی حکایات کا بہت دلدادہ تھا اور ہمیشہ اِن کی تلاش میں رہتا تھا۔ اتفاقاً حَلب کا ایک عالم حَنّی نامی پیرس میں آگیا۔ گالینڈ اس کے ہاں پہنچا۔ حنّی کے پاس عربی حکایات کی چند کتابیں تھیں۔ اور بے شمار حکایات اُسے یاد بھی تھیں۔ گالینڈ نے اِس تمام ذخیرے کا ترجمہ کیا۔ اور آخری چار جلدوں میں یہی مواد ہے۔ گالینڈ کے بعد بھی اس کتاب میں مزید تراجم کا اِضافہ ہوتا رہا۔ جو عالم بھی کسی عربی حکایت کو فرانسی میں منتقل کرتا۔ وُہ اس کتاب کا حصّہ بن جاتی۔

۱ـ [illegible] ص ۱۹۶

۱۷۸۸ء میں ڈینیس چاوس نے چند اور عربی حکایات کو فرانسیسی میں منتقل کیا ۹۲-۱۷۹۲ء میں اس فرانسی ترجمہ کو جیمز اینڈرسن نے انگریزی میں ڈھالا ۱۷۹۵ء میں پیٹرک رسل (تاریخ حلب کے مصنف) نے بعض دیگر حکایات کا ترجمہ کیا۔ ۱۸۱۱ء میں جیمز اینڈرسن نے انگریزی الف لیلہ کے ساتھ ایک اور جلد کا اضافہ کیا۔ جس میں چند نئی عربی حکایات کا ترجمہ تھا۔ ۲۵-۱۸۲۲ء میں ایڈورڈ گارشیر نے نئی حکایات کی دو اور جلدیں ساتھ شامل کیں۔ جرمنی کے مشہور فاضل فان ہیمر نے بھی چند عربی حکایات کا ترجمہ کیا تھا۔ جسے ۱۸۲۶ء میں لیمب نے انگریزی میں منتقل کیا۔ ۱۸۲۵ء میں ایک فرانسی فاضل (Habicht) نے الف لیلہ کا نیا ترجمہ پندرہ جلدوں میں نکالا۔ ویل (Weil) نے بھی اس کتاب کا ترجمہ کیا جو تیس برس (۶۷-۱۸۳۷ء) میں تیار ہوا۔ ۱۸۴۱ء میں ایک اور عالم لین (Lane) کا ترجمہ نکلا۔ ۱۸۸۲ء میں پینی نے عربی حکایات کے تراجم تیرہ جلدوں میں شائع کیے۔ پہلی نو جلدوں میں الف لیلہ کا ترجمہ تھا اور باقی چار میں دیگر حکایات مثلاً زین الاصنام، اللہ دین وغیرہ کا، کچھ عرصہ بعد سر رچرڈ برٹن نے الف لیلہ اور دیگر حکایات کا انگریزی ترجمہ سولہ جلدوں میں شائع کیا۔ اس کتاب کے تراجم یورپ کی بعض دیگر زبانوں میں بھی ہوئے۔ ہسپانوی ترجمہ Vicente Blasco Ibánez نے کیا، جرمنی ترجمہ ای۔ لٹ مین (چھ جلد) کے قلم سے نکلا۔ پولش میں بھی ایک ترجمہ ہوا تھا۔ لیکن وہ نامکمل رہ گیا۔ روسی ترجمہ کراکوف سکی نے ۱۹۳۴ء میں[1] کیا۔ ای۔ جے برل (لیڈن) کی فہرست میں اس کتاب کے انتیس ایڈیشنوں کا ذکر ہے۔ جن میں صرف ایک شیخ عثمان

---

[1] مزید تفاصیل کے لیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام "الف لیلہ" ملاحظہ فرمائیے۔

کا ہے۔ اور باقی تمام علما یورپ نے تیار کیے تھے۔

..یورپ کے بعض بڑے بڑے ادیبوں اور نقادوں کا خیال یہ ہے۔ کہ اگر "الف لیلہ" نہ ہوتی تو نہ آئرش ادیب سوئفٹ (۱۷۴۵ء) کی "گالیورس ٹریولز" وجود میں آتی اور نہ ڈینیل ڈفو (۱۷۳۱ء) کی "رابنسن کروسو" بعض دیگر نقاد کہتے ہیں۔ کہ "رابنسن کروسو" کا ماخذ ابن طفیل (۱۱۸۵ء) کی حیی بن یقظان تھی۔ جسے ۱۶۷۱ء میں پوکاک نے لاطینی میں اور ۱۷۰۸ء میں اوکلے نے انگریزی میں منتقل[1] کیا تھا۔ اِس موضوع (رابنسن کا ماخذ) پر ۱۹۳۰ء میں اے۔ آر۔ پاسٹر نے ایک کتاب "دی آئیڈیا آف رابنسن کروسو" کے نام سے لکھی۔

عربی حکایات کی تقلید یورپ میں اِن تراجم کا اثر یہ ہوا۔ کہ اُس دور کا یورپی ادب عربی ادب کے سانچے میں ڈھل گیا۔ اٹلی اور سپین میں مقامات کی طرز پر حکایات لکھی جانے لگیں۔ اِس قسم کے ایک مجموعہ حکایات کا ہسپانوی نام El Cavallero Cifar ہے۔ چاسر کی Squires Tale دراصل الف لیلہ کی ایک کہانی ہے۔ ڈانٹے نے ڈوائن کامیڈی میں سیر افلاک کا تخیل معراج سے لیا تھا۔ اٹلی کے ایک ادیب بوکیشیو (۱۳۷۵ء) کی تمام حکایات عربی ماخذ سے آئی ہوئی ہیں۔ عربی اثر کی انتہا یہ ہے کہ تیرھویں صدی میں ایک فرانسی ادیب نے ایک ناول Floire At Blauchfleur کے عنوان سے لکھا۔ اس میں عربی رنگ کی مجالس جائیں، عربی ساز و سامان سے کام لیا اور "قاسم" کو ہیرو بنایا۔

---

[1] میراث ص ۲۰۱

سپین[1] کے ایک پادری جان رُوز نے چودھویں صدی کے آغاز میں ایک
ایسی منظوم کہانی لکھی۔ جس میں عربی اقوال و امثال بکثرت استعمال ہوئیں۔ اس
کی بیوی کا نام کریمہ تھا۔ جو خالص عربی لفظ ہے۔ اسی دور کے ایک اور ہسپانوی
نے یوسف زلیخا کا منظوم قصہ ہسپانوی زبان اور عربی حروف میں لکھا۔ اس کی
بحر بھی عربی تھی۔

ڈان کوئیک ساٹ کی مشہور کہانی، جس کا اُردو ترجمہ خدائی فوجدار کے
عنوان سے ہو چکا ہے کا اصل مصنف ایک مراکشی مسلم حمید بن عجل تھا۔

گیارہویں صدی میں مُبَشِّر بن فاتک مصری نے دانشورانِ عالم کے اقوال
کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس کا پہلے لاطینی ترجمہ ہُوا۔ اور پھر یہی ترجمہ
Dicts And Sayings of The Philosophers.
کے نام سے انگریزی میں منتقل ہُوا۔ انگلستان کا پہلا پریس کیکسٹن تھا۔ جس
میں سب سے پہلے یہی کتاب چھپی تھی۔ ڈان کوئک ساٹ کی حکایت دراصل
ہسپانوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ انگریزی ترجمہ بعد میں ہُوا۔ اس میں ہیرو کے تمام
اقوال و امثال عربی الاصل ہیں قرونِ وُسطیٰ کے یورپ میں عربی ادب کا نفوذ
ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ لاطینی کا مُفلس، بے جان اور بے کار ادب لوگوں کو
مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں نہ لذّت تھی۔ نہ صداقت اور نہ گہرائی۔ دوسری
طرف عربی ادب میں بلا کی قوّت۔ عظمت۔ توانائی۔ زندگی اور وسعت تھی۔ یہ
زندگی کے ہر پہلو پہ روشنی ڈالتا تھا۔ حیات کو منزل کی راہ دکھاتا تھا۔ انسان

[1] میراث ص ۳۷-۳۹

سے رابطہ اللہ سے جوڑتا تھا اور روح میں سوز و سرور بھرتا تھا۔ یورپ کے لیے اس ادب سے منہ موڑنا ناممکن تھا۔ درست کہا تھا۔ وکٹر ہیوگو نے :-

"پہلے تمام دنیا یونانی تھی۔ اور اب عربی ہے"۔

شاعری

عرب میں اسلام سے پہلے ہر قبیلہ اپنے شعرا پہ نازاں تھا۔ یہ شاعر میدانِ جنگ میں رَجَز پڑھتے، ایامِ صلح میں قبائل کے کارنامے سناتے، اپنوں کو اچھالتے اور غیروں پہ آگ برساتے تھے۔ بدیگر الفاظ شاعر قبیلے کا مورخ بھی تھا اور مُصلح و مُبلّغ بھی۔ اس کی مدح سے ہمتیں بلند ہوتی تھیں۔ اور اس کی ہجو نفرت کی آگ بھڑکا دیتی تھی۔ شعرائے جاہلیّت میں اِمرُؤ القَیس، طَرَفہ، شَنفَرہ، عَمرو بن کُلثُوم، حارثِ بن حِلزّہ، زُہَیر، لَبید بن رَبیعہ، زیاد بن مُعاوِیہ المعروف بہ نابغہ ذُبیانی، مَیمُون بن قَیس المعروف بہ اَعشیٰ، عَلقَمہ بن عَبادہ اَلفَحَل، عَمرو بن قَمِیہ اور عَنتَرَہ بہت مشہور تھے۔ ان کے کلام کا کچھ نہ کچھ حصہ آج بھی موجود ہے۔ اور بعض کے دیوان مصر، بَیروت، ہند اور یورپ میں باقاعدہ چھپ رہے ہیں۔ شعرائے جاہلیّت کی تعداد کیا تھی، کوئی نہیں جانتا اس زمانے میں لکھنے والے ہی نہیں تھے۔ اس لیے ان کے نام محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ بعض باہمت لوگوں نے ان کا کچھ نہ کچھ کلام محفوظ کر لیا۔ مثلاً :

۱۔ سپین کے نحوی اَلاَعلَم (۱۰۸۳ء) نے نابغہ، عَنتَرَہ، طَرَفہ، زُہَیر

لے میراث ص ۲۰۶

عَلقمَہ اور اِمرأُوالقیس کے دیوان مرتب کیے جنہیں ۱۸۷۰ء میں[1] Ahlwardt نے شائع کیا۔ السُّکَرِی (۸۸۸ء) کے مجُوعہ اَشعارُ الہُذَیلِیّین کو Kosegarten اور Wellhausen نے چھاپا۔

۲۔ حَمّادُ الرّاوِیہ (عہدِ اُمیّہ) نے سَبع مُعلّقات جمع کیے۔

۳۔ مُفضّل الضّبّی (۷۸۶ء) نے عبّاسی خلیفہ منصور کے لڑکے مہدی کے لئے ایک سو اٹھائیس نظمیں جمع کی تھیں جو مُفضّلیات کے نام سے مشہور ہیں۔ اِن کی ایک تہائی ۱۸۸۵ء میں Thorbecke نے شائع کی۔ اور کچھ عرصہ پہلے سر چارلس لائل نے مفضّلیات کا انگریزی ترجمہ مع عربی متن نکالا تھا۔

۴۔ ابُو تمّام (۸۵۰ء) نے حَماسہ مرتب کیا۔

۵۔ بُحتری (۸۹۷ء) نے بھی اسی نام سے ایک مجموعہ تیار کیا۔

۶۔ ابُو زید محمد القُرَیشی نے ۱۰۰۰ء میں جَمہرۃُ اَشعارِ العرب کے نام سے اُنچاس نظموں کا ایک مجموعہ ترتیب دیا۔

۷۔ اصفہانی (۹۶۷ء) کی کتابُ الاغانی، ابو علی القالی (۹۶۷ء) کی کتابُ الامالی، المُبرّد کی الکامل اور عبد القادر بغدادی (۱۶۸۲ء) کی خزینۃُ الادب میں شعرائے جاہلیت کے ہزارہا اَشعار نقل ہوئے ہیں۔

بعض تذکروں میں حمّادُ الراوِیہ کے متعلق یہ حکایت دیکھی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ نے اُسے چند اشعار سنانے کو کہا۔ اُس نے ایک سو عمرو نامی شعرا کے سَو سَو قصائد سنائے۔ اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔

گو ظہورِ اسلام کے بعد ساری قوم کی توجہ قرآن، حدیث، فقہ، سائنس

---

[1] تاریخ ادب عربی۔ نکلسن، ص ۱۲۸

طب۔ تاریخ۔ ریاضی۔ ہیئت اور دیگر علوم کی طرف ہو گئی تھی۔ تاہم شعرا کا سلسلہ جاری رہا۔ چند نام یہ ہیں :

۱۔ جمیل العُذری (۷۰۱ء)
۲۔ عُمَر بن ابی ربیعہ (۷۱۹ء)
۳۔ عجّاج (۷۱۵ء)
۴۔ فَرَزْدَق (۷۲۸ء)
۵۔ جَریر (۷۲۸ء)
۶۔ اَخطَل (۷۱۰ء)
۷۔ ذُوالرُّمہ (۷۱۹ء)
۸۔ مروان بن ابی حَفصہ (۷۹۷ء)
۹۔ مسلم بن ولید
۱۰۔ اَبان اللاحِقی (۸۱۵ء) اس نے کلیلہ دِمنہ کو منظوم کیا تھا۔
۱۱۔ عبّاس بن اَحنَف (۸۱۳ء)
۱۲۔ ابونُوَاس (۸۱۰ء)
۱۳۔ ابوالعَتاہیہ (۸۲۸ء)
۱۴۔ رابعہ (۸۰۱ء)
۱۵۔ مُتَنبّی (۹۶۵ء)
۱۶۔ ابوفراس (۹۶۸ء)
۱۷۔ ابنُ الرُّومی (۹۹۶ء)
۱۸۔ ابنِ عبد ربّہ (۹۴۰ء)
۱۹۔ دِعبَل (۸۲۵ء)

حسب ونسب، آباو اجداد اور اُن کے جنگی کارناموں پہ اترانے لگے۔ بعض یورپی عربی میں شعر تک کہنے لگے۔ اِس قسم کے دو شعر درج ذیل ہیں۔ یہ کیمبرج کے ایک پروفیسر ایڈورڈ ہنری پامر (۱۸۸۲ء) کی تخلیق ہیں۔ فنی لحاظ سے کچھ خامیاں ہیں۔ لیکن کوشش بُری نہیں:

لَیتَ شعری ھل کفٰی ماقد جرٰی
مُذ جرٰی من عبرتی من مُقلتی

ترجمہ: کاش مجھے علم ہوتا۔ کہ آنسوؤں کی جو جھڑی میری آنکھوں سے برستی رہی ہے۔ وہ ختم ہوگئی ہے یا یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

فَقد بَرٰی عَظمی حُزنٌ اَعظمی
وفنٰی جسمی حاشا اَصغَری

میری ہڈی (ہڈیوں) کو میرے بڑے غم نے جلادیا ہے۔ اور زبان کے سوا (اصغری) باقی سارے جسم کو فنا کردیا ہے۔

یورپ میں کسی گروہ کو ہماری عربی شاعری پسند آئی اور کسی کو فارسی۔

یورپ میں عرب شعرا کے تقریباً تمام دیوان حواشی، مقدمہ اور کچھ تراجم کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ لیڈن نے دیوان ابُو نواس کے تین اور ابوفراس کے دو ایڈیشن شائع کیے ہیں۔ نیز ابو العلاء المعرّی کا دیوان ترجمے سمیت نکالا ہے۔ یہ ترجمہ ایچ۔ بٹر لین نے کیا تھا۔ کتاب الاغانی کا نہایت عمدہ ایڈیشن سولہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ عنترہ کا کلام G. Rouger نے ایڈیٹ کیا ہے۔ فرزدق، ابن الہانی، خنسا، حسان بن ثابت، متنبی، لبید بن ربیعہ۔ وغیرہ کا کلام آج تک یورپ میں چھپ رہا ہے۔ اِس وقت معلقات کے سات، مفضلیات کے دو اور متنبی کے دس ایڈیشن یورپ میں بک رہے

ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ای جے برل (لیڈن) کی فہرستِ مطبوعات ملاحظہ فرمائیے:

یورپ ہماری فارسی شاعری سے بھی کسی حد تک متاثر ہوا تھا۔ تھامس مور (۱۸۵۲ء) کی لالہ رُخ اور میتھیو آرنلڈ کی نظم سُہراب و رُستم میں ایرانی تصوّرات بہت نمایاں ہیں۔ جرمن شاعر شِلّر (۱۸۰۵ء) کے ڈرامہ تُوران دُخت کا پلاٹ نظامی کی حکایت "دخترِ بادشاہ (ہفت پیکر اقلیم چہارم) سے ماخوذ ہے والٹیر (۱۷۷۸ء) کی حکایات میں ماحول، سازوسامان اور دیگر لوازمات مشرقی ہیں۔

۱۶۶۱ء میں ایک جرمن عالم اُلیئریَس نے سعدی کی بوستان و گلستان کا جرمنی میں ترجمہ کیا تھا۔ جس نے جرمن قوم اور ادب پہ گہرا اثر ڈالا۔ ۱۸۱۲ء میں فان ہیمبر نے دیوانِ حافظ کو جرمنی میں منتقل کیا۔ اس سے گوئٹے (۱۷۴۹-۱۸۳۲ء) بہت متاثر ہوئے اور اس نے حافظ کے رنگ میں دیوانِ مغرب لکھا۔ جس میں فارسی استعارات و محاورات مثلاً تیرِ مژگاں، شامِ غریباں، زُلفِ گرہ گیر وغیرہ کثرت سے استعمال کیے ہیں اور مختلف حصوں کے عنوان تک فارسی سے لیے ہیں۔ مثلاً "ساقی نامہ۔ عشق نامہ۔ مغنّی نامہ" وغیرہ۔ گوئٹے کے بعد پلاٹن اسی رنگ کا شاعر تھا۔ یہ رُومی۔ جامی اور سعدی کا عالِم تھا اور ان کے فلسفے سے پوری طرح آشنا۔ راکرٹ۔ فان شاک لوشکے اور لنٹ ہولڈر بھی شاعری میں گوئٹے کے پیرو تھے۔

علم البیان والمعانی

نظم و نثر کی پسند و ناپسند کا عربی معیار دنیا بھر سے جداگانہ ہے۔ عربوں نے لفظی و معنوی محاسن پہ کتابیں لکھیں۔ ان کی تفصیل دی اور ان کے نام رکھے۔ مثلاً تجنیس، حسن تعلیل

مُراعات النظیر وغیرہ۔ عیُوب پہ روشنی ڈالی۔ اور اس فن کو "علم البیان والمعانی" کا نام دیا۔ عربی میں اس فن کی مشہور کتابیں مختصر معانی اور مُطوّل ہیں۔

۱۷۶۳ء میں شام کا ایک عیسائی عالم، جس کا نام کَسیری تھا۔ اِسکوریل لائبریری کا انچارج مُقرر ہوا۔ اس نے وہاں اٹھارہ سو عربی مخطوطات کی ایک فہرست بھی تیار کی تھی۔ اسی کَسیری کا بیان[۱] ہے۔ کہ اُس نے اسکوریل کی لائبریری میں بیان ومعانی پر عربوں کی تین سو تصانیف دیکھی تھیں۔ اگر اِسکوریل کی مختصر سی لائبریری میں اتنی کتابیں تھیں۔ تو اندازہ فرمائیے۔ کہ مصر بغداد اور شام کی لائبریریوں میں اِن کی تعداد کیا ہوگی۔

تَصَوُّف

تصوُّف عیسائیوں میں بھی موجود تھا۔ لیکن نہایت ہولناک قسم کا۔ عیسائی صُوفیا دنیا کو شیطان کی بازی گاہ سمجھتے اور ہر آسائش و لذّت سے بھاگتے تھے۔ وہ عمر بھر مُجرّد رہتے، کانٹوں اور میخوں پہ سوتے، بہت کم کھاتے اور اپنے آپ کو ہر قسم کی اَذیّت پہنچاتے تھے۔ یہی حال ہندو اور بُدھ راہبوں کا تھا۔ اِسلام نے جہاں زندگی کے دیگر پہلوؤں میں انقلاب پیدا کیا۔ وہیں تصوّف کا تخیُّل بھی ازسرتاپا بدل ڈالا۔ اسلامی تصوُّف کے عناصر یہ ہیں:-

۱۔ تمام گناہوں سے اجتناب

۲۔ عبادت

۳۔ پاکیزگیٔ اخلاق، یعنی نخوت، غیبت، حَسَد، حِرص، نمائش، بدگوئی بداندیشی، دنیا طلبی وغیرہ سے نفرت اور تواضع، انکسار، محبت

---

[۱] تمدنِ عرب صفحہ ۴۱۶

خدمت، قناعت، تسلیم و رضا وغیرہ کو عینِ حیات بنالینا۔
مُسلم صوفیا کا یہی وہ اندازِ حیات تھا۔ جس نے دنیا کا دل موہ لیا۔ اور
یہ لوگ جہاں بھی پہنچے، زُنّار ٹوٹتے اور بُتکدے سرد پڑتے گئے۔ یہ انہی کا
اعجاز تھا۔ کہ غرناطہ کے پندرہ لاکھ عیسائی ہندوستان کے کروڑوں بُت پرست
اور ایران کے تمام مجوسی خدائے واحد کے پرستار بن گئے تھے۔ دنیا اس اعجازِ نگہ
کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئی اور یورپ کے اہلِ قلم نے ہم پر " اسلام بزورِ شمشیر "
کا الزام عائد کر دیا۔ حالانکہ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ کسی مُسلم فاتح نے
کسی ایک فرد کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا تھا۔ یہ درست ہے۔ کہ اسلام نے
محارِب فریق کے سامنے اسلام یا جزیہ پیش کیا تھا۔ لیکن یہ تین تبادلِ شرائط
میں سے ایک تھی۔ پہلی یہ کہ اگر محارب فریق شکست سے پہلے صُلح کرنا چاہے
تو لڑائی بند کر دو۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (قرآن)

(اگر وہ صُلح کی طرف مائل ہو جائیں۔ تو صُلح کر لو)

لیکن شکست کے بعد جزیہ و اسلام میں سے ایک کا اختیار دو۔ جزیہ
سے مُراد کوئی بھاری تاوان نہیں۔ بلکہ غریب پر سالانہ ایک روپیہ اور امیر پر
زیادہ سے زیادہ بارہ روپے ٹیکس تھا۔ ضعیف، دائمی مریض، بچے، عورتیں
اور مُفلِس اس سے مُستثنیٰ تھے۔ اگر کوئی شخص مذہب سے اتنا ہی دل برداشتہ
ہو کہ ایک روپیہ بچانے کے لیے اُسے ترک کر دے۔ تو قصور اُس کا ہے نہ
کہ اسلام کا۔ پھر یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ اسلام لانے کے بعد پیسہ جمع کرنے
کا لائسنس مل جائے گا۔ اسلام کا تو پہلا سبق ہی صلوٰۃ و زکوٰۃ ہے۔ حضرت
ابوبکر صدیقؓ نے اُن عرب قبائل کے خلاف جو نماز تو پڑھتے تھے۔ لیکن زکوٰۃ

نہیں دیتے تھے۔ اعلانِ جنگ کر دیا تھا، زکوٰۃ کے علاوہ قدم قدم پہ صدقات اور سالانہ عُشر بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اِن حالات میں یہ ناقابلِ یقین ہے۔ کہ ایک غیر مُسلم ٹیکس کے چند پیسوں سے گھبرا کر ایک ایسے نظام میں جا گھُسے جہاں پیسہ بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

اِسلامی تصوّف نے عیسائی، ہندو اور بُدھ راہبوں کو جنگلوں اور غاروں سے نکال کر انسانی بستیوں میں لا آباد کیا، انہیں زندگی کی جائز لذّتوں مثلاً نکاح، کھانا، پینا وغیرہ سے مُتمتّع ہونے کی اجازت دی۔ فاقہ کشی نفس کشی اور جسمانی اذیّتوں سے بچایا۔ اور انسانوں میں رہنا سکھایا۔ یورپ میں آج بھی بڑے بڑے صوفی، راہب اور پادری موجود ہیں۔ لیکن نفس کشی اور غار نشینی اور خوُد اَذیتی کا وہ قدیم سلسلہ باقی نہیں رہا۔ اور یہ اثر ہے اِسلامی تصوّف کا۔

اسلام نے بڑے بڑے صوُفی پیدا کیے تھے۔ مثلاً:

	نام	سالِ وفات	وطن
۱۔	خواجہ حسنؒ	۷۲۸ء	بصرہ
۲۔	رابعہ	۸۰۱ء	”
۳۔	ذُوالنّوُن	۸۶۰ء	مصر
۴۔	ابراہیم اَدہمؒ	۸۹۵ء	شام
۵۔	جُنید	۹۱۰ء	بغداد
۶۔	حسین بن منصُور حلاجؒ	۹۲۲ء	بَیضا (ایران)
۷۔	شیخ ابُو القاسم	۱۰۵۹ء	جرجان
۸۔	ابوالحسن علی ہجویری	۱۰۷۳ء	غزنی

۹ - غوث الاعظم شیخ عبدالقادر	۱۰۶۶ء	گیلان (ایران)
۱۰ - ابونجیب سُہروردی	۱۱۶۸ء	سُہرورد (زنجان)
۱۱ - ابوالحسن رِفاعی	۱۱۷۵ء	عراق
۱۲ - خواجہ عثمان ہارُونی	۱۲۱۱ء	خراسان
۱۳ - شیخ شہابُ الدین سُہروردی	۱۲۳۵ء	سُہرورد
۱۴ - شیخ نجم الدین کُبریٰ	۱۲۲۲ء	ایران
۱۵ - خواجہ شمس تبریزی	۱۲۴۸ء	تبریز
۱۶ - شیخ ابنُ العربی	۱۲۴۰ء	سپین
۱۷ - فریدالدین گنج شکر	۱۲۴۸ء	پاک پٹن
۱۸ - شیخ اَوحدالدین	۱۲۳۸ء	کرمان
۱۹ - شیخ ابوالحسن شاذلی	۱۲۵۸ء	عمان
۲۰ - شیخ فخرالدین عراقی	۱۲۸۷ء	ہمدان
۲۱ - مولانا جلالُ الدین رُومی	۱۲۷۲ء	بلخ
۲۲ - خواجہ بہاؤالدین محمد نقش بند	۱۳۹۰ء	بخارا
۲۳ - امام غزالی	۱۱۱۱ء	نیشاپور

یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ تفصیل کے لیے شیخ عطار کا تذکرۃ الاولیاء یا ادارۂ تصنیف و تالیف لاہور کی انوارالاصفیا ملاحظہ فرمائیے۔ میں صفحات گزشتہ میں عرض کر چکا ہوں کہ امام غزالی کا فلسفہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں مدتوں پڑھایا جاتا رہا۔ منصور حلاج کی کتاب الطواسین پر پیرس یونیورسٹی کا ایک پروفیسر میسی نان کافی کام کر چکا ہے۔ ابن العربی کی کتب ذیل یورپ میں شائع ہو چکی ہے۔

کتاب	ایڈیٹر
۱ - فتوحاتِ مکیہ	عبدالقادر الجزائری
۲ - التدبیراتُ الاصلاحیہ	فان - ایچ - ایس - نائی برگ
۳ - لطائفُ الاسرار	عطیہ طاہا و احمد زکی
۴ - رسالۃُ القدس	M. Asin Pala/Cios
۵ - ترجمان الاشواق	نامعلوم

امام غزالی کی کتب ذیل یورپ میں بک رہی ہیں :

کتاب	ایڈیٹر یا مترجم
۱ - کتاب الرجاء والخوف W. -Mckane	ڈبلیو میک کین نے انگریزی ترجمہ کیا
۲ - ایّہا الولد	توفیق صباغ
۳ - فیصلُ التفرقۃ فی الاسلام والزندقہ	سلیمان دنیہ
۴ - احیاءُ علوم الدین	ایل زو لنڈ یک نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔
۵ - الاقتصاد فی الاعتقاد	نامعلوم
۶ - کیمیاءُ السعادۃ	فان - ایچ - رٹر
۷ - مقدمۃ تہافۃُ الفلاسفہ	سلیمان دنیہ
۸ - تہافۃ الفلاسفہ	Bouyges.

حضرت غوث الاعظم کی دو کتابیں غنیۃ الطالبین اور الفتح الربانی و الفیض الروحانی - یورپ میں چھپ چکی ہیں - اور ان کی ایک کتاب فتوح الغیب کو فان - ڈبلیو - برونی نے ایڈیٹ کیا ہے - غزالی ، ابن العربی ، رومی ، بسطامی

اور دیگر صوفیائے اسلام پر علمائے یورپ کافی کتابیں لکھ چکے ہیں، نیز ماخذ تصوف یعنی قرآنِ حکیم کے بیسیوں تراجم ہو چکے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یورپ اسلامی تصوف سے بدستور متاثر ہو رہا ہے۔

موسیقی

موسیقی کیا ہے؟ کسی بات کو سُر میں کہنا۔ ہمارے خطیب، موذن، قاری اور گانے والے شاعر سب کے سب موسیقار ہیں۔ ہر انسان موج میں آکر گنگناتا ہے۔ جب چرواہا پہاڑوں اور بیابانوں کے سناٹے سے گھبرا اٹھتا ہے۔ تو گا کر دل بہلاتا ہے۔ شادی، پیدائش اور تہواروں پہ لڑکے لڑکیاں، جوان اور بوڑھے سب گاتے ہیں، کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے۔ تو عورتیں سُر میں روتی ہیں۔ دن کی تھکان دور کرنے، دل کی بھڑاس نکالنے، فوج کا حوصلہ بلند کرنے اور رُوح کی پیاس بجھانے کے لیے موسیقی سے بہتر کوئی اور چیز نہیں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاں موسیقی جزوِ مذہب ہے۔ لیکن اسلام نے اِسے ایک نعمت قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ جو چیز گائی جا رہی ہو۔ وہ حیوانی جذبات میں اشتعال کا باعث نہ بنے۔

ہمارے اسلاف نے سب سے پہلے یونانی ماہرینِ موسیقی کی کتابیں عربی میں منتقل کیں۔ مثلاً اقلیدس کی ایک کتاب عربی میں کتاب النغم کے عنوان سے منتقل ہوئی۔ اور مارطیس کا ترجمہ "کتاب فی الآلۃ المصوتۃ" کے نام سے ہوا۔ پھر انہوں نے اس فن کو خود منضبط کیا اور کئی کتابیں لکھیں۔ مثلاً:

۱۔ فارابی کی کتابُ الموسیقی

۲ - ابنُ الطیب اَلسَّرخسی کی المدخلُ اِلیٰ علم الموسیقی

۳ - الفارابی کی
کتابُ ترتیب النغم ، الرسالۃُ الکبریٰ فی التالیف، کتاب المدخل الی الموسیقی ،
رسالۃٌ فی الایقاع - رسالۃٌ فی الاخبار عن
مناعۃ الموسیقی -

۴ - خلیفہ[1] معتز باللہ عباسی نے مامون کی ایک کنیز ، عُریب پر جو ایک ہزار راگ گا سکتی تھی - ایک مستقل کتاب لکھی تھی -

۵ - مامون کی ایک اور کنیز 'بذل' نے موسیقی پر ایک کتاب لکھی - جس میں سات ہزار راگوں کا ذکر تھا - اس کتاب پر دربار خلافت کی ایک ممتاز شخصیت ، علی بن ہشام ، نے بذل کو دس ہزار درہم انعام دیا تھا - ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں بذل و عُریب کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں -

موسیقی پر چند اور لکھنے والے یہ ہیں :-

۱ - مسعودی کی مروج الذہب میں موسیقی پر بھی بحث ملتی ہے -

۲ - ابوالفرج اِصفہانی نے عربی موسیقی پہ چار کتابیں لکھیں -

۳ - محمد بن اسحاق الورّاق (۹۹۵ء) نے موسیقی کی کتابوں اور موسیقاروں کی ایک طویل فہرست تیار کی -

۴ - حنین بن اسحاق نے موسیقی پر ارسطو کی دو اور جالینوس وفیثا غورث کی ایک ایک کتاب کو عربی میں ڈھالا :

---

[1] المامون - شبلی ص ۱۳۷

تیرھویں صدی کا ایک برطانوی مُغنّی، والٹر اڈنگٹن، اپنی تحریرات میں عرب اساتذۂ موسیقی کا ذکر بڑے فخر سے کرتا ہے۔

تمام اموی و عباسی خلفا موسیقی کے دِل دادہ تھے۔ خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز (اُموی) چند سُروں کے بھی مُوجد تھے، مامون کے دربار میں عریب بذل اور شوسن کے علاوہ ابراہیم موصلی، اسحاق بن ابراہیم مَوصلی، یحییٰ مکّی اور کئی دیگر امامانِ موسیقی موجود تھے۔ ابراہیم کا ماہانہ مشاہرہ دس ہزار درہم تھا۔ فریڈرک دوم کے تمام درباری موسیقار عربی النسل تھے۔ سپین میں جب کسی شہر میں کسی شادی یا تہوار پر گانے والوں کی ضرورت محسوس ہوتی تو قرطبہ یا غرناطہ سے عرب گانے والوں یا والیوں کو بُلایا جاتا تھا۔

عرب ماہرینِ موسیقی نے یورپ پہ گہرا اثر ڈالا۔ اور وہاں ان کی تصانیف کے تراجم ہونے لگے۔ مثلاً:

۱۔ جالینوس وارسطو نے بھی موسیقی پہ کتابیں لکھی تھیں۔ جنہیں حُنَین نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ ان عربی تراجم کو بعض یورپی اہلِ قلم نے لاطینی لباس پہنایا۔

۲۔ الفارابی کی کتابِ موسیقی کو جَیرارڈ (۱۱۸۷ء) اور جُہین (۱۱۲۷ء) نے لاطینی میں منتقل کیا۔

۳۔ اَینڈریُو اَتپاک (۱۵۲۰ء) اور جُہَین نے بُوعلی سینا کی کُتب موسیقی کو لاطینی میں ڈھالا۔

۴۔ مائیکل سکاٹ، (۱۲۳۲ء) نے ابنِ رُشد کی اُس کتاب کا لاطینی ترجمہ

لہ میراث ص ۳۶۹

کیا۔ جو اُس نے ارسطو کی کتاب موسیقی پر بطورِ شرح لکھی تھی۔

۵ - قسطنطین افریقی نے عربوں کی جن کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ اُن میں ایک موسیقی پر بھی تھی۔

۶ - یورپ کے ایک عالم Gundi Salvus (۵۰-۱۱۳۰ء) کی تصنیف Divisione Philosophiae میں ایک باب موسیقی پر ہے۔ جو الفارابی کا لفظی ترجمہ ہے۔

۷ - راجر بیکن (۱۲۹۴ء) کی کتاب Opus Tertium میں ایک باب موسیقی پر ہے۔ اس میں وہ اقلیدس و بطلیموس کے ساتھ ساتھ سینا و فارابی کی آرا بھی پیش کرتا ہے۔ والٹر اوڈنگٹن (۱۲۸۰ء) اپنی تصنیف De Speculatione Musicae میں اور اینگل برٹ (۱۳۲۱ء) اپنی کتاب De Musica میں سینا کی آرا کو بڑی وقعت دیتا ہے۔

۸ - مُراویہ (چیکوسلاوکیہ) کے ایک عالم جیروم نے تیرھویں صدی میں موسیقی پر De Musica کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں ایک باب فارابی پر ہے۔

۹ - رابرٹ کلوررڈبی (۱۲۷۹ء) ریمنڈ لل (۱۳۱۵ء) سائمن ٹن سٹیڈ (۱۳۶۹ء) اور آدم دی فیوڈا (۱۴۹۰ء) نے جو کچھ موسیقی پر لکھا۔ وہ عرب اساتذہ سے ماخوذ تھا۔

۱۰ - عیسیٰ بن اسحاق یہودی نے بو علی سینا کی قانون کو جس میں موسیقی پر بھی بحث ہے، عبرانی میں منتقل کیا تھا۔

۱۱ - ایک اور یہودی ابراہیم بن حیّہ (۱۱۳۶ء) نے ابو الصّلت اُمیّہ (۱۱۳۴ء) کی ایک کتاب کا جو موسیقی پر تھی، عبرانی میں ترجمہ کیا۔

۱۲ - چند اور یہودیوں نے بھی عربی کتب کو عبرانی میں ڈھالا تھا جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ موسیٰ بن طبّن (۱۱۸۳ء) ابن عقنن (۱۲۲۶ء) اور اسحاق طرطوسی (۱۲۶۷ء)

"راجر بیکن اور ایڈ لارڈ آف باتھ اپنے طلبہ سے کہا کرتے تھے کہ اگر علم سیکھنا ہے۔ تو یورپ کے مدارس سے نکل کر عربوں کی درسگاہوں میں جاؤ"[1]

سسلی میں علم کی نہریں

عرب دنیا کے جس خطّے میں بھی پہنچے۔ اپنی تابدار تہذیب، لازوال، علوم و فنون اور روشن روایات ساتھ لے گئے۔ یہ ہر جگہ ابرِ رحمت بن کر برسے اور دلوں کی ویران و برباد بستیوں کو بہارستانوں میں بدل گئے۔

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں (غالب)

ایک زمانہ تھا۔ کہ ہر سو مسلمانوں میں کم از کم پانچ اہلِ قلم ہوتے تھے۔ جن کی زبان، نوکِ کلک، شخصیت اور کردار سے علم و عرفاں کی نہریں بہتی تھیں۔ آج ان کی تعداد ستر کروڑ کے قریب ہے۔ لیکن کہیں کوئی رازی، سینا، کندی، فارابی اور رومی نظر نہیں آتا۔ بہاریں چلی گئیں۔ نہریں سوکھ گئیں اور قلب و دماغ منجمد ہو گئے۔

---

[1] میراث ص ۳۷۱

رفتہ رفتہ اِس قدر بربادیٔ محفل ہوئی
مشتہر دنیا کے ویرانوں میں یہ منزل ہوئی

گو سسلی میں مسلمانوں کا قیام مختصر سا تھا۔ لیکن اس قلیل عرصے میں بھی انہوں نے وہاں بڑے بڑے علما پیدا کیے۔ جنہوں نے مختلف موضوعات پر گراں قدر کتابیں لکھیں۔ مثلاً :

نام	سالِ وفات	تصانیف

قرآن

نام	سالِ وفات	تصانیف
۱ - ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف	۱۰۶۵ء	۱ - کتاب الاِکتِفاء فی القِراۃ ۲ - کتاب العنوان فی القِراۃ
۲ - ابوعبداللہ محمد بن ابی الفرج الذکیؒ المازری	۱۱۲۲ء	کتاب الاِستیلا (قرأت)
۳ - ابنِ فحّام	۱۱۲۱ء	۱ - کتاب التجرید (قرأت) ۲ - مفرداتُ القُرآن
۴ - ابوعمرو عثمان بن علی السّرقوسی		کتابُ مخارجِ الحروف
۵ - حُجّۃ الدین ابنِ ظفر الصقلی	۱۱۶۵ء	۱ - تفسیرِ کبیر ۲ - ینبوعُ الحیات ۳ - فوائد الوحی ۴ - فی اَحکامِ الالٰہیہ ۵ - فی شرحِ اَسماءِ الحُسنیٰ

۶ - محمد بن خراسان	۹۹۶ء	۱ - تفسیر ۲ - اعراب القرآن ۳ - کتاب الناسخ والمنسوخ

حدیث

مختلف تذکروں میں سسلی کے تقریباً چالیس محدثین کا ذکر ملتا ہے۔ سسلی کا فاتح قاضی اسد بن فرات (۲۸۰ء) بھی ایک بلند پایہ محدث اور حدیث میں امام مالک کا شاگرد تھا۔ چند اور نام یہ ہیں :

۱ - ابوبکر علی بن داود سمنطاری	۱۰۷۲ء	المدونۃ الکبریٰ
۲ - ابوبکر محمد بن سابق (سائق)	۱۰۸۲ء	شرح المسالک
۳ - ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر التیمی	۱۱۴۲ء	کتاب المعلم (شرح صحیح مسلم) اس کتاب پر ڈاکٹر گرفنی نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا۔

فقہ

تذکروں میں اندازاً پینتیس فقہا کے نام ملتے ہیں۔ چند نام یہ ہیں :

۱ - ابومحمد عبدالحق بن محمد بن ہارون السہمی	۱۰۶۴ء	۱ - تہذیب المطالب ۲ - الاستدراک علی البراذعی

		۳ - النکت والفروق
۲ - ابن یونس الصقلی	۱۰۵۹ء	۱ - شرح المدونہ ۲ - علم الفرائض
۳ - ابوعبداللہ فخرالدین محمد بن محمد الصقلی	۱۳۲۷ء	کتاب التنجیز
۴ - ابن الحکار الصقلی		۱ - شرح المدونۃ ۲ - الانتقاد
۵ - ابن براذعی قیروانی		۱ - مُطوّل التہذیب ۲ - مختصر التہذیب

الکلام

۱ - ابن ظفر الصقلی	۱۱۶۵ء	۱ - کتاب المعادات ۲ - کتاب التنخیر
۲ - امام محمد بن مسلم مازری	۱۱۲۶ء	۱ - ایضاحُ البرہان ۲ - کتابُ الکشفِ والانباہِ (غزالی کی تردید) ۲ - نظمُ الفرائد فی علمِ العقائد

تصوّف

تذکروں میں صرف بارہ صوفیا کے حالات ملتے ہیں۔ ان میں مشہور ترین ابوبکر محمد بن احمد (۹۱۷ء) ابوالحسن علی حریری (۹۳۱ء) ابوالقاسم عتیق بن محمد (۱۰۳۱ء)

اور ابو القاسم البکری تھے۔ آخر الذکر کی ایک تصنیف الزوائد الصقلیہ کا ایک نسخہ لیڈن میں بھی موجود ہے۔

تاریخ وسیرت

۱ -	ابن حمدیس	۱۱۳۵	تاریخ الجزیرۃ الخضرا
۲ -	شیخ ابو عتیق سمنطاری	۱۰۷۲	۱۔ اخبار الصالحین ۔ دس جلد ۲ - اخبار العلما
۳ -	ابو علی حسن بن یحیٰی		تاریخ الصقلیہ
۴ -	ابن القطاع الصقلی	۱۱۲۲	۱ - تاریخ الصقلیہ ۲ - الدرۃ الخطیرہ اس میں سسلی کے ایک سو ستر شعرا کے حالات ہیں۔ ۳ - کتاب السیف ۴ - کتاب الابنیہ ۵ - کتاب العروض والقوافی ۶ - الحواشی علی صحاح الجوہری
۵ -	ابن ظفر الصقلی		۱ - خیر البشر ۲ - اعلام النبوۃ ۳ - سلوان المطاع دحریری کے رنگ میں ادبی کتاب جس کا

۴ - عُمر بن خلف ثقیف اللسان

شُعرا

سسلی میں شعرا کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ اُن میں سے ابو العرب مصعب (۱۱۱۴) ابنِ الشوسی اور ابنِ حمدیس (۱۱۳۵) نے کافی شہرت حاصل کی۔ ابن حمدیس کا دیوان ۱۸۸۳ء میں پارمو سے اور ۱۸۹۷ء میں رومہ سے شائع ہوا۔

طب

یوں تو سسلی میں لاتعداد اطبا تھے۔ لیکن صرف تین کی طبی و غیر طبی تصانیف باقی رہ گئی ہیں۔ یعنی :

۱ - ابو محمد عبد السلام بن ابراہیم ۱۳۲۲ء کتابُ الجراحۃ

۲ - احمد بن عبد السلام ۱ - کتاب الاطبا
(اس کا ایک نسخہ لیڈن اور ایک تونس میں ہے)
۲ - شرحِ ارجوزہ

۳ - ابو سعید بن ابراہیم اَلمنجح فی التداوی
(ایک نسخہ پیرس میں)

متفرق

۱ - ابنِ حوقل ۹۷۵ بطورِ سیاح سسلی میں آیا تھا۔
اس کا سیاحت نامہ کتاب المسالک والممالک سسلی کے ذکر

سے شروع ہوتا ہے۔

۲۔ ابنِ جُبیر (۱۲۱۸ء) کے سفر نامہ رِحلۃُ ابنِ جُبَیر کی ابتدا بھی سسلی کے حالات سے ہوتی ہے۔ یہ حصہ ۱۸۴۶ء میں فرانسی ترجمہ کے ساتھ پیرس سے شائع ہوا تھا۔ ۱۸۵۲ء میں پورا سفر نامہ فرانس سے نکلا۔ ۱۹۰۷ء میں گِب میموریل نے بڑے اہتمام سے اس کا ایک ایڈیشن نکالا:

۳۔ ادریسی (۱۱۶۶ء) راجر دوم (۱۱۰۵ - ۱۱۵۴ء) کا درباری عالم تھا۔ اس نے جغرافیہ کی مشہور کتاب اِختراقُ الآفاق ... راجر ہی کے لیے تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ رومہ سے ۱۲۹۲ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کا اطالوی ترجمہ ۱۶۱۹ء میں نکلا تھا۔

۴۔ ابنِ بشرون نے کیمیا و صنعت پر دو کتابیں "سِرُّ الکیمیا اور عَمَلُ الاِصباغ وَالمِداد" کے نام سے لکھیں۔

۵۔ سعید بن فتحون شجرۃ الحکمۃ اور تعدِیلُ العلوم کے مصنّف تھے۔

۶۔ خلفائے فاطمی کے ایک سفیر شیخ جمال الدین نے ایک کتاب اِنبرُوریہ کے نام سے فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) کے لیے لکھی تھی۔

۷۔ اسی فریڈرک نے قدامتِ عالَم اور رُوح کے متعلق چند سوالات سپین کے ایک فلسفی ابنِ سبعین (۱۲۶۱ء) سے پوچھے تھے۔ اِن کے جواب میں ابنِ سبعین نے ایک کتاب المسائلُ الصقلیہ، لکھ کر بھیجی تھی۔

سسلی کے مترجمین

سسلی میں بھی بعض ایسے یہودی و عیسائی علما تھے۔ جنہوں نے عربوں کی چند کتابوں کو لاطینی وغیرہ میں منتقل کیا تھا۔ مثلاً:

۱۔ قسطنطین افریقی نے تقریباً اسی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا۔
۲۔ فرقوط (فرج بن سالم) نے رازی کی الحاوی کا ترجمہ کیا۔
۳۔ موسیٰ یہودی نے، جو پلرمو کا باشندہ تھا، بقراط کے عربی تراجم کا ترجمہ کیا۔
۴۔ مائیکل سکاٹ (۱۲۳۵ء) نے، جو فریڈرک دوم کا درباری تھا، ارسطو کے تمام طبیعی عربی تراجم کو لاطینی لباس پہنایا۔

کچھ ترجمے اٹلی میں بھی ہوتے تھے۔ مثلاً:

۱۔ سٹیفن نے علی عباس ایرانی کے تراجم کیے:
۲۔ ۱۲۰۰ء میں اقرسیتیس نے جالینوس کے ایک عربی ترجمے کو لاطینی میں تبدیل کیا۔
۳۔ ۱۲۵۵ء میں بناقنشہ یہودی نے ابنِ رُشد کے تراجم کیے۔
۴۔ ۱۲۸۰ء میں وینس کے پرادیسیس نے ابن زُہر کی کتاب التیسیر کو لاطینی میں منتقل کیا۔
۵۔ اٹلی کے ایک اور فاضل اینڈریو آلپاگو (۱۵۲۰ء) نے سینا کی قانون نیز دو اور کتابوں کا ترجمہ کیا۔

یہ ترجمے صدیوں بطورِ نصاب استعمال ہوتے رہے۔[۱]

سِسلی کے متعلق مآخذ

سسلی کی سیاسی و ادبی تاریخ کے لیے اِن مآخذ کی طرف رجوع فرمائیے:

۱۔ طبقات الشافعیہ ۔ سُبکی

---

[۱] میراث ص ۳۲۴-۲۵

۲۔ معجمُ البلدان ۔ یاقوتی
۳۔ معالمُ الایمان ۔ ابنِ ناجی
۴۔ کتاب العبرَ ۔ ذہبی
۵۔ تاریخِ کبیر ۔ ابنِ عساکر
۶۔ دیباجُ المُذہبَ ۔ ابنِ فرحون
۷۔ ترتیب المدارک ۔ قاضی عیاض
۸۔ بُغیۃُ الوُعاہ ۔ سیُوطی
۹۔ رحلۃ ابن جُبیر
۱۰۔ کتاب المسالک والممالک ۔ ابنِ حوقل

عربی علوم انگلستان میں

۱۹۴۰ء کے آغاز میں ڈاکٹر برنارڈ لُوئیس نے "انگلستان اور عربی علوم" کے موضوع پر بی۔ بی۔ سی لنڈن سے چھ تقریریں نشر کی تھیں۔ جن کی ایک نقل مجھے بھی بھیجی گئی تھی۔ ان تقاریر کا ماحصل درجِ ذیل ہے۔

عربوں نے سپین اور سسلی میں ایک ایسی شاندار تہذیب کی بنا ڈالی جس کی نظیر دنیا میں کہیں اور موجود نہ تھی۔ عربوں کے بعد بھی ان کا اثر مدتوں باقی رہا۔ ان کے جانشین عیسائی بادشاہ دو سو برس تک عربی لباس پہن کر عربی بولتے اور عربی میں پڑھتے پڑھاتے رہے۔ عربی علوم کے حصول کا شوق اِس حد تک تھا۔ کہ طلبا دُور دُور سے عربی درسگاہوں میں آتے تھے۔ گو سپین اور انگلستان کے درمیان ایک ہزار میل تک بحرِ اوقیانوس پھیلا ہوا تھا۔ اور کشتیوں میں سفر

از بس خطرناک تھا۔ تاہم برطانیہ کے شائقینِ علم سپین، سسلی، مصر اور بغداد
تک جاتے تھے۔

۱ - بارہویں صدی میں باتھ شہر کا ایک باشندہ جس کا نام ایڈلارڈ تھا،
حصولِ علم کے لیے اسلامی ممالک میں گیا، عربی میں مہارت پیدا کی اور بعدازاں
زندگی بھر عربی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کرتا رہا۔

۲ - طامس براؤن نے عربی علوم خصوصاً فقہ میں وہ مہارت پیدا کی۔ کہ اُسے
سسلی کے ایک مسلم فرمانروا نے اپنا قاضی بنا لیا تھا۔

۳ - چیسٹر شہر کا رابرٹ بارہویں صدی میں سپین پہنچا، علم ریاضی میں مہارت
پیدا کی۔ اور پھر متعدد عربی کتابیں لاطینی میں منتقل کیں۔

۴ - ڈینیل مارلے مدتوں سپین میں پڑھتا رہا۔ وہاں سے جب واپس لوٹا
تو عربی کتابوں کا ایک انبار ساتھ لے گیا۔ جنہیں شائقین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

۵ - مائیکل سکاٹ بھی ایک برطانوی باشندہ تھا۔ جس نے سسلی میں تعلیم
پائی۔ ارسطو کا عربی سے ترجمہ کیا۔ اور خود بھی کیمیا و ہیئت پہ کتابیں لکھیں۔

راجر بیکن عربی کا بہت بڑا فاضل اور عربی علوم کا از بس دلدادہ تھا۔
اس کے کارناموں پر صفحاتِ گزشتہ میں کافی بحث ہو چکی ہے۔

چاسر (۱۴۰۰ء) اور لڈگیٹ (۱۴۵۱ء) انگلستان کے مشہور شعرا تھے۔ اور
عربی علوم و تہذیب کے از بس مداح۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ انگلستان
کے پہلے پریس کیگسٹن میں سب سے پہلے عربی کی ایک کتاب کا انگریزی ترجمہ
طبع ہوا تھا۔ اس کتاب کا نام مختار الحِکَم تھا۔ جو مصر کے ایک امیر مُبشّر بن
فاتک کے قلم سے نکلی تھی۔ اور ترجمہ کا نام تھا۔

اصل کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک مخطوطہ ہالینڈ کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ یورپ کی بعض دیگر زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

علمائے برطانیہ نے عربی علوم کے سلسلے میں کیا خدمات سر انجام دیں اِس کا مختصر سا جائزہ حاضر ہے۔

۱۔ وِلیَم بیڈوِل (۱۵۶۱ - ۱۶۳۲ء) کہا کرتا تھا۔ کہ صحیح علم کے لیے عربی سیکھنا ضروری ہے۔ اُس کا وہ مقالہ آج بھی موجود ہے۔ جس میں اس نے عربی سیکھنے پر زور دیا تھا۔ اس نے چند اور کتابیں بھی لکھی تھیں۔ مثلاً:

۱۔ سات جلدوں میں ایک عربی لغات تیار کیا تھا۔ جو ابھی تک شائع نہیں ہوا۔

۲۔ اُن عربی الفاظ کی فہرست تیار کی تھی جو یورپ کی مختلف زبانوں کا حِصّہ بن چکے ہیں۔

۳۔ قرآنِ عظیم پہ چند کتابیں لکھیں۔

۲۔ ایڈمنڈ کاسٹل (۱۶۰۶ - ۱۶۸۵ء) کیمبرج میں پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ سامی زبانوں کا لغات اٹھارہ برس میں تیار کیا۔ یہ کتاب ۱۶۶۹ء میں چھپی۔

۲۔ عربی کی اہمیت پر ایک کتاب لکھی۔

۳۔ اپنی عربی نظموں کا دیوان مرتب کیا اور اسے شاہِ چارلس دوم (۱۶۶۰ - ۱۶۸۵ء) کی طرف منسوب کیا۔ ایڈمنڈ شاعر تھا اور عربی میں شعر کہا کرتا تھا۔

۳۔ جان گریوز (۱۶۰۲ - ۱۶۵۲ء) آکسفورڈ میں علمِ ہیئت کا پروفیسر تھا!

نے عربی علوم کے لیے مصر و بغداد کا سفر کیا۔ اور پھر:

۱۔ عربی صرف و نحو لکھی

۲۔ عربوں کی چند کتب ریاضی ایڈٹ کیں۔

۳۔ عربوں کی ریاضی پہ چند کتابیں لکھیں۔

اس کا بھائی طامس گریوز بھی عربی کا فاضل اور چند مقالات کا خالق تھا۔

۴۔ سیموئیل کلارک (۱۶۷۵ - ۱۷۲۹ء) نے عربی عروض پہ ایک مقالہ لکھا اور بلادِ عرب کا ایک لغات تیار کیا۔

۵۔ جان سلڈن (۱۵۸۴ - ۱۶۵۴ء) برطانیہ کا مشہور قانون دان جو برسوں پارلیمان کا ممبر بھی رہا، عربی علوم کا گرویدہ تھا۔ اس نے عربی مخطوطات کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ نیز عربی کی ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ بھی کیا۔

۶۔ ایڈورڈ پوکاک (۱۶۰۴ - ۱۶۹۱ء) ولیم بیڈول کا شاگرد تھا۔ بچپن ہی سے عربی کا گرویدہ تھا۔ ۱۶۳۰ء میں یہ حلب پہنچا۔ اور وہاں کے ایک عالم شیخ فتح اللہ سے پانچ سال پڑھتا رہا۔ واپسی پر عربی کتابوں کی ایک خاصی تعداد ساتھ لایا۔ ۱۶۳۶ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ ایک سال بعد دوبارہ عربی درسگاہوں میں گیا۔ چار برس اور تعلیم حاصل کی۔ ۱۶۴۱ء میں شام سے لوٹا۔ اور باقی زندگی تدریس و تصنیف میں گزار دی۔ پہلے سفر میں یہ انجیر کا ایک پودا بھی ساتھ لایا تھا۔ جو اس نے آکسفورڈ کے احاطے میں لگا دیا تھا۔ اب یہ درخت جوان ہو چکا تھا۔ پوکاک اسی کے سائے میں بیٹھ کر کتابیں لکھتا تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ ابو الفرج بن سالم یہودی کی تاریخ "المختصر فی الدول" کا خلاصہ لکھا (طبع ۱۶۴۹ء) بعد میں ترجمہ بھی کیا۔

۲ - طغرائی کی عربی نظم لامیۃُ العجمَ کی شرح لکھی۔ طبع ۱۶۶۱ء۔

۳ - کثیر تعداد میں عربی موضوعات پر مقالے لکھے۔

۴ - اس کے بعض غیر مطبوع مسودات باڈلین یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔

۷ - پوکاک (۱۶۴۸ - ۱۷۲۷ء) اڈیورڈ پوکاک کا بیٹا اور ہم نام تھا۔ عربی سے محبت ورثے میں ملی تھی۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱ - عبداللطیف کی تاریخ مصر کا ترجمہ کیا؛

۲ - نیز ابن طفیل کی ایک کتاب کو انگریزی میں ڈھالا۔

۸ - پیرِڈو Prideaux (۱۶۴۸ - ۱۷۲۸ء) نے رسول اکرم صلعم پہ ایک کتاب لکھی۔

۹ - چاپلو Chappelow (۱۶۸۲ - ۱۷۶۸ء) نے طغرائی کی لامیۃ العجم اور حریری کی مقامات کا انگریزی ترجمہ کیا۔

۱۰ - کارلائل (۱۷۹۵ - ۱۸۰۱ء) نے ایک بغدادی سیاح سے، جو کیمبرج میں آگیا تھا۔ عربی پڑھی۔ اور پھر بعض عربی نظموں کو انگریزی میں منتقل کیا۔

۱۱ - سائمَن اَوکلے۔ (۱۶۷۸ - ۱۷۲۰ء) پوکاک کا شاگرد تھا اور کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱ - اسلام کی سیاسی و تمدنی تاریخ - تین جلد

۲ - ابنِ طفیل کی حَیّ بن یَقظان کا انگریزی ترجمہ

۳ - اِسلامی علوم کی اہمیت پہ ایک کتاب

۱۲ - جارج سیل (۱۶۹۷ - ۱۷۳۶ء) ایک وکیل تھا۔ جس نے اوقاتِ فرصت میں عربی پڑھی۔ اور پھر قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

۱۳ - سر ولیم جونز (۱۷۴۶ - ۱۷۹۴ء) نے عرب کے بدوؤں اور وہابیوں پہ

۲ - طغرائی کی عربی نظم لامیۃ العجم کی شرح لکھی - طبع ۱۶۶۱ء۔

۳ - کثیر تعداد میں عربی موضوعات پر مقالے لکھے۔

۴ - اس کے بعض غیر مطبوعہ مسودات باڈلین یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔

۷ - پوکاک (۱۶۴۸ - ۱۷۲۷ء) ایڈورڈ پوکاک کا بیٹا اور ہم نام تھا۔ عربی سے محبت ورثے میں ملی تھی۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱ - عبداللطیف کی تاریخ مصر کا ترجمہ کیا:

۲ - نیز ابن طفیل کی ایک کتاب کو انگریزی میں ڈھالا۔

۸ - پریڈو Prideaux (۱۶۴۸-۱۷۲۸ء) نے رسول اکرم صلعم پہ ایک کتاب لکھی۔

۹ - چاپلو Chappelow (۱۶۸۳ - ۱۷۶۸ء) نے طغرائی کی لامیۃ العجم اور حریری کی مقامات کا انگریزی ترجمہ کیا۔

۱۰ - کارلائل (۱۷۹۵ - ۱۸۸۱ء) نے ایک بغدادی سیاح سے، جو کیمبرج میں آگیا تھا۔ عربی پڑھی۔ اور پھر بعض عربی نظموں کو انگریزی میں منتقل کیا۔

۱۱ - سائمن اُوکلے۔ (۱۶۷۸ - ۱۷۲۰ء) پوکاک کا شاگرد تھا اور کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:

۱ - اسلام کی سیاسی و تمدنی تاریخ - تین جلد

۲ - ابنِ طفیل کی حیّ بن یقظان کا انگریزی ترجمہ

۳ - اسلامی علوم کی اہمیت پر ایک کتاب

۱۲ - جارج سیل (۱۶۹۷ - ۱۷۳۶ء) ایک وکیل تھا۔ جس نے اوقاتِ فرصت میں عربی پڑھی۔ اور پھر قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

۱۳ - سر ولیم جونز (۱۷۴۶ - ۱۷۹۴ء) نے عرب کے بدوؤں اور وہابیوں پہ

ایک کتاب لکھی - نیز عربی امثال کا ترجمہ کیا -

۱۵ - جی - ایچ - ہنڈلے نے متنبی کے حالات انگریزی میں لکھے -

۱۶ - ای - ڈبلیو - لین (۱۸۰۱ - ۱۸۷۶ء) مصر میں تین سال رہا - وہاں سے عربی سیکھی اور پھر :

۱ - عربی الف لیلہ کا انگریزی ترجمہ کیا -

۲ - مصریوں پر ایک کتاب لکھی -

۳ - ۱۸۴۲ء میں عربی لغات لکھنا شروع کی - اس پر پچیس سال صرف کیے لیکن مکمل نہ ہو سکی -

۱۷ - ایڈورڈ ہنری پامر (۱۸۴۰ - ۱۸۸۲ء) کیمبرج کا پروفیسر اور عربی زبان کا شاعر بھی تھا - اس کے دو شعر صفحاتِ گزشتہ میں نقل ہو چکے ہیں - اُس زمانے میں جب شاہِ ایران نے برطانیہ کا دورہ کیا - تو پامر نے اِس سیاحت پر اُردو میں ایک مضمون لکھا تھا - جو ہندوستان کے ایک رسالے میں شائع ہوا تھا - اس کی تصانیف یہ ہیں :

۱ - مصری شاعر بہاؤ الدین زُہیر کا منظوم انگریزی ترجمہ

۲ - عربی گرامر

۳ - ہارون الرشید کے سوانح

۴ - فارسی لغات

۵ - صحرائے سینا کے حالات

۶ - کیمبرج لائبریری کے عربی و فارسی مخطوطات کی فہرست

۷ - کئی عربی و فارسی کتابوں کا انگریزی ترجمہ

- پروفیسر ولیم رائٹ (۱۸۴۰ - ۱۸۸۹ء) کی تصانیف یہ ہیں -

۱۔ ابنِ جُبیر کا سفر نامہ
۲۔ عربی گرامر۔ دو جلد
۳۔ مُبَرّد کی الکامل ایڈیٹ کی۔
۴۔ اَلمقری کی تاریخ اندلس کی اشاعت میں۔
ڈوزی (۱۸۸۲ء) کا ہاتھ بٹایا۔

۱۹۔ رابرٹسن سمتھ (۱۸۴۶۔۱۸۹۴) کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کا چیف ایڈیٹر بھی رہا۔ اس نے زمانہ جاہلیت اور عرب میں رسومِ نکاح پر کئی کتابیں لکھیں۔

۲۰۔ سَر ولیم میور (۱۸۱۹۔۱۹۰۵ء) اسلامی تاریخ، حضور صلعم کے سوانح اور حفاظت پر کئی کتابوں کا مصنف ہے۔

۲۱۔ ولفریڈ بلنٹ (۱۸۴۰۔۱۹۲۲ء) عربی زبان میں گفتگو بھی کر سکتا تھا۔ اس نے عراق و نجد پر کتابیں لکھیں اور سبعہ معلقات کا انگریزی ترجمہ کیا۔

مذکورۂ بالا اہلِ قلم کے علاوہ بیسیوں اور ہیں۔ جنہوں نے یا تو مختلف عربی کتب کے ترجمے کیے۔ اور یا اسلامی موضوعات پر مستقل کتابیں لکھیں۔ مثلاً آرنلڈ اے۔اے۔ بیون، سر چارلس لائل، لین پول، مارگولیتھ، نکلسن، براؤن، آربری وغیرہ۔ تقاضائے وقت یہ ہے۔ کہ فرانس۔ اٹلی۔ جرمنی، سپین اور انگلستان کے تمام ایسے علماء کی فہرست تیار کی جائے جنہوں نے یا تو کسی عربی کتاب کا ترجمہ کیا تھا اور یا اسلامی تاریخ و تہذیب پہ کچھ لکھا تھا۔

متفرق تراجم

قرونِ وسطیٰ میں یورپی اہلِ قلم نے طبع زاد کتابیں بہت کم لکھیں۔ ان کی

توجہ زیادہ تر تراجم کی طرف رہی۔ بیشتر تراجم کا ذکر صفحاتِ گزشتہ میں ہو چکا ہے چند دیگر مترجمین کے نام یہ ہیں :

مترجم کا نام	سالِ وفات	کتاب	کس زبان میں ترجمہ کیا
۱۔ پیٹر ایبٹ آف کلونی	۱۲۰۰	قرآن	لاطینی
۲۔ یہودا ابن سال اندلسی	۱۱۹۰	چند عربی کتب	عبرانی
۳۔ سیموئل بن یہودا ابن سال اندلسی	۱۲۳۲	ابن میمون کی چند عربی کتابیں	عبرانی
۴۔ موسیٰ بن طبّن		عربی اقلیدس، سینا کی قانون، ابن رُشد کی مختصر شروحِ ارسطو	عبرانی
۵۔ یعقوب (سیموئل کا پوتا)		چند عربی کتابیں	عبرانی
۶۔ یعقوب اناطولی	پ ۱۱۹۴ء	ارسطو کی طویل شروح از ابن رُشد	"
۷۔ شم طاب (مارسیلز)	۱۲۶۴ء	کتاب المنصوری از رازی	"
۸۔ ایڈل ہارڈ	۱۱۲۶ء	خوارزمی کی الواحِ ہیئت	لاطینی
۹۔ رابرٹ آف چیسٹر	۱۱۴۴ء	خوارزمی کی الجبرا	"
۱۰۔ پلاٹو آف ٹوالی	۱۱۴۵ میں زندہ	ابراہیم بن حیّہ کی کتابِ حساب	"
۱۱۔ جیرارڈ آف کریمونہ (اٹلی)	۱۱۸۷ء	اسّی عربی کتابیں (سینا۔ جالینوس۔ ارشمیدس۔ رازی کندی۔ فارابی۔ ابنِ رُشد وغیرہ)	"

لے یہ تمام تفاصیل وِل ڈیوران کی ایج آف فیتھ صفحہ ۹۱۰ سے حاصل کی گئی ہیں۔

۱۲ -	مائیکل سکاٹ	۱۲۳۵	بطروجی کی کتاب التیسیر ارسطو کی کتاب الحیوانات نیز متعدد طبیعی و مابعد الطبیعی کتب عربی	
۱۳ -	جیمز (اٹلی)	۱۱۲۸ء	سائنس کی چند کتابیں	لاطینی
۱۴ -	یوجینی (سسلی)	۱۱۵۴ میں زندہ	بطلیموس کی کتاب المناظر و المجسطی	〃
۱۵ -	مارک کانن (طلیطلہ)	بارھویں صدی	حنین و حبیش کی تصانیف	〃
				〃

○

یورپ کی حیاتِ ثانیہ

وحشی اور جاہل یورپ جہالت و بربریت کی دلدل سے کیسے نکلا۔ بعض متعصب یورپی اہلِ قلم کا تجزیہ یہ ہے۔ کہ جب ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد نے استنبول فتح کیا۔ تو وہاں سے یہودی علما بھاگ کر یورپ کے دیگر حصوں میں پہنچے، اور ان کے نورِ علم سے یورپ میں اجالا ہو گیا۔ سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہ یہودی اتنے ہی با علم تھے۔ تو استنبول پہ کیوں تاریکی محیط رہی اور مشرقی رومہ میں ان کی روشنی کیوں نہ پھیلی؟ یہ بات کون تسلیم کرے کہ جن یہودیوں کے پاس اہلِ رومہ کے لیے جگنو کا ایک شرر تک نہیں تھا۔ وہ یورپ میں پہنچتے ہی علم کے آفتاب بن گئے۔ صحیح

بات وہی ہے۔ جو ڈریپر، بریفالٹ اور ول ڈیوُران جیسے منصف مزاج علماء نے کہی ہے۔ ان کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ "یورپ کی حیاتِ ثانیہ عربوں کی وجہ سے ہوئی۔ یورپ کی حیاتِ نو کا گہوارہ اٹلی نہیں بلکہ سپین تھا۔ جس وقت یورپ جہالت و بربریت کے تاریک ترین گڑھوں میں گرا ہوا تھا۔ اُس وقت بغداد، قاہرہ، قرطبہ اور طُلیطلہ سے وہ تہذیب و زندگی نمودار ہو رہی تھی۔ جس نے بعد میں انسانی ارتقا کو اک نئی صورت دی"
(ملخص)

(تشکیلِ انسانیت ص۲۴۴)

یہی فاضل ذرا آگے چل کر لکھتا ہے:۔

" اگر عرب نہ ہوتے۔ تو عصرِ رواں کی مغربی تہذیب جنم ہی نہ لیتی۔۔ یورپی نشوونما کا کوئی پہلو ایسا نہیں، جس میں اِسلامی تہذیب کا یقینی سُراغ نہ مل سکے . . . . یہ صحیح ہے۔ کہ عربوں نے کوئی کاپرنیکی یا نیوٹن پیدا نہیں کیا۔ لیکن عربوں کے بغیر کاپرنیکی یا نیوٹن کا پیدا ہونا ناممکن تھا" (ملخص)

(تشکیلِ انسانیت ص۲۴۶)

ڈاکٹر ڈریپر فرماتے ہیں:

" قرونِ وُسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اُس وقت عیسائی دنیا پر جہل و اوہام کی تاریکی محیط تھی۔ اور انہیں علمی مشاغل کی ہوا تک نہیں لگی تھی" (معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۳۱)

بریفالٹ کہتے ہیں:

"بازنطینیوں نے ہزار سال گزار دیے اور تہذیب وثقافت کے ارتقاء میں کوئی حصہ نہ لیا ۔۔۔۔ جس روشنی سے چراغِ تہذیب پھر روشن ہوا، وہ رومی و یونانی ثقافت کے ان شراروں سے نہیں نکلی تھی جو یورپ کے کھنڈروں میں سلگ رہے تھے بلکہ اسے عرب اپنے ساتھ لائے تھے۔" (ملخص تشکیل ص۲۳۴)

پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

"عربی کتابوں کے سینکڑوں تراجم یورپ کی برباد زمین پر بارش بن کر برسے اور مختلف شعبہائے علم نے انگڑائی لی۔"

(میراث ص۳۵۱)

لیبان کا قول ہے:

"یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی۔ یورپ میں عربوں کے علوم سپین، سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے۔ اگر عربوں کا نام یورپ کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی حیاتِ ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی ہے۔" (تمدن عرب ص۵۱۳)

ایس۔ پی۔ سکاٹ کا ارشاد ہے۔

"فریڈرک دوم نے مسلمانوں کے سارے علوم یورپ میں پھیلائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو ممالک اس کے زیرِ نگیں نہیں تھے۔ ان میں بھی علمی تحریک پیدا ہوگئی ۔۔۔۔ اور وہ یورپ جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا، ابنِ رشد کے فلسفہ، ابن بیطار کے علم نباتات، ابو القاسم کے علمِ جراحی، ابن العوام کے علمِ زراعت اور ابن الخطیب کے علمِ تاریخ سے آشنا

ہو گیا . . . . یہ حقیقت ہے۔ کہ عصرِ رواں کی تمام ایجادات
برکات عربوں ہی کی طفیل ہیں ؟ (ملخص)

(اخبار الاندلس ترجمہ ہسٹری آف دی مورش امپائر

(ج ۲۔ ص ۵۸ و ۱۰۵)
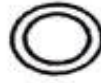
چھٹا باب

ماضی، حال اور مستقبل

آپ اپنے تابدار و عظیم ماضی کی داستان پڑھ چکے ہیں۔ حال آپ کے سامنے ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے۔ کہ مسلمان جہاں بھی ہیں۔ خواہ وہ آزاد ہیں یا غلام، علم میں پس ماندہ، اقتصادی لحاظ سے محتاج اور اخلاقی حیثیت سے کئی امراض میں مبتلا ہیں، سوال یہ ہے۔ کہ جو مسلمان ساری کائنات کو علوم و فنون، اخلاق، تہذیب اور تمدّن کا درس دے رہا تھا۔ اسے یکایک کیا ہوگیا۔ کہ اس کے اعضا شل، حوصلے سرد اور دماغی قوٰا مفلوج ہو گئے۔ اس سوال کا کوئی اطمینان بخش جواب آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ میرا تجزیہ ہے:-

اوّل۔ اسلام نے پہلی چھ صدیوں میں بڑے بڑے علما و حکما پیدا کیے تھے۔ انھوں نے نہ صرف یونانیوں کی میراث اخلاف کو دی تھی، بلکہ طبع زاد تصانیف کے بھی انبار لگا دیئے تھے۔ علم کے یہ دریا وادیٔ حیات میں ہر چہار سُو رواں تھے کہ دنیائے اسلام پہ تاتاری آگ بن کر برسے اور ہر خشک و تر کو جلا گئے! انہوں نے ہماری سلطنت کو ختم کر دیا۔ کتابیں جلا دیں اور تقریباً تمام علما کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ جن بچوں کا اُستاد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کی ناتھ سے کتابیں چھین لی جائیں۔ وُہ جاہل بن جائیں گے۔ اگر کوئی کسر رہ گئی تھی۔ تو وُہ ایزا ابلا، فرڈیناں، صلیبی عیسائیوں اور پادریوں نے پوری کر دی۔ ان لوگوں نے قرطبہ

غرناطہ، طلیطلہ، اشبیلیہ، تونس اور دیگر مقامات پر ہماری تقریباً ساٹھ لاکھ کتابیں جلا دیں۔ اور علمائے کرام کو قتل کر دیا۔ چند سو سال بعد جب اسلامی ممالک پر مغربی اقوام کا تسلط ہو گیا۔ تو یہ لوگ ایک خاص سازش کے تحت ہماری بچی کھچی کتابیں اپنے ہاں لے گئے۔ آج ہمارے اسلاف کی باقی ماندہ کتابیں لیڈن، لندن، پیرس، برن اور اسکوریل میں تو موجود ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں بہت کم ملتی ہیں۔

دوم :- جونہی ہم خوارزمی، سینا، جابر بن حیان اور الکندی جیسے علماء کی تصانیف اور اُن کے تلامذہ کے فیض سے محروم ہو گئے۔ تو ہمارا تصوّرِ علم مسخ ہو گیا۔ ہم فقہ، ادب، شعر، نحو، حدیث اور تفسیر ہی کو علم سمجھنے لگے اور تسخیرِ عناصر کا آئیڈیل نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم اس حقیقت سے غافل ہو گئے۔ کہ زندگی روح و جسم ہر دو کا نام ہے۔ اسلام دونوں کی تربیت کرتا اور دنیا و آخرت ہر دو پہ نظر رکھتا ہے۔ مسلمان کی تمام تر توجہ دنیائے دِل کی طرف مبذول ہو گئی اور وہ کائناتِ ارضی کے تمام انعامات سے محروم ہو گیا۔

سوم : گو الکیمیا، الجبرا اور ٹکنالوجی کے مُوجد ہم تھے۔ لیکن تدریس و تبلیغ کو ہم ایک تحریک نہ بنا سکے۔ ہم نے اصلاحِ اخلاق اور درسِ قرآن پر تو بے شمار وعظ کیے۔ لیکن حصولِ طبعیات اور تسخیرِ کائنات پر ایک جملہ تک نہ کہا۔ پھر سائنس اور ٹکنالوجی میں رابطہ نہ قائم رکھ سکے۔ جابر بن حیان کے بعد سائنس زبانی زبانی پڑھاتے رہے۔ اور تجربات کے لیے کوئی تجربہ گاہ قائم نہ کی۔

چھارم : گو ہمارے سلاطین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ لیکن ہارون، مامون، عبدالرحمان، الحکم، نُوح بن منصور سامانی، ملِک شاہ اور سَنجر کے سوا باقی کسی اور نے علم کی طرف توجہ ہی نہ دی۔ اگر دی بھی تو صرف شعر و موسیقی کی طرف نتیجہ یہ کہ اہلِ قلم فکرِ معاش میں اُلجھ گئے۔ اور تصنیف و تخلیق کے لیے وقت

نہ نکال سکے۔

ایک زمانہ تھا۔ کہ تمام دنیا یونان کے گُن گاتی تھی۔ اس کے بعد ایک ہزار سال تک شرق و غرب پہ ہم مُسلط رہے۔ دنیا ہماری نقل اتارتی ہماری زبان بولتی، ہمارا لباس پہنتی اور ہمارے علوم پڑھتی رہی۔ آج حسنک: تر پر غرب کا علم لہرا رہا ہے۔ ہر طرف مغربی تہذیب کا چرچا ہے۔ چین، جاپان، ملایا برما، جزائر شرق الہند، بھارت، پاکستان، ایران، افریقہ اور تمام عربی ممالک کے طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ یا ریاست ہائے متّحدہ امریکہ میں جاتے ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے ہر طالب العلم کو علم کی خاطر انگریزی، فرانسیسی یا جرمن زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ کل دنیا کی قیادت ہمارے پاس تھی۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی پتہ تک نہیں ہلتا تھا۔ اور یورپ کے بڑے بڑے فرمانروا ہمارے باجگزار تھے۔ لیکن آج دنیا کی سیادت یورپ کے پاس ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ صورتِ حال ہمیشہ یونہی رہے گی؟ جواب ہے، غالباً نہیں، قوموں کی طرح تہذیبوں کی بھی خاص عمر ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک قوم کی تہذیب اس کے زوال کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال مِصر، بابل اور یونان ہیں۔ کہ جونہی ان اقوام کا سیاسی زوال ہوا۔ ان کی تہذیبیں دم توڑ گئیں۔ اور کبھی کبھی بعد از زوال بھی باقی رہتی ہے۔ مثلاً بھارت جو بارہ سو سال تک محکوم رہنے کے باوجود اپنی تہذیب سے چمٹا رہا۔ یہی حالت اِسلامی تہذیب کی ہے۔ کہ مسلسل مار کھانے کے بعد بھی زندہ ہے۔ اور اب حیاتِ ثانیہ کا خواب دیکھ رہی ہے۔

غربی تہذیب کا مُستقبل

تہذیبِ مغربیہ کے چند روشن پہلو بھی ہیں۔ مثلاً اہلِ یورپ کا بے پناہ علم،

ذوقِ تجسس، محنت، اپنانے وطن سے محبت، آزادی سے الفت، تسخیرِ کائنات کا جنون، صفائی، چک، شوقِ تعمیر، بلندیٔ ہمت، جرأت، استقلال، جفا طلبی شجاعت وغیرہ۔ لیکن کچھ خرابیاں بھی ہیں۔ جو اس تہذیب کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔

اوّل: تمیزِ رنگ و نسب، جو اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ آج سے ایک سال پہلے ایک سرخ حبشی کو امریکہ کی ایک درس گاہ میں داخل کرانے کے لیے فوج بلانی پڑی۔ امریکہ کے صدر کینیڈی کو دسمبر ۱۹۶۳ء میں ٹیکساز کے اوزوالڈ نے محض اس لیے گولی مار دی۔ کہ وہ مساواتِ انسانی کا قائل تھا۔ لندن میں کئے دن اسی بنا پر پاکستانیوں اور افریقیوں پر حملے ہوتے رہتے ہیں۔ یہی حال فرانس اور سپین کا ہے۔ جنوبی افریقہ اور روڈیشیا میں گوروں کی حکومت ہے۔ اور یہ لوگ اہلِ افریقہ کے لیے وبالِ جان بنے ہوئے ہیں۔ جنوبی افریقہ کو برطانیہ نے کامن ویلتھ سے نکالا۔ اقوامِ متحدہ نے متفقہ قرارداد ملامت پاس کی۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بھارت کی طرح نسل کشی کی راہ پر بدستور رواں ہے۔ بھارت مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے اور وہ افریقیوں کو۔

ابنِ آدم کی یہ توہین نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کی مخلوق کو۔ بے گناہوں کا لہو انتقامِ فطرت کو آواز دے رہا ہے۔ اور ایک نہ ایک دن یہ فریاد سُنی جائے گی۔

دوم:۔ مغربی تہذیب کی دوسری خرابی توہینِ عورت ہے۔ ان لوگوں نے عورت کو خواہ وہ ماں ہو یا بیٹی، جنسِ بازار بنا رکھا ہے۔ آج وہاں پاک دامانی و عصمت کا کوئی تصوّر باقی نہیں رہا۔ غیرت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اگر کسی گھر میں کوئی باغیرت موجود ہے۔ تو اس کا کام بیوی کی بے راہ روی اور بیٹی کی آوارہ گردی

پر کھٹا ہے وبس۔ لڑکی آج شام جیک کے ساتھ جا رہی ہے۔ کل جل کے ساتھ اور پرسوں جم کے ساتھ ہوگی۔

یورپ میں ایک نوجوان کو شام گذارنے کے لیے عموماً اشیائے ذیل کی ضرورت پڑتی ہے۔

اوّل : شراب کی بوتل۔ قیمت ستر روپے
دوم : نمکین اشیا، سوڈا وغیرہ ۔ دس روپے
سوم : ٹیکسی بیس روپے
چہارم : سینما دس روپے
پنجم : سگرٹ پانچ روپے
ششم : ہوٹل میں رات کا کھانا ۔ چالیس روپے
ہفتم : مشاغل شب سے فارغ
ہونے کے بعد تحائف یا نقد پچاس روپے

میزان : دو سو ساٹھ روپے

کیا اتنی رقم ہر نوجوان روزانہ کما سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، کیا وہ ان اشیا کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟ گناہ میں بڑی لذّت ہوتی ہے۔ اس لذّت کی خاطر وہ یہ رقم یا تو کسی سے ادھار لے گا، یا ڈاکہ ڈالے گا اور اگر بے ہمت ہے۔ تو چند روز کے بعد خودکشی کرے گا۔

یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ میں خودکشی اور بینک لوٹنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ "پاکستان ٹائمز" مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء میں یہ خبر درج تھی۔ کہ ریاستہائے متحدہ جیسے خوشحال ملک میں یکم جنوری سے یکم نومبر ۱۹۶۳ء تک دس لاکھ افراد نے خودکشی کی۔ کیوں؟ بھوک کی وجہ سے؟ امریکہ میں بھوک کہاں؟ اس کی وجہ

یا تو جذبۂ رقابت ہو سکتا ہے۔ اور یا اسباب عیش کی نایابی۔

فحش کاری کو یا تو حکومت روک سکتی ہے۔ اور یا رائے عامہ۔ جس ملک میں یہ دونوں بندشیں موجود نہ ہوں۔ وہاں مرد و زن کا اختلاط بڑھتا جاتا ہے۔ اور آخر کار ساری قوم اِس دلدل میں ڈوب کر دُنیا و ما فیہا سے غافل ہو جاتی ہے۔ رنیرو کی قوم، ہندوستان کے مغلوں، بغداد کے آخری عباسیوں، کیانیوں، ساسانیوں اور بابلیوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکا ہے۔ اور اگر یورپ نہ سنبھلا تو اس کا حشر بھی وہی ہو گا۔

جنسی آلودگی انسان کو ناکارہ، بے ہمت اور تسابل پسند بنا دیتی ہے۔ وُہ زندگی کے حادثوں کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور بالآخر ایک طاقتور دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔

سوم : یورپی تہذیب کی تیسری خرابی "حیوانیت" ہے۔ حیوانیت سے مراد روحانی تقاضوں سے غافل ہو کر جسمانی لذتوں کے پیچھے بھاگنا ہے۔ انسان جسم و روح ہر دو کا مجموعہ ہے۔ جسم فانی ہے۔ اور روح ازلی و سرمدی، ہر جسمانی لذت کے ساتھ ایک دُکھ وابستہ ہے، لیکن رُوح کی لذتیں الَم سے نا آشنا ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک پادری شام تک دس آدمیوں سے سگرٹ اور شراب چھڑا کر گھر آتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک نوجوان شراب کے دس گلاس پی کر بکواس کرتا پھرتا ہے۔ فرمائیے کس کی لذت عمیق و پائدار ہے؟ ایک شخص دو روپے کما کر ایک روپیہ کسی اپاہج یا اندھے کو دے آتا ہے۔ اور دوسرا کسی راہ رو سے دس روپے چھین لاتا ہے۔ کہیئے اِن میں سے خوش کون ہے؟ رُوح کو عمدہ موسیقی، خوبصورت نظاروں، بہاروں اور ادب پاروں سے بھی لذت ملتی ہے۔ لیکن یہ لذت پائدار نہیں۔ عمیق اور مستقل لذت عبادت میں ہے، عبادت رُوح کو خدائے کائنات سے

ہم کلام اور نوریان عرش کا ہم عناں بنا دیتی ہے۔ یہ رُوح کی قوت، زینت، عظمت اور زندگی ہے۔ یورپ اِس لحاظ سے بدنصیب ہے۔ کہ وُہ قوت کے اس عظیم سرمائے سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ کہ جس جسمانی قوت کے ساتھ روحانی طاقت شامل نہ ہو۔ وُہ ناکارہ ہو جاتی ہے۔

چہارم: یورپ کی چوتھی خرابی استعمار یعنی ایشیا کے ممالک میں لُوٹ مار کرنا اور انہیں کمزور رکھنا ہے۔ یورپ نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اول ایشیا و افریقہ۔ ان کا فرض اہلِ یورپ کے لیے غلّہ پیدا کرنا اور ان کی مشینوں کے لیے خام مال مثلاً کپاس، چمڑا، پٹ سن، ربڑ وغیرہ بہم پہنچانا ہے۔ دوم یورپ و امریکہ جن کا کام موٹریں اور فولادی مصنوعات ایشیا و افریقہ میں فروخت کرنا ہے۔ ایشیائی و افریقی اپنی پیداوار میں جتنا اضافہ کرتے ہیں۔ اہلِ یورپ موٹر یا ٹریکٹر کی قیمت اتنی ہی بڑھا دیتے ہیں۔ اگر ۱۹۳۲ء میں ایک زمیندار ہزار من گندم دے کر ایک موٹر خرید سکتا تھا۔ تو آج اُسے ایک موٹر کے لیے پانچ ہزار من غلّہ دینا پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ زرعی اقوام اپنی پیداوار میں کتنا ہی اضافہ کریں۔ وہ غریب تر ہوتی جائیں گی اور یورپ زیادہ امیر بنتا جائے گا۔ اس لُوٹ کھسوٹ کا انسداد ایک ہی طریقے سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایشیا و افریقہ کے تمام ممالک اپنے ہاں بھاری صنعتیں لگا کر اپنے خام مال کو گھر ہی میں استعمال کریں، لیکن اس میں یورپ کی موت ہے۔ اس لیے یورپ ایشیا میں بھاری صنعت کو روکنے کے لیے ہر قدم اٹھائے گا۔ خواہ وہ جنگ ہی کیوں نہ ہو۔ آج ایشیا کی اقوام جاگ اُٹھی ہیں اور اپنے ہاں بھاری صنعتیں لگانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گئیں۔ تو یورپ میں غذا و مالِ خام کی قلت ہو جائے گی۔ اس کی صنعتوں کو نقصان پہنچے گا۔ آسودہ حالی رخصت ہو جائے گی۔ اُس کے اوقاتِ فرصت کم

ہو جائیں گے۔ اسے علمی و ادبی تحقیقات کے لیے وقت نہیں ملے گا۔ اور یہ ہوگی یورپ کی رجعتِ قہقہری۔ یعنی دورِ جہالت کی طرف واپسی۔

پنجم: وطنیت۔ اللہ نے انسان کو ایک باپ کی پُشت سے پیدا کیا تھا ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم اس اُخوّت کو قائم رکھتے۔ لیکن جونہی انسانی قیادت یورپ کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے انسان کو برطانیہ، فرانس، جرمنی، ایران اور افغانستان میں بانٹ دیا۔ اور اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انسان انسان کا بَیری بن گیا۔ انسانوں کو متحد رکھنے کے لیے مذہب محکم ترین رشتہ تھا جسے یورپ نے ترک کر دیا۔ جغرافیائی اور لسانی بنیادوں پہ قومیت کی تعمیریں اٹھائیں۔ اور پھر ہر قوم دوسری کی تخریب و تباہی کے منصوبے سوچنے لگی۔ صرف بیس برس کی قلیل مدّت میں دو تباہ کُن جنگیں ہو چکی ہیں۔ پہلی جنگ (۱۹۱۴۔ ۱۹۱۸) میں چھ کروڑ انسان زخمی یا ہلاک ہوئے تھے اور دوسری (۱۹۳۹۔ ۱۹۴۵) میں بارہ کروڑ۔

وطنیت، انسان کو خود غرض، تنگ نظر اور متعصّب بناتی اور انسانیت کے مقامِ بلند سے اٹھا کر فرقہ بندی کے جہنم میں پھینک دیتی ہے۔ یہ تصوّر کس قدر ہولناک ہے۔ کہ ایک برطانوی کسی جرمن، اطالوی یا فرانسیسی کا بھلا سوچ ہی نہیں سکتا۔ انسانیت کی یہ منزل بہیمیت و بربریت کے زیادہ قریب ہے۔ بیشک آج یورپ کے پاس علم کے لامحدود خزائن ہیں۔ لیکن اُس کا علم تن پروری عیاشی اور دوسروں کی تباہی پہ صرف ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی تک انسانیتِ کُبریٰ دنیائے دل، عشق، اُلوہیت، انسان کی آقائی و خدائی کے متعلق سوچا ہی نہیں۔ اس نے علم کو ارتقائے انسانیت کے لیے استعمال ہی نہیں کیا۔ اور اب ایک ایسی جنگ کی علامات نمودار ہو رہی ہیں۔ جو یورپ کی تہذیب کو جلا کر راکھ دے گی۔ اور ممکن ہے۔ کہ کرۂ زمین سے زندگی ہی کو ختم کر دے۔

یہ درست ہے۔ کہ اسلام بھی تقسیم انسانیت کا قائل ہے۔ لیکن وہ انسانیت کو صرف دو گروہوں میں بانٹتا ہے۔ اول۔ مومن۔ جو الہامی ہدایات پہ عامل ہوں، دوم۔ کافر جو خدا کے باغی اور اقدارِ سماویہ کے منکر ہوں، یہ کافر برائے نام مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اِسلام خدائی نظام کا نام ہے۔ اور اس کا طرزِ عمل بالکل واضح ہے۔ وُہ ہر نیک انسان کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وُہ کالا ہو یا گورا ایرانی ہو یا تورانی، ہندی ہو یا چینی اور ہر بدکار کے خلاف لڑتا ہے۔ خواہ وہ اسلام کا نام لیوا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضور صلعم نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی نمازِ جنازہ مدینہ میں پڑھی تھی۔ اور مشرقی رومہ کے شہنشاہ ہرقل کو لکھا تھا۔ کہ :-

"آؤ ہم اور تم اُن احکام پہ مِل کر عمل کریں۔ جو قرآن و تورات میں مشترک ہیں"

اسلام کا مقصد وحدتِ آدم تھا۔ اور یہ خط اس حقیقت پہ شاہد ہے۔ ہمارے بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ نجاشی نے اِسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن واقعات اس روایت کی تائید نہیں کرتے۔ نجاشی ایک بادشاہ تھا۔ اگر وہ مسلمان ہو جاتا۔ تو ہمارے تمام مؤرخین اس واقعہ کو وضاحت سے بیان کرتے۔ پھر اُس کے اسلام کا کچھ نہ کچھ اثر اس کے اپنے گھر پر بھی پڑتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ نجاشی کے گھرانے میں کسی اور مسلمان کا سُراغ نہیں ملتا۔ اس کے تمام جانشین عیسائی تھے۔ اور حبشہ کا موجودہ فرمانروا ہیل ثلاثی بھی عیسائی ہے۔

ششم - شراب حیاتِ مغرب کا جزو بن چکی ہے۔ اس کے مفاسد سے کون آگاہ نہیں۔ یہ صحت کو بگاڑتی، حیوانی جذبات کو ابھارتی، بدکاری کی

ترغیب دیتی اور حلال وحرام کے تمام امتیازات کو ختم کر دیتی ہے۔ ایک شرابی کی کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ تمام حرم گر جائیں۔ جن میں حُسن مستور ہے۔ اور تمام مُعاشرہ اس قدر بے حیا اور بے غیرت بن جائے۔ کہ اُس کا دستِ گستاخ ہر حسینہ کے دامنِ عصمت تک پہنچ سکے۔ مذہبی قیود یک طرف، صرف سماجی نقطۂ نگاہ سے دیکھیئے۔ کہ کیا یہ صُورتِ حال گوارا ہو سکتی ہے:

۱۔ کہ زید گھر میں آئے اور اس کی بیوی بکر کے ساتھ ہم بستر ہو۔

۲۔ یا اس کی بیٹی کو کوئی شرابی استعمال کر رہا ہو۔

۳۔ یا اس کی بہن کسی رہگذر سے آنکھیں لڑا رہی ہو۔ عورت کی عظمت، عصمت، مستوری اور عِفت میں ہے۔ وُہ ان صفات سے محروم ہو جائے۔ تو قحبہ اور فاحشہ کہلاتی ہے۔ شُرفا اس پہ تھوکتے اور لعنت بھیجتے ہیں۔ شرابی کی کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ مذہب و معاشرہ کی یہ تمام قیود ختم ہو جائیں۔ اور تمام مستورات قحبہ بن جائیں۔ تاکہ وہ ہر پھُول کو توڑ سکے اور ہر گھاٹ سے پانی پی سکے۔

اس حقیقت پہ دنیائے انسانی کی طویل تاریخ شاہد ہے۔ کہ ہر قوم کا زوال اُس کے شرابیوں، عیاشوں اور بدکاروں کی وجہ سے ہُوا تھا۔ یہ عیاش لوگ، جفاکشی، استقلال، ثبات، صبر، ایثار، جانبازی، محنت اور سرفروشی جیسی صفات سے محروم ہو کر پٹتے اور ساری قوم کا بیڑہ ڈبو دیتے ہیں۔

شراب تہذیبِ مغرب کا جزوِ اعظم ہے۔ یورپ اب تک اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے زندہ تھا۔ اب یہ خوبیاں کم ہو رہی ہیں۔ اگر یورپ نے سنبھالا نہ لیا۔ تو دیر و زُود اس کی شان و شوکت کا جنازہ نکل جائے گا۔

هفتم: مذہب کیا ہے؟ یہ وُہ راستہ ہے۔ جو انسان کے لیئے خالقِ کائنات نے تجویز کیا ہے۔ اِس راستے پہ چل کر انسان مندرجۂ ذیل فوائد اٹھاتا ہے۔

۱۔ وُہ اپنی زندگی کو خدا و خلقِ خدا کے لیے وقف کر دیتا ہے اور قدم بہ قدم انسانیتِ عظمیٰ کی منزل تک جا پہنچتا ہے۔

۲۔ وُہ تمام اخلاقی و روحانی امراض مثلاً خود غرضی، حرص، حسد، رقابت جنسی آلودگی، بددیانتی۔ کذب و فریب وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ وُہ عدل و احسان کو شعارِ زندگی بنا لیتا ہے۔

۴۔ قوّت کے مآخذ دو ہی تو ہیں۔ کائنات اور ربِ کائنات۔ وُہ دونوں مآخذ سے قوت حاصل کرتا ہے۔ تسخیرِ کائنات کے لیے علم اور صیدِ یزداں کے لیے عشق سے کام لیتا ہے۔ عشق یعنی عبادت انسانی شخصیت کے لیے سنگھار، نُور، لوچ اور زندگی ہے اور اسی سے دلوں کو سکون و قرار ملتا ہے۔

یورپ نے مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس سیاست میں مذہب نہ ہو وہ درندگی و راہ زنی بن جاتی ہے۔ گزشتہ دو سو برس میں یورپ کی مختلف اقوام نے ایشیا و افریقہ میں حکومتیں قائم کیں۔ لیکن وُہ کہیں بھی ایک سو برس سے زیادہ نہ ٹھہر سکیں۔ محکوم اقوام نے اُن کی لوٹ مار، درندگی، بے حیائی، ناانصافی، کذب و فریب اور تشدّد کے خلاف وُہ طوفان اٹھایا۔ کہ یہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگیں اور اپنے گھروں میں جا دَم لیا۔ آج برطانیہ فرانس، اٹلی، بلجیم اور ہالینڈ اپنی تمام نو آبادیات سے نکل گئے ہیں۔ اور کروڑوں انسانوں نے چین کا سانس لیا ہے۔

کسی وقت اسلام نے بھی نو آبادیات قائم کی تھیں۔ ہم عرب سے نکل کر جنوب میں ملتان، شمال میں بحیرۂ اسود، مشرق میں چینی ترکستان اور مغرب میں مراکش اور سپین تک جا پہنچے تھے۔ ہم سپین میں آٹھ سو برس رہے۔ ہند پر ہزار سال حکومت کی۔ اور عراق، شام، فلسطین، ایشیائے خورد، ایران، افغانستان

مصر، لیبیا، تونس، الجیریا اور مراکش بدستور ہمارے قبضے میں ہیں۔ ان ممالک کے باشندوں نے ہماری حکومت کو، جس کی بنا عدل و احسان اور علم و عشق پر رکھی گئی تھی۔ اور جس کا مقصد انسان کا رابطہ اللہ سے قائم کرنا تھا۔ اس قدر پسند کیا، کہ انہوں نے ہماری تہذیب و مذہب تک کو اپنا لیا اور اس طرح من و تو کا اِمتیاز مِٹ گیا۔ انگریز اپنے تمام علوم و فنون اور ایجادات و صنائع کے باوجود ہندوستان میں ایک سو سال سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ اور دوسری طرف ہمارا پرچم ایشیا و افریقہ کے بڑے بڑے خطوں پر چودہ سو برس سے لہرا رہا ہے۔ یہ برکت ہے صرف مذہب کی۔ جس نے عدل و احسان، خدمتِ خلق، انکسار قناعت، درویشی، علم نوازی اور تحقیق و تجسس کو ہماری زندگی کا جزو بنا دیا تھا۔ اور ہم دوسرے ممالک میں لوٹ کھسوٹ کے لیے نہیں، بلکہ صرف خدمت و راہنمائی کے لیے جاتے تھے۔

اِسلام کا مُستقبل

تہذیب کیا ہے؟ اس سوال کے بے شمار جوابات ہمارے سامنے ہیں۔ کِسی نے موسیقی و مصوّری کو تہذیب سمجھا۔ کِسی نے بُت تراشی و بُت پرستی کو اور کِسی نے رقص و بادہ کو۔ لیکن اِسلام کا تصوّرِ تہذیب سب سے جُدا گانہ ہے۔ لفظِ "تہذیب" کے معنی ہیں "سجانا۔ آراستہ کرنا اور حسین بنانا"۔ ہمارے ہاں ہر وہ تصوّر اور عمل جزوِ تہذیب ہے۔ جو ہماری شخصیت کو حسین اور ہمارے تمدّن کو عظیم بنائے۔ نیز ہماری دنیا و آخرت ہر دو کو سنوارے۔ ہماری تہذیب کے اجزا دو ہی ہیں۔ عِلم اور عشق۔ علم سے مُراد ہے:۔

۱۔ علمِ کائنات، تاکہ ہم فولاد، سٹیم، بجلی اور ایٹمی قوت سے مسلح ہو کر شیاطین کا مقابلہ کر سکیں۔ اور کرۂ ارض کو امن و سکون کا گہوارہ بنائیں۔

۲۔ علمِ تاریخ، تاکہ اُن اسباب و عِلَل کو سمجھ سکیں، جو اقوامِ ماضیہ کے زوال کا باعث بنیں۔

۳۔ شعر و ادب، جغرافیہ، معاشیات، ریاضیات، قانون، فلسفہ، زراعت، تعمیرات، لسانیات، اَخلاق، سیاست، افلاک، بحار و جبال وغیرہ کا علم، تاکہ کسی پہلو میں لاعلمی ہماری پس ماندگی کا سبب نہ بن جائے۔

۴۔ خدا و مخلوق کے حقوق کا عِلم تاکہ معاشرہ میں اَبتری نہ پھیل جائے۔

رہا عشق۔ تو اس کے عناصر ترکیبی دو ہیں۔ اوّل پاکیزگیٔ اخلاق، یعنی راست بازی، دیانت داری، عِفّت، انکسار، تواضع، حِلم، میٹھی گفتگو، ہر فرد کا احترام، احسان، انفاق، ایثار، خدمتِ خلق اور ہر گناہ سے اجتناب۔

دوم۔ اللہ کی عبادت، اس سے شخصیت میں مقناطیسیت، پیشانی میں چمک، آنکھوں میں نور اور دِل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ کائنات کی تمام مخفی طاقتیں جو پھولوں میں رنگ، پھلوں میں رَس، بہاروں میں حُسن، گھٹاؤں میں مستی اور انجم میں نور بھرتی ہیں۔ مُطیع و مُعاوِن بن جاتی ہیں۔ دماغ کا تعلق دنیائے اثیر سے قائم ہو جاتا ہے۔ اور وہاں سے سکون و قرار کی شبنم خیابان دل پر مسلسل برستی رہتی ہے۔ عبادت انسانی شخصیت کا سب سے بڑا سنگھار ہے۔ کس قدر حسین ہیں۔ وہ لوگ جو ہر روز کئی بار آستانِ ذُو الجلال پر حاضر ہو کر اس کے قدموں پہ سر جُھکاتے ہیں۔ اور جب وہ سر اٹھاتے ہیں۔ تو تمام کائنات کو اپنے سامنے سر بسجُود پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی کے مفہوم و منزل کو پا گئے ہیں۔ اور اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ کہ کاروانِ حیات کا رخ قبر کی پستیوں کی طرف نہیں بلکہ عرشی بلندیوں کی

طرف ہے۔ قطرے کا کمال یہ ہے کہ وہ سمندر میں گر کر سمندر بن جائے۔ اور انسان کا کمال یہ کہ وہ منزل بہ منزل یزداں تک پہنچ جائے۔

وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (قرآن)

(اے انسان تیری آخری منزل اللہ ہے)

دنیا کے مختلف گروہوں پہ نظر ڈالو، کوئی زر و زن کے پیچھے ہلکان ہو رہا ہے۔ کوئی شراب و رقص پہ مر رہا ہے، کسی کی نظر انڈونیشیا کے ربڑ پر ہے۔ اور کسی کی ایران و عرب کے تیل پر۔ لیکن مسلمان کا کعبہ صرف ایک ہے۔ یعنی اللہ یہ علم کے زور سے کائنات کو مسخر کرتا اور کمندِ عشق جبریل و یزداں پہ پھینکتا ہے۔ یہی اس کی زندگی، خودی اور تہذیب ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

آج انسان ظواہر کے پردے ہٹا کر باطن کی طرف جا رہا ہے اور وہ دن دُور نہیں، جب وہ زندگی کی حقیقت اور منزل ہر دو کو پالے گا۔ اور اُس پر یہ بات کھل جائے گی، کہ عشق شباب زندگی ہے اور یہ رقص و شراب عذاب زندگی

گزشتہ ایک سو سال ہماری تاریخ کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ اس عرصے میں یورپ کی مختلف اقوام اسلامی ممالک پہ چھا گئیں اور مسلمانوں کو مفلس، اوباش اور جاہل بنا دیا۔ ان ممالک میں ریلوں اور سڑکوں کا جال بچھا کر ساری دولت گھر لے گئیں، رؤسا اور حکامِ اعلیٰ سے مذہب چھین کر انہیں شراب و رقص کا عادی بنا دیا۔

[illegible] ہیں آئے تھی۔ ادھر

[illegible] ہم پتلون پہنے منہ بگاڑ کر انگریزی بولنے، شراب

پینے لگے۔ یہ صورتِ حال اکثر اسلامی ممالک میں آج

[illegible] مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔ یورپ کی عُریاں،

[illegible] کے خلاف نفرت ہمہ گیر ہے۔ آج سے چار ماہ پہلے

[illegible] ایک حکم کے رُو سے اپنے وسیع ملک میں رقص بند کر

[illegible] شاعر اور مفکر اس لعنت کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

[illegible] قوی تر ہوتی جا رہی ہے۔ شمالی افریقہ کی اسلامی

[illegible] کی حد تک آزاد ہو چکی ہیں، ترک چالیس برس تک مذہب

[illegible] اب پھر دائی بہ اسلام ہو رہے ہیں، عراق، شام اور جارڈن

[illegible] اس لیے وہ بدستور مغربی اثرات کی گرفت میں ہیں لیکن

[illegible] مسلمانوں کو بالآخر رب کعبہ کے سامنے سر جھکانا ہی پڑے گا۔

[illegible] کو آب و تاب دینے کی ذمہ داری سب سے زیادہ پاکستان

[illegible] ہے، کیونکہ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اور ہم نے

[illegible] اسی مقصد کے لیے حاصل کیا تھا۔ گو یہاں یورپ زدہ لوگوں کی خاصی تعداد

[illegible] حرام و حلال کے تمام امتیازات سے دراتر ہے۔ لیکن یہ دَورِ عبوری

[illegible] علم و فکر کی وہ کثرت ہے۔ مبلغین و مفسرین کا وہ ہجوم ہے۔ اخبارات و

[illegible] تصانیف اس رفتار سے نکل رہی ہیں۔

[illegible] اور مساجد اس تیزی سے آباد ہو رہی ہیں۔

[illegible] میخانے اُجڑ جائیں گے، شبستانوں

کی شمعیں بجھ جائیں گی اور اسلامی تہذیب علم و عشق کی مشعلیں ہاتھ میں لیے یوں ابھرے گی، کہ ساری کائنات میں اجالا ہو جائے گا۔

یورپ کے پاس بے شک علومِ طبیعی موجود ہیں۔ لیکن وہ دولتِ عشق سے نا آشنا ہے۔ اور علم و سیاست کی کوئی منزلِ عشق کا بدل نہیں بن سکتی۔ یورپ کو اپنی تہذیب کے کھوکھلے پن اور بے جان ہونے کا شدید احساس ہو چکا ہے۔ یہ اپنے نوجوانوں کی خرمستیوں، رنگ و نسل کے جھگڑوں، خواتین کی گمراہیوں اور فراوانیٔ دولت کے نتائج سے گھبرا اٹھا ہے۔ اور راہِ فرار تلاش کر رہا ہے۔ یورپ کو صرف ایک تہذیب بچا سکتی ہے۔ اور وہ ہے اسلام کی عظیم، توانا، صحت مند اور طاقت ور تہذیب۔ اور میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ بالآخر یورپ کو یہ کرنا ہی پڑے گا۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ کہ جس تہذیب کے پیچھے مادی قوت نہ ہو۔ وہ دنیا پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس اسلامی ممالک کو فوراً یہ قدم اٹھانے چاہئیں۔

اوّل : سائنسی علوم کے فروغ کے لیے ہر ممکن کوشش۔

دوم : بھاری صنعتوں کا قیام۔ جب تک اسلامی ممالک میں فولاد کے بڑے بڑے مِل اور موٹریں، توپیں وغیرہ ڈھالنے کے کارخانے نہیں ہوں گے ہم ہمیشہ یورپ کے محتاج رہیں گے۔

سوم - درسگاہوں میں ایسی کتابوں کی تدریس جو انسان کا رابطہ کائنات کے عظیم ترین مخزنِ توانائی یعنی اللہ سے قائم کریں۔

چہارم - اہلِ قلم کی سرپرستی کہ وہ فکرِ معاش سے بے نیاز ہو کر تخلیقِ علم کر سکیں۔

پنجم : قیامِ صلوٰۃ

ہمارے حضور صلعم نے ہمیں بشارت دی تھی۔ کہ آخری زمانے میں تمام دنیا

اسلام قبول کرے گی۔ اور یہ دَور چالیس سال تک رہے گا۔ غالباً اِس پیش گوئی کے ظہور کا وقت قریب آ رہا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں روئے زمین پر ایک بھی اِسلامی سلطنت موجود نہیں تھی۔ اور آج تیس سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ہر ملک روایاتِ ماضی کو زندہ کرنے اور ترقی کی دوڑ میں آگے نکلنے کے لیے بے قرار ہے۔ اور یہ علامات ایک روشن مستقبل کی غماز ہیں۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اُس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیّل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خُودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

◎

مآخذ

۱۔ طبقات	ابنِ سعد
۲۔ وَفیاتُ الاَعیان	ابنِ خَلِّکان
۳۔ تاریخُ الحکما	اَلقِفطی
۴۔ مُعجمِ الاُدباء	یاقوت حموی
۵۔ مُعجمِ البلدان	
۶۔ کتابُ الخِطَط والآثار	مَقریزی
۷۔ اَلفَخری	ابنُ الطِّقطقی
۸۔ کتابُ السُّلوک	اَلمَقری
۹۔ نَفحُ الطیب	
۱۰۔ رِحلۃ	ابنِ جُبَیر
۱۱۔ کتاب المسالک والممالک	اِبنِ حَوقَل
۱۲۔ تاریخِ کبیر	اِبنِ عساکر
۱۳۔ معالِمُ الایمان	ابنِ ناجی
۱۴۔ طبقات الشافعیہ	سُبکی
۱۵۔ عُیونُ الانباء فی طبقاتِ الاطِبّاءِ	ابنِ ابی اُصَیبِعہ
۱۶۔ تذکرۃُ الاولیا	عطّار
۱۷۔ طبقات سلاطینِ اِسلام	عبّاس اقبال
۱۸۔ المامون	علّامہ شبلی
۱۹۔ تاریخ صقلیہ	سیّد ریاست علی ندوی
۲۰۔ اخبارُ الاُندلس	منشی خلیلُ الرحمان

٢١ - تہذیبِ اسلامی — محمد مارماڈیوک پکتھال

٢٢ - تاریخ ادبِ عربی — نکلسن

٢٣ - تاریخ عرب — ہِٹی

٢٤ - میراثِ عرب — امین فارس

٢٥ - تمدنِ عرب (موسیو لی بان) — ترجمہ از سید علی بلگرامی

٢٦ - معرکۂ مذہب و سائنس (ڈاکٹر ڈریپر) — " از مولانا ظفر علی خان

٢٧ - تشکیلِ انسانیت (رابرٹ بریفالٹ) — ترجمہ از مولانا عبدالمجید سالک

٢٨ - ایج آف فیتھ — وِل ڈیوران

٢٩ - فلسفہ و تہذیب در شرق و غرب — چارلس - اے - مُور

٣٠ - انسائیکلوپیڈیا آف اِسلام

٣١ - " " برطانیکا

٣٢ - نیو سٹینڈرڈ انسائیکلوپیڈیا

٣٣ - انسائیکلوپیڈیا آف یونیورسل انفارمیشن

٣٤ - نوعِ انساں کی کہانی — ہنڈرک وان لون

٣٥ - انسائیکلوپیڈیا آف انگلش لٹریچر۔

٣٦ - چھ لیکچر — برنارڈ لوئیس

٣٧ - تاریخ عالم — ڈبلیو - این - ویچ

٣٨ - اِنٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف ویسٹرن یورپ - جیمز شاٹ ویل

٣٩ - تاریخ انگلستان — گیرٹ

۴۰ - ہارج بیٹر رز آف ہسٹری — اے۔ ایچ۔ سٹرلنگ

۴۱ - دی آؤٹ لائین آف ہسٹری — ایچ۔ جی۔ ویلز

۴۲ - تاریخِ عالم ایک نظر میں — جوزف ری تھر

۴۳ - میڈیول اینڈ ماڈرن ہسٹری — فلپ۔ وی۔ این۔ مائرس

۴۴ - میراثِ اسلام — آرنلڈ و الفریڈ

◎

سوانح ہی سوانح

انبیائے قرآن جلد اوّل، محمد جمیل ایم اے روپے

" " جلد دوم " "

" " جلد سوم " "

انوار الانبیا، ادارہ تصنیف و تالیف

انوار اصفیا " " "

انوار اولیا رئیس احمد جعفری ندوی

حضرت علی ابن ابی طالبؓ ارمان سرحدی

امام ابوحنیفہؒ تصنیف ابوزہرہ (مصر) ترجمہ رئیس احمد جعفری

آثار امام شافعی " " "

آثار امام محمدؒ و امام ابویوسفؒ تصنیف ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ رئیس احمد جعفری

امام جعفر صادق تصنیف ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ رئیس احمد جعفری

حیات حافظ ابن قیم تصنیف عبدالعظیم ترجمہ غلام احمد

حیات امام ابن حزم - ابوزہرہ ترجمہ غلام احمد حریری

امام مالکؒ تصنیف ابوزہرہ ترجمہ عبیداللہ سندھی

سیرت آئمہ اربعہؒ رئیس احمد جعفری
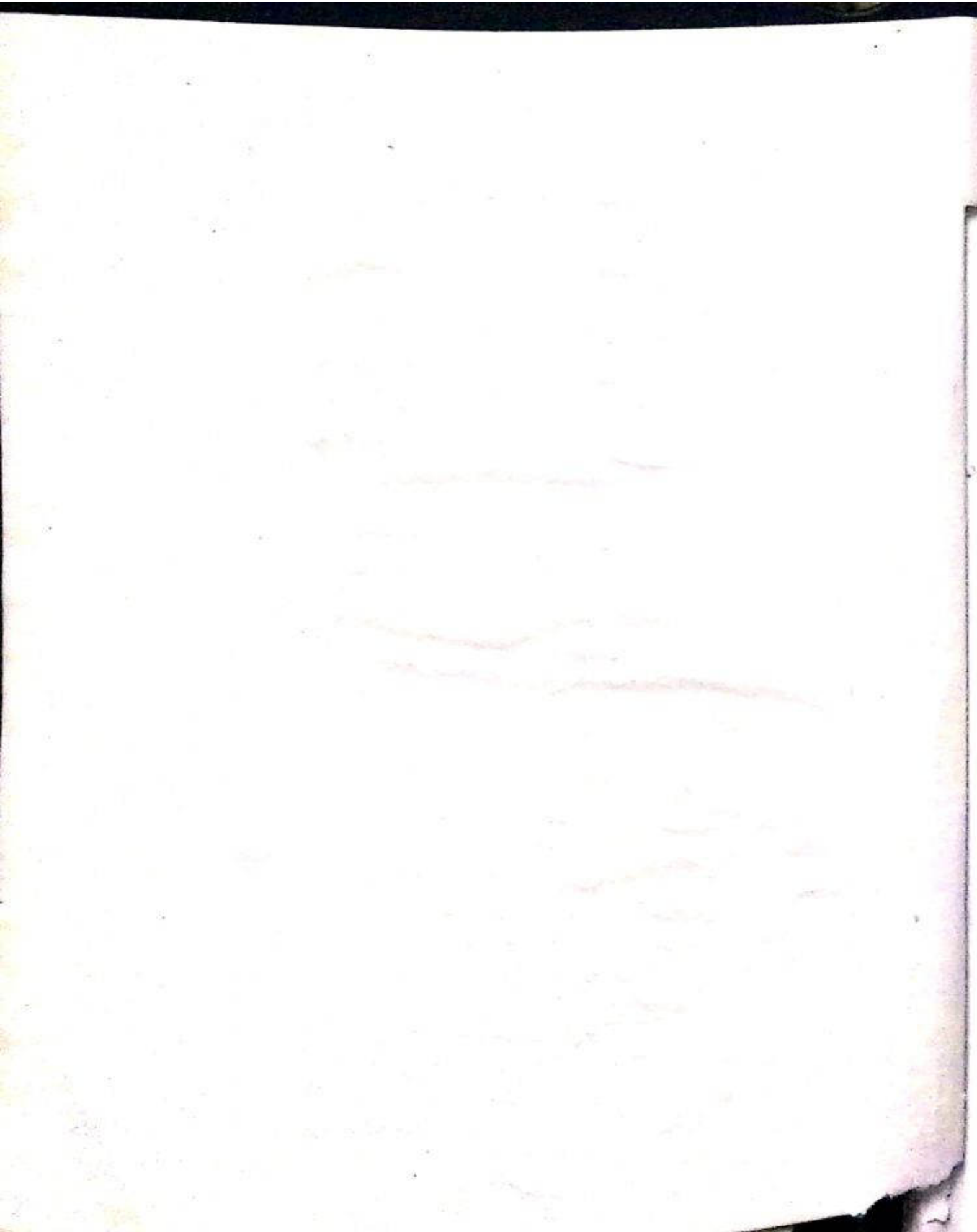
زندہ رود (۱)
حیاتِ اقبال کا تشکیلی دور
زندہ رود (۲)
حیاتِ اقبال کا وسطی دور
زندہ رود (۳)
حیاتِ اقبال کا اختتامی دور
سوانحِ اقبال کی ترتیب کا، تین جلدوں پر مشتمل یہ سلسلۂ کتب جاوید اقبال کی نو برس کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ تینوں جلدیں علامہ اقبال کی نجی اور فکری زندگی سے حقیقی معنوں میں شناسائی کے لیے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پس حیاتِ اقبال کے موضوع پر اگر آپ کسی مستند تحریر کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو اس سلسلۂ کتب سے استفادہ کیجیے، کیوں کہ یہ اقبالیاتی ادب میں ایک اچھوتا اضافہ ہے!
شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز
لاہور • حیدرآباد • کراچی